بسم اللہ الرحمن الرحیم

سفینۃ الاولیاء

فارسی تصنیف شہزادہ دارا شکوہ مرحوم

اردو ترجمہ

مولانا محمد وارث کامل بی اے مرحوم

ناشر

مدنی کتب خانہ چوک گنپت روڈ۔ لاہور

طبع اوّل

طابع — محمد امین ملک

تعداد ——— ایک ہزار

قیمت بلا جلد ——— ۵/-

قیمت مجلد ——— ۶/-

مطبوعہ

اُردو پریس میکلوڈ روڈ لاہور

ناشر

مدنی کتب خانہ ۵ چوک گنپت روڈ لاہور

أَلَا إِنَّ أَوْلِيَاءَ اللَّهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ

(قرآن حکیم)

یاد رکھو کہ خدا کے سچے دوستوں پر نہ تو کبھی مخلوقات کا خوف طاری ہوتا ہے اور نہ وہ کبھی رنجیدہ و غمزدہ ہوتے ہیں

شانِ اولیاؒ

اولیا را ہست قدرت از الٰہ
تیر جستہ باز گردانند ز راہ!

ہر کہ خواہد ہم نشینی با خدا
او نشیند در حضورِ اولیاء

گفتۂ او گفتۂ اللہ بود
گرچہ از حلقومِ عبد اللہ بود

(مولانا رومؒ)

فہرست مضامین

عرضِ ناشر

شہزادہ داراشکوہ کی تصنیف لطیف سفینۃ الاولیاء کا یہ ترجمہ جو بڑے ادب واحترام کے ساتھ قارئین کرام کی خدمت میں پیش کیا جا رہا ہے اس کا دامن ان افسوسناک اغلاط سے داغدار نہیں ہے جو دوسرے تراجم میں جا بجا منہ چڑاتی نظر آتی ہیں۔ اس سے پہلے کہ ہم چند اغلاط کی نشاندہی کریں یہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم اپنے ترجمہ کی کچھ خصوصیات قلمبند کریں تاکہ ہمارے قارئین کی اس سے استفادہ میں کچھ اور سہولت ہو۔

۱۔ پہلی خصوصیت یہ ہے کہ اس کے ترجمہ کی زبان سلاست کے باوجود اردو ادب کے معیار پر پوری اُترتی ہے اور اس کے ثبوت میں کتاب کے مترجم مولانا محمد وارث کامل بی۔ اے مرحوم کا نام ہی کافی ہے یہ وہ صاحب ہیں جن کے قلم سے کئی کتابیں منظرِ عام پر آچکی ہیں۔ خدیجہؓ، زینب بنت زہراؓ۔ اساس اسلام، داتا گنج بخش، اولیائے لاہور (زیرِ طبع)، تاریخ مجاہدین اسلام (زیرِ طبع) وغیرہا۔ عمر بھر صحافت آپ کا شغل اور اخبار نویسی آپ کا پیشہ رہا ہے۔ اردو نظم و نثر پر آپ کو کامل عبور حاصل ہے۔

۲۔ دوسری خصوصیت یہ ہے کہ فاضل مترجم نے بڑی تحقیق کے ساتھ اس کتاب کی شرح میں شہزادہ داراشکوہ کے حالات بھی تحریر کیے ہیں، ان کی روشنی میں ہمارے قارئین شہزادہ والاتبار کی دیگر تصانیف سے بھی روشناس ہو سکتے ہیں۔

۳۔ تیسری خصوصیت یہ ہے کہ فاضل مترجم نے ہر سلسلے کے مشائخ کو اس شماری ترتیب کے ساتھ اپنے قارئین سے تعارف کرایا ہے کہ پڑھتے وقت کوئی ذہنی الجھن پیدا نہیں ہو سکتی۔

۴۔ بعض صوفیا کے اسمائے گرامی اصل کتاب میں بھی صحیح نہ تھے۔ فاضل مترجم نے دیگر کتب متصوفہ کی مدد سے ان کی تصحیح کر دی ہے۔

۵۔ فارسی اور اردو میں اندازِ تخاطب کا جو اختلاف پایا جاتا ہے اس کا لحاظ بعض مترجم نہیں رکھتے

اور خصوصیت کے ساتھ کراچی کے ترجمہ میں تو یہ لحاظ نام کو بھی نہیں۔ اس ترجمہ میں فاضل مترجم نے آداب کی رعایت ملحوظ رکھی ہے۔

خصوصیات تو اور بھی گنائی جاسکتی ہیں لیکن بہ سبیل اختصار انہی پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ اب ہم ان اغلاط میں سے چند کی نشاندہی کرتے ہیں جو ایک ترجمے میں بکھری پڑی ہیں۔ ہم زبان و بیان کی اغلاط اس لئے نظر انداز کرتے ہیں کہ یہ فہرست بڑی طویل ہے۔

۱۔ ص۲۲ پر ابو عبداللہ سنجری کسی بزرگ کا نام ہے، اصل میں یہ نام ابو عبداللہ سجزی ہے سجستان کے باشندے کو سجزی کہتے ہیں نہ کہ سنجری۔

۲۔ ص۲۳ پر سہیل بن عبداللہ نستری مرقوم ہے حالانکہ اصل نام سہل بن عبداللہ تستری ہے۔

۳۔ ص۲۶ پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نسب نامہ میں قہر بن مالک لکھا ہوا ہے حالانکہ اصل میں فہر بن مالک ہے۔ استغفر اللہ! استغفر اللہ!!۔

۴۔ ص۲۶ پر بی بی آمنہ بنت وہب کے شجرۂ نسب میں عبد مناف بن زمرہ دراصل عبد مناف بن زہرہ ہونا چاہیے تھا۔ بجا زمرہ بجا زہرہ۔

۵۔ ایضاً۔ اس صفحہ پر فاروق لیطا حضورؐ کا اسم گرامی (انجیل کی رو سے) بتایا گیا ہے۔ اصل میں یہ نام فارقلیط ہے۔

۶۔ ص۳۰ پر صدیق اکبرؓ کی والدہ ماجدہ کے نسب نامہ میں ام الخیر مسلی بنت صنجر کی کڑیاں کتنی مضحکہ خیز ہیں۔ اصل میں یہ اسما ام الخیر سلمٰی بنت صخر ہیں۔

۷۔ ص۳۲ پر فاروق اعظم کی والدہ ماجدہ کے نسب نامہ میں عمر بن فخزوم غلط ہے اسے عمر و بن مخزوم ہونا چاہیئے۔

۸۔ ص۵۱ پر یحییٰ بن معاد رحمۃ اللہ لکھا ہے اصل نام یحییٰ بن معاذ الرازیؒ ہے۔

۹۔ ص۵۳ پر عقلان کی جگہ عسقلان ہونا چاہیئے۔

۱۰۔ ص۵۹ حضرت شاہ سید الطائفہ شیخ جنید بغدادی کتنی بھونڈی ترتیب ہے ہونا چاہیئے تھا سید الطائفہ حضرت شیخ جنید بغدادیؒ۔

نوٹ:۔ اس قسم کی اغلاط ان گنت ہیں۔ اصولاً حضرت القاب کے بعد آنا چاہیئے مثلاً

سلطان العارفین حضرت بایزید بسطامیؒ، غوث الثقلین حضرت شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانیؒ، قطب الاقطاب حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ کراچی کے ترجمے میں حضرت ہر جگہ القاب سے پہلے ہے۔

۱۱۔ صفحہ ۹۸ پر حضرت شیخ جماد و باس غلط ہے صحیح نام ہے حضرت شیخ حمّاد دبّاسؒ۔

۱۲۔ صفحہ ۱۰۸ پر شیخ ابو علی فارندیؒ غلط ہے صحیح نام شیخ ابو علی فارمدی ہے۔

۱۳۔ صفحہ ۱۰۹ پر خواجہ عارف ریوکری غلط ہے اسے خواجہ عارف دیوگری ہونا چاہیئے۔

۱۴۔ صفحہ ۱۱۱ پر حضرت خواجہ علی راتینی غلط ہے۔ اصل نام ہے خواجہ علی رامتینی۔

۱۵۔ صفحہ ۱۲۳ پر حضرت خواجہ بیرہ بصری غلط ہے اصل نام حضرت خواجہ ہبیرہ بصریؒ ہے۔

۱۶۔ صفحہ ۱۲۳ پر حضرت شیخ علوی دینوری غلط ہے صحیح نام حضرت شیخ علو دینوریؒ ہے۔

۱۷۔ صفحہ ۱۴۷ پر حضرت شیخ حسام الدین جلبیؒ غلط ہے صحیح نام حضرت شیخ حسام الدین چلپیؒ ہے۔

۱۸۔ صفحہ ۱۵۱ پر حضرت شیخ نجیب الدین علی برغشؒ غلط ہے اصل نام حضرت شیخ نجیب الدین علی مرغشیؒ ہے۔ دوسرا نام اس صفحہ پر شیخ عبدالرحمن بن علی برغشؒ ہے اسے بھی برغش کے بجائے مرغشی ہونا چاہیئے۔

۱۹۔ ایضاً حضرت شیخ بہاؤالدین ذکریائی ملتانیؒ۔ ذکریائی کی جگہ زکریا ہونا چاہیئے۔

نوٹ:۔ اس ترجمہ میں جہاں کہیں صرف شیخ الاسلام مذکور ہے اس سے مراد شیخ الاسلام حضرت عبداللہ انصاریؒ ہیں جن کا تذکرہ اس کتاب میں آیا ہے۔

ناشر

افتتاحیہ

شہزادہ دارا شکوہ جس کی ایک تصنیف لطیف سفینۃ الاولیا کا اُردو ترجمہ پیش کرنا مقصود ہے فرمانروائے خاندانِ مغلیہ شاہجہاں کا لختِ جگر اور عالمگیر اورنگ زیب کا برادر حقیقی تھا۔ ۱۰۲۴ھ میں اس شہزادہ نے قصرِ شاہی میں آنکھیں کھولیں تیموری خاندان کے شہزادوں میں صرف دارا شکوہ ہی ایک ایسا شہزادہ ہے جس نے علمی دنیا سے خراجِ تحسین وصول کیا ہے اس کی شخصیت میں قدرت نے کچھ ایسے جوہر سمو دیے تھے کہ علوم و فنون کے تمام گوشوں پر اس کی نظر تھی تصنیف و تالیف، شعر و شاعری اور خطاطی کے علاوہ قادری سلسلے کے ایک صوفی کی حیثیت سے اس نے اتنا بلند مقام پایا ہے کہ اس کے معاصرین اور بعد کے صوفیا اس پر رشک کرتے تھے۔

وقت کی سیاسی کشمکش اگر مزاحم نہ ہوتی اور اس کی شاہزادگی کی بدولت اس کا پیمانۂ حیات جلد لبریز نہ ہوتا تو کیا عجب تھا کہ اس کے جوہر کچھ اور کھلتے لیکن فیصلۂ تقدیر کے آگے کون دم مار سکتا ہے۔ جو کچھ پیش آیا مقدرات میں سے تھا اور اس میں بھی غالباً کوئی مصلحت ہی ہوگی، بہر حال ہم ان حالات و اسباب کی تفصیل میں نہیں جانا چاہتے یہ زندگی کے حوادث ہیں ان کا سلسلہ ازل سے اسی نہج اور اسی انداز پر چلا آتا ہے۔ کوئی پھولوں کی سیج پر راحت و آرام سے شب بسری کرے یا کوئی کانٹوں کے بستر پر بے آرامی سے کروٹیں لے۔ موت کا اٹل قانون ان دونوں پر اثر انداز ہوتا ہے ؎

چو آہنگ رفتن کند جان پاک
چہ بر تخت مُردن چہ بر روئے خاک

میاں میر جنہیں دارا شکوہ والہانہ عقیدت کی بنا پر ملا جیو کہا کرتا تھا نسباً فاروقی تھے انہی کے خلیفۂ مجاز ملا شاہ بدخشانی سے شہزادہ دارا شکوہ کو شرفِ بیعت حاصل تھا کچھ تو شاہجہانی دور کے علما و فضلا کے علمی فیوض و برکات کی بدولت اور زیادہ تر ملا شاہ بدخشانی کے فیضانِ نظر کے صدقے میں شہزادہ دارا شکوہ علوم و معارف اور متصوفانہ اسرار و رموز کی شرح و بیان پر اچھی خاصی قدرت رکھتا تھا اس کے اشعار میں بھی تصوف کا رنگ جھلکتا نظر آتا ہے۔

سفینۃ الاولیاء دارا شکوہ کے سلسلۂ تصنیف و تالیف کی پہلی کڑی ہے جو چھبیس سال کی عمر میں یعنی ۱۰۴۹ھ میں یہ تصنیف پہلی بار منظر عام پر آئی۔ اس میں شہزادہ باوقار نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے لے کر حضرت بی بی جمال خاتون حضرت میاں میر کی بہن تک کے مختصر سوانح اپنے مخصوص انداز میں قلمبند کئے ہیں سلاسل تصوف قادریہ، چشتیہ، نقشبندیہ اور سہروردیہ کے علاوہ ایسے صوفیائے کرام کے تذکرے بھی اس کتاب میں شامل ہیں جو مختلف سلسلوں سے تعلق رکھتے تھے۔

نفحات الانس، کشف المحجوب، تذکرۃ الاولیاء اور طبقات سلطانی وغیرہ تذکروں کی موجودگی میں سفینۃ الاولیاء کی تصنیف کا خیال شہزادہ دارا شکوہ کو اس لئے آیا کہ وہ سلاسل تصوف کے بیان میں تسلسل کا خواہشمند تھا اور سابق تذکرہ تذکروں چند در چند خصوصیات کے باوجود یہ وصف مفقود تھا نیز ان تذکروں سے پیدائش اور وفات کے سنین کا پتہ بھی نہیں چلتا تھا سفینۃ الاولیاء میں ترتیب کچھ اس انداز کی ہے کہ اس سے ذوق مطالعہ کی تسکین ہو جاتی ہے سفینۃ الاولیاء کے اوراق پر گہری نظر ڈالنے سے یہ حقیقت بھی بے نقاب ہو جاتی ہے کہ وہ حنفی المشرب قادری تھا۔

سفینۃ الاولیاء رواں دواں فارسی میں سپرد قلم کی گئی اور ایک تذکرہ کے لئے یہی مناسب بھی تھا۔ خود دارا شکوہ سفینۃ الاولیاء ص ۳۷ پر رقمطراز ہے:-

اگرچہ عبارت این کتاب راست براست است و در عبارت آرائی مقید نشدہ و فارسی سادہ عام فہم نوشتہ لیکن بعضے جا اقتدا العبارت نفحات الانس قطب الاولیاء، قدوۃ الاتقیا، نیر آسمان عرفاں، خورشید فلک ایقان حضرت مولائی نور امامت والدین عبدالرحمٰن جامی قدس سرہ انشائے کہ بکمال فصاحت و متانت دارد و ایشانرا استاد خود می داند، کردہ و زبان روزمرّہ خود را نیز ترک ساختہ۔

(ترجمہ) اگرچہ اس کتاب کی عبارت سیدھی سادی اور عبارت آرائی کی قید سے آزاد ہے اور جو فارسی زبان استعمال کی گئی ہے سادہ بھی ہے اور عام فہم بھی تاہم بعض مقامات پر قطب الاولیاء، قدوۃ الاتقیا ... مولانا عبدالرحمٰن جامی کی فصاحت و متانت کے سانچے میں ڈھلی ہوئی زبان کا تتبع بھی کیا گیا ہے مصنف نے (یعنی میں نے) ان کو اپنا استاد تسلیم کیا ہے اور اس نے ان کی تقلید میں روزمرّہ کی زبان بھی ترک کر دی ہے۔

شہزادہ دارا شکوہ نے ۱۰۵۲ھ میں ایک اور کتاب سکینۃ الاولیاء تصنیف کی تھی۔ یہ تصنیف سفینۃ الاولیاء کے بعد کی کوشش ہے سفینۃ الاولیاء کے مقابلہ میں یہ نقش ثانی کچھ زیادہ مقبول نہ ہو سکا اور اس کا سبب بظاہر یہ ہے کہ اس میں موضوع زیر بحث صرف ایک ان کے پیشوا ملا شاہ بدخشانی کی شخصیت ہے۔ چونکہ دارا شکوہ نے

اس کتاب میں کچھ اپنے احوال و واردات بھی قلمبند کیے ہیں اس لئے ایک تذکرہ نویس کو اس میں اچھا خاصا مواد مل جاتا ہے۔ اسی کتاب میں داراشکوہ ایک جگہ لکھتا ہے کہ

جمعرات کے روز چوبیس سال کی عمر میں خواب میں فرشتہ نے مجھے آواز دی اور چار مرتبہ کہا "تجھے اللہ تعالیٰ ایسی چیز عنایت کرے گا جو روئے زمین پر کسی بادشاہ کو نصیب نہیں ہوئی نیند سے بیدار ہو کر میں نے اپنے دل میں سوچا کہ اس قسم کی سعادت عرفان ہو گی اور بے شک اللہ تعالےٰ محض اپنے فضل و کرم سے مجھے یہ دولت بخش دے گا۔ ان اللہ غفور رحیم۔ میں ہمیشہ اس دولت عظمیٰ کا طالب رہا یہاں تک کہ ۲۹ ماہ ذی الحجہ ۱۰۴۹ھ کو ایک دوست خدا کی صحبت میں پہنچا وہ مجھ پر نہایت مہربان ہوا جو بات دوسرے لوگوں کو ایک ماہ میں حاصل ہوتی تھی وہ مجھے پہلی رات میں مل گئی اور جو کچھ دوسرے ایک سال میں حاصل کرتے تھے مجھے ایک مہینہ میں حاصل ہو گئی جہاں اور کوئی طالب سالہا سال کے مجاہدوں اور ریاضتوں سے پہنچتا میں محض اللہ تعالےٰ کے فضل و کرم سے بغیر ریاضت کے ایک بارگی پہنچ گیا دونوں جہاں کی محبت میرے دل سے اُٹھ گئی اور فضل و رحمت کے دروازے میرے دل پر کھل گئے اور جو میں چاہتا تھا وہ مجھے مل گیا۔ (سکینۃ الاولیاءؒ)

داراشکوہ کے پیر و مرشد ملا شاہ بدخشانی کو اپنے مرید سے خاص ربط خاطر تھا یہاں تک کہ انھوں نے اپنے دوسرے مریدوں کو یہ تلقین کی تھی کہ وہ داراشکوہ سے قلبی رابطہ رکھیں اور اسی میں ان کا فائدہ ہے۔ سکینۃ الاولیاء میں داراشکوہ نے ان کتب اسناد کے حوالے بھی درج کئے ہیں جن سے اس نے تصنیف و تالیف میں استفادہ کیا ہے اور اس سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ وہ کتنا کثیر المطالعہ مصنف تھا۔ کشف المحجوب، نفحات الانس، غنیۃ الطالبین، تفسیر عرائس، تفسیر قشیری، فصل الخطاب، بحر الحقائق، تفسیر حسینی، صحیح مسلم، مشکوٰۃ، معجم البلدان ایسی اہم تصانیف پر داراشکوہ کی اچھی خاصی نظر تھی۔ اگر یہ سچ ہے کہ درخت اپنے پھلوں سے پہچانا جاتا ہے تو ہم داراشکوہ کے بارے میں بلا مبالغہ یہ بات کہہ سکتے ہیں کہ وہ اپنے دور کا ایک صوفی صافی ہی نہیں بلکہ ایک متبحر عالم بھی تھا۔ شہزادگی کا داغ اس کی پیشانی پر نہ ہوتا اور وہ ناخوشگوار سیاسی حالات نہ رونما ہوتے جو اس کی شہادت کا موجب ہوئے تو اس میں کوئی شک نہیں کہ داراشکوہ نہ صرف اپنے دور میں بلکہ بعد کے تاریخی ادوار میں بھی دنیائے علم و ادب اور فقر و تصوف کے دلدادوں سے خراج تحسین وصول کرتا۔ داراشکوہ کے چند دیگر قلمی کارنامے یہ ہیں:-

(۱) رسالہ حق نما (۲) حسنات العارفین (۳) مجمع البحرین (۴) سر اکبر (۵) بھگوت گیتا (۶) رسالہ معارف،

(۷) بیاض (مخزن الغرائب کے مصنّف نے اس کا تذکرہ کیا ہے) (۸) نگارستان منیر (۹) مرقع (۱۰) فارسی مثنوی (آخری تین کتابوں کا ذکر مجمع البحرین کے دیباچہ میں کیا گیا ہے۔ (بزم تیموریہ ص۱۴۰) (۱۱) اکسیر اعظم (دارا شکوہ کے دیوان کا نام ہے)
شہزادہ دارا شکوہ کے حکم سے جو کتابیں تالیف کی گئیں ان کی تعداد بھی اچھی خاصی ہے مثلاً:۔

۱۔ مکالمہ دارا شکوہ و بابا لال (۲) دھرگ بشست (۳) تاریخ شمشید خانی (۴) قصص الانبیاء (۵) طب دارا شکوہی یا علاجات دارا شکوہی (۶) ترجمہ اقوال واسطی۔

اگرچہ دارا شکوہ کی جملہ تصانیف کا موضوع تصوف ہی ہے لیکن اس کے متصوفانہ عقائد کا اصل رنگ اگر کہیں جھلکتا نظر آتا ہے تو وہ صرف چار کتابیں ہیں۔ سفینۃ الاولیاء، سکینۃ الاولیاء، رسالہ حق نما اور اکسیر اعظم۔ آخری دو کتابوں سے ہم کچھ اقتباسات پیش کرتے ہیں تاکہ اس کے صحیح مسلک کا جائزہ لیا جا سکے (بزم تیموریہ کے مؤلف سید صباح الدین عبدالرحمٰن ایم اے ص۱۷۴ پر رقمطراز ہیں کہ "رسالہ حق نما میری نظر سے نہیں گزرا"۔ حسن اتفاق سے اس رسالہ کا ایک نسخہ راقم الحروف کی ذاتی لائبریری میں موجود ہے ذیل میں اس کے مشمولات سے ہم اپنے قارئین کو متعارف کرانا چاہتے ہیں)۔

رسالہ حق نما کی چھ فصلیں ہیں۔ فصل اول عالم ناسوت کے بیان میں فصل دوم عالم ملکوت کے بیان میں فصل سوم عالم جبروت کے بیان میں فصل چہارم عالم لاہوت کے بیان میں فصل پنجم ہویت کے بیان میں فصل ششم بے رنگی دیگر صوفی کے بیان میں۔

ان فصول کا خلاصہ یہ ہے:۔

۱۔ عالم ناسوت سے ہی عالم محسوس مقصود ہے جسے بعض لوگ عالم شہادت، عالم ملک، عالم بیدار اور عالم بیداری سے تعبیر کرتے ہیں۔ شہزادہ دارا شکوہ کا بیان ہے کہ وجود کے مرتبہ کی نہایت اور لذت کا کمال اسی جہاں میں ہے لے یار! جب کسی دردمند کو اس عالم ناسوت میں خدا کی طلب حاصل ہو جائے اس کو یہ چاہئے کہ خالی جگہ میں تنہا جا کر اس فقیر کی صورت کا جس سے اس کو حسن ظن ہے یا ایسے شخص کی صورت کا جس سے عشق کا تعلق ہو تصور کرتا ہے تصور کا طریق یہ ہے کہ آنکھیں بند کر کے دل کی طرف متوجہ ہو کر دل کی آنکھ سے دیکھے۔

۲۔ عالم ملکوت کو عالم ارواح، عالم غیب، عالم لطیف، اور عالم خواب کہتے ہیں۔ اس عالم کے بارے میں دارا شکوہ رقمطراز ہے کہ

جب انسان کی طبیعت معرفت کی جدائی سے کثافت کی طرف مائل ہے اور لطافتیں اس سے جدا

ہیں تو عالم ملکوت اسی لئے ہے کہ اس کی لطافت کی طرف راہ دکھائے اور پہچان لے کہ اس کی اصل لطیف ہے اور کثافت نے اس پر غلبہ کیا ہوا ہے کیونکہ بدن کی صحبت اگر روح پر غالب ہو گی تو روح بدن کی صحبت سے بدن کے حال پر ہو جاتی ہے اور اگر روح کی صحبت بدن پر غالب ہوئی تو بدن بھی لطافت حاصل کر لیتا ہے چنانچہ روح کی صحبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بدن پر غالب آگئی تھی تو بدن نے کمال لطافت حاصل کر لی تھی اسی لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بدن مبارک پر مکھی نہ بیٹھتی تھی نہ آپ کا سایہ زمین پر پڑتا تھا۔

۳ - عالم جبروت سے عالم لازم، عالم احدیت و تمکین عالم بے نقش مراد ہے اگرچہ اس کے گروہ کے بعض گو اس عالم کو عالم اسما و صفات کہتے ہیں مگر یہ ان کی غلطی ہے اور بہت سے لوگ اس عالم کی حقیقت تک نہیں پہنچے اور بغیر سمجھے چل دیے۔ شہزادہ دارا شکوہ اس عالم کے بارے میں لکھتا ہے کہ

اس عالم کی سوائے سید طائفہ استاد ابوالقاسم جنید رض کے اور کسی نے خبر نہیں دی انہوں نے فرمایا تصوف یہ ہے کہ ایک گھڑی بے غم ہو کر بیٹھے۔ شیخ الاسلام فرماتے ہیں کہ تم جانتے ہو بے غم کا کیا مطلب ہے۔ (اس سے مراد ہے) بلا جستجو کے پا لینا اور بغیر دیکھے کے دیکھ لینا —— پس عالم جبروت وہ ہے کہ جو کچھ ناسوت و ملکوت میں ہے اس عالم میں نظر نہ آئے اور محویت کی حالت ایسی ہو جائے کہ آرام پر آرام جمعیت پر جمعیت حاصل ہو جائے چنانچہ غافل اور خبردار کو جس طرح عالم ناسوت و ملکوت میں ہونے سے چارہ نہیں اسی طرح عالم جبروت میں ہونے سے بھی چارہ نہیں۔ غافل شخص اس خواب میں کہ جس میں کوئی صورت ناسوتی و ملکوتی نہ دیکھے، یہ کہتا ہے کہ میں کیسے بافراغت و آرام سو یا پڑا تھا میں نے ایسا کوئی خواب نہیں دیکھا پس یہ عالم جبروت ہے اور باخبر جب کسی وقت بے غم بیٹھتا ہے جیسے سید الطائفہ نے اس طرف اشارہ کیا ہے بیداری میں بھی کوئی صورت ناسوت و ملکوت سے اس کے دل میں نہیں گزرتی وہ عالم جبروت ہی ہے —— لیکن غافل اور خبردار میں یہ فرق ہے کہ وہ خواب میں عالم جبروت میں جاتا ہے اور بے اختیار ہو جاتا ہے اور یہ جب چاہتا ہے اپنے اختیار سے خواب و بیداری میں عالم جبروت میں جا سکتا ہے۔

۴ - عالم لاہوت سے عالم ہویت، عالم ذات، عالم بیرنگ، عالم اطلاق، عالم محبت مراد ہے یہ عالم عالم ناسوت، عالم ملکوت، عالم جبروت کا احاطہ کئے ہوئے ہے۔ دوسرے عالم اگر جسم کی حیثیت رکھتے ہیں تو اس کی حقیقت

جان کی سی ہے رسالہ حق نما میں شہزادہ دارا شکوہ رقمطراز ہے کہ

وہی اوّل ہے اور آخر ہے، ظاہر ہے، باطن ہے اور وہ ہر شئے کا عالم ہے دوسرے جہاں اس جہان کی نسبت ایسے ہیں جیسے کہ موجیں دریا کی نسبت اور ذرّات آفتاب کی نسبت، الفاظ معانی کی نسبت ——— پس اے یار! جب یہ توحید کی سعادت لازوال اور دولت بے زوال جو کہ ان عالموں کی آشنائی سے حاصل ہوا کرتی ہے تجھ کو حاصل ہو جائے تو ہویت سے خبر دے گا۔

ہویت کے بیان میں شہزادہ دارا شکوہ نے حقیقت ان الفاظ میں بے نقاب کی ہے کہ

معلوم کر کہ جب سب کچھ وہی ہے تو پھر تو کون ہے (اس کا) اس کے سوائے کوئی اور علاج نہیں کہ اپنے آپ کو بھی عین جانے اور من و تو کے گمان میں نہ رہے یہی توحید و تجلّی ذاتی کی حقیقت ہے...... چاہیئے کہ تو ذات سے اپنے جاننے کو ملاحظہ نہ کرے اور وہم اور وسوسہ کی راہ دل پر نہ کھولے تعیّنات کو ذات کا پردہ نہ سمجھے۔ رباعی

ہر گز نکند آب حجاب اندر یخے　　یا آنکہ کند نقش حباب اندر یخے

حق بحر حقیقت ست و کونین درو　　چوں یخے بمیان آب شد آب اندر یخے

اگر خطرہ پیدا ہو تو اس کو بھی عین ذات جاننا یہاں تک کہ یہ نسبت کمال تک پہنچ جائے اور غلبہ کرے جب یہ نسبت کمال تک پہنچ جائے تو جدھر بھی دیکھے گا اپنے آپ کو دیکھے گا اور جہاں ڈھونڈے گا اپنے آپ کو پائے گا ہر گز اس کو محض تنزہ و بے رنگی اور پاکیزگی کے ساتھ موصوف نہ سمجھو کیونکہ تشبیہ کی سعادت سے محرومی رہے گی۔ اسی طرح محض تشبیہ کے ساتھ موصوف نہ کرنا کیونکہ اس صورت میں دولت تنزیہہ سے محرومی رہے گی پس پاکی اور ناپاکی تشبیہ و تنزیہہ یہ سب کچھ اسی کے ظہور و تعیّنات ہیں اگر ذرہ اس سے جدا سمجھے گا تو توحید و عرفان کی نعمت سے بہرہ ور نہ ہو سکے گا۔

رسالہ حق نما اس رباعی پر ختم ہوتا ہے:۔

ایں رسالہ حق نما باشد تمام　　در ہزار و پنجہ و شش شد تمام

ہست از قادر مداں از قادری　　آنچہ ما گفتیم فافہم والسلام

جیسا کہ ہم نے اوپر ذکر کیا ہے شہزادہ دارا شکوہ نے اکسیر اعظم کے نام و عنوان سے ایک دیوان بھی مرتب کیا تھا، کچھ اس کے بارے میں بھی تعارف مناسب ہے۔ خزینۃ الاصفیا کے مصنف مفتی غلام سرور لاہوری

کا بیان ہے کہ

سخنش دریائے توحید است کہ از زبان گوہر افشانش اور رواں گشتہ و یا خورشید وحدانیت است کہ از افق لبان مطلع انوارش طلوع شدہ مغزمی باید کہ سخنش را بفہمد و دلے باید کہ معانی آں در دلے امکان پذیرد (خزینۃ الاصفیا صفحہ ۱۷۵ ج اول)

(ترجمہ) اس کا شعری کلام توحید کا دریا ہے جو اس کی موتی بکھیرتی ہوئی زبان کے (سوتے) سے بہ نکلا ہے یا اسے وحدانیت کا سورج کہنا چاہیئے جس کی شعاعیں افق سے مطلع انوار کی طرح پھوٹ پڑی ہیں۔ اس کلام سمجھنے کے لئے دماغ چاہیئے اور اس کے معانی و مطالب کی سمائی کے لیئے دل چاہیئے۔

صاحب بزم تیموریہ لکھتے ہیں کہ

دارا کا دیوان نایاب تھا مگر کچھ دن ہوئے کہ خان بہادر ظفر الحسن صاحب (محکمہ آثار قدیمہ) کو اس کے دیوان کا نسخہ ملا ہے موصوف نے بنگال ایشیاٹک سوسائٹی کے ایک ماہانہ جلسہ (جولائی ۲۹ء) کے مضمون میں یہ بتایا ہے کہ اس دیوان میں دارا کی ۱۳۴ غزلیں اور ۲۸ رباعیاں ہیں اور یہ نسخہ دارا کی زندگی ہی میں لکھا گیا تھا اب تک شاید اس دیوان کی طباعت نہ ہو سکی ہے مختلف تذکروں میں ہم کو دارا کے جو جستہ جستہ اشعار ملے ہیں ان کو ناظرین کی دلچسپی کے لئے ذیل میں درج کرتے ہیں اس سے دارا شکوہ کے ذوقِ شعری کا اندازہ ہوگا۔

ان تعارفی سطور کے بعد صاحب بزم تیموریہ نے شہزادہ دارا شکوہ کے اشعار کی ایک طویل فہرست دی ہے ہم اپنے قارئین کی دلچسپی کے لئے اس کا نچوڑ لیتے ہیں اور وہ یہ ہے:

۱ - ہر خم و پیچے کہ شد از تابِ زلفِ یار شد ۔۔۔ دام شد زنجیر شد تسبیح شد زنار شد

دنیا میں جتنے بھی خم و پیچ ہیں زلف یار کی شکن کا نتیجہ ہیں دام، زنجیر، تسبیح اور زنار (جنجو) سب انہی پیچ و خم سے ہیں۔

۲ - خاطر نقاش در تصویر حسنش جمع بود ۔۔۔ چوں بزلف او رسید آخر پریشانی کشید

اس کے (محبوبہ کے) حسن کی تصویر کھینچتے وقت نقاش کو جمعیت خاطر نصیب تھی لیکن جب زلف کی تصویر اتارنے کا وقت آیا تو اس کی طبیعت کا سکون جاتا رہا۔

۳ - بقدر مال باشد سرگرانی ۔۔۔ ز دو زن زر فزاید بار دستار

مال کی مقدار جتنی زیادہ ہوتی ہے اتنا ہی سر پر بوجھ آپڑتا ہے پگڑی کا بوجھ روپلے پیسے کے وزن سے کہیں زیادہ ہے۔

۴ - بخیہ بر خرقۂ فنا کیشاں
موج آب حیات را ماند

جن عشاق نے محبوب حقیقی کی لقا کے تصور میں اپنے وجود فنا کر دیے ہیں ان کی گدڑی کا ہر بخیہ موج آب حیات کے مانند ہے۔

۵ - ہمہ چیز تو خوب لیک ایں بد
کہ تو بسیار دیر مے آئی

تیری ہر بات اچھی ہے لیکن تجھ میں برائی یہ ہے کہ تجھ سے ملاقاتیں بڑی دیر کے بعد ہوتی ہیں۔

۶ - تا دوست رسیدیم چو از خویش گزشتیم
از خویش گزشتن چہ مبارک سفرے بود

جب ہم اپنی ہستی سے گزرے تو دوست کی بارگاہ تک پہنچے۔ اپنے آپ سے گزرنا کتنا مبارک سفر ہوتا ہے۔

مرأۃ الخیال کے مؤلف نے لکھا ہے کہ اپنے دور کے ایک شاعر رضی دانش کی ایک غزل پر شہزادہ دارا شکوہ نے ایک لاکھ روپلے بطور انعام دیے۔ اس غزل کا ایک شعر یہ تھا:-

تاک را سیراب ساز اے ابر نیساں در بہار
قطرۂ تا مے تواند شد چرا گوہر شود

(ترجمہ) موسم بہار میں اے ابر نیساں انگور کی بیل کو سیراب کر۔ تیری بارش کا قطرہ جب شراب بن سکتا ہے تو پھر گوہر بننے کی اسے کیا ضرورت ہے۔

شہزادہ دارا شکوہ نے خود بھی اسی زمین میں غزل کہی تھی اس کا ایک شعر یہ ہے:-

سلطنت سہل است خود را آشنائے فقر کن
قطرہ تا دریا تواند شد چرا گوہر شود

بادشاہت تو ایک معمولی سی چیز ہے (آسانی سے حاصل ہو جاتی ہے اور آسانی جاتی رہتی ہے) بہتر یہ ہے کہ تو اپنے آپ کو درویشی سے آشنا کر (درویشی اختیار کر لے) قطرہ جب دریا بننے کی صلاحیت رکھتا ہے تو پھر گوہر کیوں بنے۔

دارا شکوہ کی خطاطی:- فنون لطیفہ میں شاعری کے علاوہ خطاطی بھی ہے۔ دارا شکوہ اس فن میں بھی ید طولی

رکھتا تھا۔ اس فن میں اس کا استاد آقا عبدالرشید دیلمی تھا تذکرۂ خوش نویساں میں ہے کہ

داراشکوہ پسر شاہجہاں بادشاہ شاگرد عبدالرشید آقا است باوجود اشتغال امور شاہزادگی و دیگر علوم، بروئے آقا عبدالرشید شاید کسے مثل او نوشتہ باشد۔ (ص۵۴)

داراشکوہ کے ہاتھ کا لکھا ہوا کلام پاک کا ایک نسخہ عزیز باغ لائبریری حیدرآباد دکن میں ہے جس کے حروف شروع سے آخر تک سنہرے ہیں ایک مطلّا پنجسورہ کا نسخہ بخط نسخ اور ایک دہ پند ارسطو کا نسخہ بخط نستعلیق وکٹوریہ میموریل ہال کلکتہ میں محفوظ ہے۔ آصفیہ لائبریری حیدرآباد میں اس کے خط کی دو کتابیں ہیں رسالہ حکمت ارسطو اور شرح دیوان حافظ (فہرست کتب خانۂ آصفیہ ج ا ص ۷۳۹)

خزینۃ الاصفیا کی روایت

خزینۃ الاصفیا کے مصنّف مفتی غلام سرور کا بیان ہے کہ داراشکوہ کے قتل کے بعد جب اس کے نو سالہ لڑکے کی اورنگ زیب عالمگیر کے سامنے پیشی ہوئی تو اس نے اس بچے کا حال پوچھا بچے نے فی البدیہہ یہ شعر پڑھا:-

ہجر دارا بر دل من کمتر از یعقوب نیست
او پسر گم کردہ بود و من پدر گم کردہ ام

(ترجمہ) دارا کی جدائی کا داغ میرے دل پر یعقوبؑ کے صدمۂ ہجر کے داغ سے کم نہیں ہے اس نبی کا بیٹا گم ہو گیا تھا اور یہاں یہ عالم ہے کہ میرا باپ ہی مجھ سے بچھڑ گیا ہے۔

خزینۃ الاصفیا میں ہے کہ عالمگیر اس جواب سے ناخوش ہوا اور اس نے یہ کہا کہ

"افعی را کشتن و بچہ اش نگاہ داشتن کار خردمنداں نیست"

سانپ کو مار ڈالنا اور اس کے سپولیے کو محفوظ رکھنا عقلمندوں کا شیوہ نہیں ہے۔ چنانچہ اس نے اس بچے کو مروا ڈالا۔

یہ روایت درست نہیں ہے۔ مآثر عالمگیری (اردو ترجمہ ص۸۳ دارالترجمہ حیدرآباد دکن) میں مرقوم ہے کہ عالمگیر اورنگ زیب نے اپنی تخت نشینی سے سولہ سال بعد ۱۰۸۳ھ میں اپنی لڑکی نواب زبدۃ النسا بیگم کو شاہزادہ سپہر شکوہ کے حبالۂ عقد میں دے دیا تھا۔ یہ روایت زیادہ قابل اعتماد ہے۔

داراشکوہ کی درویش منشی:- بعض مورخین نے عالمگیر اورنگ زیب کے دبدبۂ شاہی سے متاثر ہو کر شہزادہ

دارا شکوہ کو بے دین، ملحد اور بدعقیدہ اور نہ جانے کیا کیا لکھا ہے حالانکہ یہ درست نہیں ہے۔ دارا شکوہ شروع ہی سے درویش منش اور فقیر دوست واقع ہوا تھا۔ ملا شاہ بدخشانیؒ کے فیض صحبت اور حضرت میاں میرؒ کے فیضانِ نظر سے وہ فقر و سلوک کی اس منزل میں تھا جہاں ناقص و کامل اور ادنیٰ و اعلیٰ کو ایک نظر سے دیکھا جاتا ہے۔ یہ ایک مقام ہے جو فقرا کے علاوہ اربابِ شریعت کے حصے میں نہیں آتا اور وہ اس لئے کہ موخر الذکر طبقہ کے فرائض میں باطن کی اصلاح داخل نہیں ہے ان کا فتویٰ ظاہر پر چلتا ہے رہے فقرا ان کی نظر ظاہر و باطن کی ترازو ہوتی ہے اور قدرت ان کو اتنا عالی ظرف عطا کرتی ہے کہ وہ مسلم و کافر دونوں کو نگاہ لطف و کرم سے نوازتے ہیں:-

بر روئے شش جہت در آئینہ باز ہے
یاں امتیاز ناقص و کامل نہیں رہا

تخت نشینی کے سلسلے میں جو نزاعات اٹھ کھڑے ہوئے تھے وہ ناگزیر تھے یا نہیں؟ حق بجانب عالمگیر تھا یا دارا شکوہ اس سلسلے میں ہم کچھ نہیں کہنا چاہتے۔ نہ معلوم اس دور کے سیاسی حالات کیا تھے۔ خلافت راشدہ کے آخر اور دور بنی امیہ کی ابتدا میں جو معرکے رونما ہوئے ان پر ایک اچٹتی سی نظر ڈالنے سے پتہ چلتا ہے کہ کبھی غلط فہمی کی بنا پر بھی کشت و خون تک نوبت پہنچ جاتی ہے۔ جمل اور صفین کی جنگیں بعض شرپسندوں کی ریشہ دوانیوں سے لڑی گئی تھیں اور یہ بات ہم اس لئے کہہ رہے ہیں کہ جانبین میں اکثریت ایسے اشخاص کی تھی جن کے قدموں کی خاک بھی اکسیر کا حکم رکھتی ہے۔ وہ اکابر جو ان جنگوں میں شریک تھے وہ ایک دوسرے کے مقام سے بھی ناآشنا نہ تھے۔ عثمان غنی ذی النورینؓ کے خون سے عبداللہ بن سبا اور اس کی شوریدہ سر جماعت نے ہاتھ رنگے تھے لیکن کون نہیں جانتا کہ اس زمانے میں یہ غلط افواہ بھی پھیلی تھی کہ خلیفہ ثالثؓ کا قتل حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے اشارہ اور ایما سے ہوا ہے۔ جمل اور صفین کی لڑائیوں کے جہاں کچھ اسباب تھے، ایک سبب یہ غلط افواہ بھی تھی۔ ہو سکتا ہے کہ تواریخ میں شاہجہاں کے بیٹوں کی جنگ اور اس کے نتیجے میں شہزادوں کا قتل، جن میں دارا شکوہ کا حادثہ قتل بھی شامل ہے جس انداز سے ضبط تحریر میں آیا ہے بے بنیاد ہو اور عالمگیر نے اپنے بھائیوں کے خون سے ہاتھ رنگے ہوں یہ بات تو ماننی پڑتی ہے کہ شہزادے قتل ضرور کئے گئے لیکن چونکہ اسباب قتل پر پردے پڑے ہوئے ہیں اس لئے یہ نہیں کہا جا سکتا کہ عالمگیر اورنگ زیب ہی پر قتل کی ذمہ داری عاید ہوتی ہے

ہو سکتا ہے کسی عاقبت نا اندیش نے محض عالمگیر کی خوشنودی کے لئے یہ خطرناک قدم اٹھایا ہو اور یہ ممکن ہے کہ اورنگ زیب کو اس افسوسناک اقدام پر ملال ہوا ہو ــــــــــــــــ

ــــــــــــــــ ہم نے محض قیاس کی بنیاد پر یہ توجیہات کی ہیں حقیقت حال کا علم اللہ تعالیٰ کو ہے۔

مقالات شبلی ج ہفتم ص۱۰۱ میں مولانا شبلی نعمانی نے دارا شکوہ کے بارے میں یہ لکھا ہے کہ

"عالمگیر نے دارا شکوہ کے مقابلہ کا جب قصد کیا تو اس کا سبب یہ ظاہر کیا کہ دارا شکوہ بدعقیدہ اور بد دین ہے اس لئے اگر وہ ہندوستان کا فرمانروا ہوا تو ملک میں بد دینی پھیل جائے گی عام مورخوں کا خیال ہے کہ یہ محض ایک فریب تھا نہ دارا شکوہ بے دین تھا اور نہ عالمگیر کی مخالفت کا یہ سبب تھا۔ دلوں کا حال خدا کو معلوم لیکن اس کتاب دستر اکبر کے دیباچہ سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ دارا شکوہ بالکل ہندو بن گیا تھا اور کچھ شبہ نہیں کہ اگر وہ تخت شہنشاہی پر متمکن ہوتا تو اسلامی شعار اور خصوصیات بالکل مٹ جاتے۔

مولانا شبلی نعمانی نے سطور بالا میں جو کچھ تحریر کیا ہے اس میں انہوں نے اپنی تاریخی بصیرت سے کام نہیں لیا ہے۔ یہی مولانا شبلی نعمانی ہیں جو سوانح مولانا روم میں ص۱۶۲ پر خود اپنے قلم سے یہ لکھ چکے ہیں کہ "تصوف اور سلوک کے جو اہم مقامات ہیں مثلاً مشاہدہ، ذکر، حیرت، بقا، فنا، جہد، توکل وغیرہ ان سب کو مولانا نے مثنوی میں نہایت عمدگی اور خوبی سے لکھا ہے لیکن اگر ان سب کو لکھا جائے تو یہ حصہ تقریظ کے بجائے خود تصوف کی ایک مستقل کتاب بن جائے گا اس لئے ہم نمونے کے طور پر صرف ایک مقام فنا کی حقیقت کے بیان پر اکتفا کرتے ہیں ـــــ مقام فنا کی نسبت لوگوں کو نہایت سخت غلطیاں واقع ہوئی ہیں یہی مقام ہے جس کی بنا پر منصور نے دار کے منبر پر انا الحق کا خطبہ پڑھا تھا جو لوگ سرے سے تصوف کے منکر ہیں وہ کہتے ہیں کہ انسان خدا کیونکر ہو سکتا ہے اور اگر ہو سکتا ہے تو فرعون نے کیا جرم کیا تھا کہ کافر اور مرتد ٹھہرا صوفیہ میں سے بھی اکثر اس لحاظ سے منصور کے دعوے کو غلط سمجھتے ہیں کہ ہستی مطلق اور ممکنات میں تعین اور تشخص کا جو فرق ہے وہ کسی حالت میں مٹ نہیں سکتا چنانچہ شیخ محی الدین اکبر نے فتوحات مکیہ میں صاف تصریح کی ہے اور اسی بنا پر کہا گیا ہے

گر فرق مراتب نکنی زندیقی

مولانا نے اس نکتے کو نہایت خوبی سے حل کیا ہے (یعنی مولانا روم نے) تفصیل اس کی حسب ذیل ہے لیکن تفصیل سے پہلے یہ سمجھ لینا چاہئیے کہ تصوف دراصل تصحیح خیال کا نام ہے یعنی جو خیال قائم کیا جائے وہ اصل حالت

بن جائے مثلاً اگر توکل کا مقام درپیش ہو تو یہ حالت طاری ہو جائے کہ انسان تمام عالم سے قطعاً بے نیاز ہو جائے اس کو صاف نظر آئے کہ جو کچھ ہوتا ہے پردۂ تقدیر سے ہوتا ہے جس طرح کٹھ پتلیوں کے تماشے میں جس شخص کی نظر تاروں پر ہوتی ہے اس کو نظر آتا ہے کہ پتلیاں گو سیکڑوں طرح کی حرکت کر رہی ہیں لیکن ان کو فی نفسہ حرکت میں مطلق دخل نہیں ہے بلکہ یہ تمام کرشمے اس کے ہیں جو تاروں کو حرکت دے رہا ہے اسی طرح عالم میں جو کچھ ہو رہا ہے ایک پیچھے ہوئے بازیگر کے اشاروں پر ہو رہا ہے۔

اس امر کو جانتے سب ہیں لیکن جس شخص پر یہ حالت طاری ہوتی ہے وہ درحقیقت تمام عالم سے بے نیاز ہو جاتا ہے بلکہ رفتہ رفتہ اس کی قوت ارادی سلب ہوتی جاتی ہے اور وہ بالکل اپنے آپ کو رضائے الٰہی پر چھوڑ دیتا ہے ایک صوفی سے کسی نے پوچھا کہ کیسی گذرتی ہے، بولے کہ آسمان میری مرضی پر حرکت کرتا ہے ستارے میرے ہی کہنے کے موافق چلتے ہیں زمین میرے ہی حکم سے دانے اگاتی ہے بادل میرے ہی اشاروں پر برستے ہیں۔ سائل نے تعجب سے پوچھا کہ یہ کیونکر؟ فرمایا کہ میری کوئی خواہش نہیں ہے بلکہ جو کچھ وقوع میں آتا ہے وہی میری خواہش ہے اس لئے جو کچھ ہوتا ہے میری ہی خواہش کے موافق ہوتا ہے۔

اس بنا پر فنا کی حقیقت یہ ہے کہ سالک اپنی ہستی کو بالکل مٹا دے اور ذات الٰہی میں فنا ہو جائے یہی مقام ہے جس میں منصور نے انا الحق اور حضرت بایزید بسطامیؒ نے سبحانی ما اعظم شانی کہا تھا اور اس حالت میں ایسا کہنا محل الزام نہیں۔ محمود شبستری نے اس نکتے کو ایک نہایت عمدہ تشبیہ سے سمجھایا ہے وہ کہتے ہیں:

روا باشد انا الحق از درختے — چرا نبود روا از نیک بختے

یہ ظاہر ہے کہ حضرت موسیٰؑ نے درخت پر جو روشنی دیکھی تھی وہ خدا نہ تھی لیکن اس سے آواز آئی کہ انا ربک یعنی میں تیرا خدا ہوں، جب ایک درخت کو خدائی کا دعویٰ اس بنا پر جائز ہے کہ وہ خدا کے پرتو سے منور ہو گیا تھا تو انسان جو قدرت الٰہی کا سب سے بڑا مظہر ہے ایک خاص مقام پر پہنچ کر کیوں یہ دعویٰ نہیں کر سکتا۔"

یہ طویل اقتباس ہم نے محض یہ ثابت کرنے کے لئے پیش کیا ہے کہ خود مولانا شبلی نعمانی بھی واضح اور قوی دلائل کے ساتھ وہی بات کہہ چکے ہیں جو شہزادہ دارا شکوہ کے عقائد کی بنیاد رہی ہے۔ الفاظ کی تبدیلی یا بیان کے اختلاف سے حقائق نہیں بدلا کرتے۔

عباراتنا شتی وحسنک واحد

وکل الی ذاک الجمال یشیر

ہمارے بیان کے پیرائے مختلف ہیں لیکن تیرے حسن ہیں وحدت ہے یعنی تو ایک ہے اور ہر ایک مفہوم یا ہر ایک پیرایہ تیرے جمال کی جانب اشارہ کرتا ہے۔

شہزادہ دارا شکوہ کا مسلک، وحدت الوجود کا عقیدہ تھا اور وہ آخر تک اسی پر جما رہا۔ اس کی جملہ تصنیفات میں اسی عقیدہ کی روح کارفرما ہے۔ تصوف کے مزاج سے جو لوگ ناآشنا ہیں وہ علم و فضل کے اعتبار سے خواہ کتنے ہی بلند کیوں نہ ہوں، شہزادہ دارا شکوہ کے مسلک و موقف کی ہرگز تائید نہیں کر سکتے اور ایسا کرنے میں وہ حق بجانب ہوں گے اس لئے کہ

از منطق و حکمت نکشاید در محبوب
اینہا ہمہ آرائش افسانۂ عشق است

تصوّف کی حقیقت

سفینۃ الاولیاء کا اردو ترجمہ ہدیۂ ناظرین کرنے سے قبل ہم یہ ضروری سمجھتے ہیں کہ تصوّف کی حقیقت پر بھی کچھ روشنی ڈالیں۔ ہم نے "داتا گنج بخش" اور "تذکرہ اولیائے لاہور" (یہ آخری کتاب زیر طبع ہے) میں اس موضوع پر کسی قدر تفصیل کے ساتھ خامہ فرسائی کی ہے۔ ذیل میں ہم اپنی گزشتہ تحریر کا خلاصہ نہیں بلکہ وہ خیالات پیش کرتے ہیں جن کا اظہار اس دور کے فاضل اجل مولانا ابوالکلام آزاد نے کیا ہے۔ اتفاق کی بات کہ نگار کے شمارہ اپریل ۱۹۶۰ء میں "تصوف ــــ مولانا آزاد کی نظر میں" کے عنوان سے رفیع اللہ عنایتی (رامپور) کا ایک مضمون پڑھنے میں آیا۔ اس مضمون میں مولانا آزاد کے خیالات کو بڑی خوبصورتی کے ساتھ ایک لڑی میں پرو دیا گیا ہے ــــ خلاصۂ کلام یہ ہے بزبان آزاد۔

ــــ صوفی کون ہیں؟ یہ اولیاء اللہ ہیں۔ یہ اللہ کے متقی اور مومن بندے ہیں اور قرآن کی اصطلاح میں یہی حزب اللہ، اصحاب الجنۃ اور اصحاب المیمنۃ کہلاتے ہیں۔ یہ صالح انسانوں کا گروہ ہے جو خدا کی راہ میں موت کی آرزو کرتا ہے وہ کلمۂ حق کی خاطر جان دیتے، خون بہاتے اور طرح طرح کی جسمانی مشقتوں سے گریز نہیں کرتے ہیں صوفیہ اپنی تمام قوتوں کو اللہ کی پکار بلند کرنے اور انسانوں کو اس کی طرف بلانے میں صرف کرتے ہیں وہ خدا کے پاک اور مقدس اوامر کے صحیح اور سچے ترجمان ہوتے ہیں اس طرح ان کی دعوت دنیا کی اصلاح و فلاح و قیام انسانیت کاملہ کا سرچشمہ بن جاتی ہے۔

ــــ ہر مومن صادق جس نے شیطانی قوتوں سے اپنے تئیں الگ کر لیا ہے اور اللہ اور اس کے رسول کے

احکام کی اطاعت کرتا ہے وہ اللہ کے اولیأ اور دوستوں میں شامل ہو جاتا ہے۔

— وہ شب کیا شب تھی! دنیا عصیان و حق ناشناسی کی تاریکی میں مبتلا تھی۔ دیو باطل کا تمام عالم پر تسلط تھا توحید کا چہرہ نورانی کفر و شرک کی ظلمت میں محجوب تھا نیکیاں بدیوں سے شکست کھا چکی تھیں۔ دنیا کی تمام متمدن اور زبردست قومیں قوت الٰہی سے بغاوت کا اعلان کر چکی تھیں۔ ایک نحیف و ضعیف قوم بحر احمر کے کنارے کے ریگستانوں میں غفلت و جہالت کے بستروں پر پڑی سو رہی تھی لیکن اس ظلمت کدۂ عالم میں صرف ایک گوشہ تھا وہ گوشہ غار حرا کا گوشہ تھا۔ ؎

یک چراغیست دریں خانہ کہ از پرتو آں ؎
ہر کجا می نگری انجمنے ساختہ اند ؎

مقدمۂ مصنف

تمام تعریفیں سزاوار ہیں اللہ کے لئے جو رب العالمین ہے، درود و سلام سید المرسلین حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ پر اور سلام و رحمت آپ کی آل، اجملہ طیب وطاہر صحابہ پر۔

متقدمین و متأخرین نے عربی و فارسی میں سرور کونین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم، صحابۂ کرام، ائمہ دوازدہ اور اولیائے کاملین کے جو حالات و کمالات، فضائل و مناقب اور مدارج و مقامات سپرد تحریر کئے ہیں، کسی کی نظر سے پوشیدہ نہیں ہیں چونکہ بعض امور اور حالات و واقعات کے چند خصوصی پہلو انتہائی کدو کاوش کے بغیر روشنی میں نہیں آسکتے اس لئے اس فقیر محمد دارا شکوہ حنفی قادری کے ذہن میں یہ بات آئی کہ مشائخ کے حالات بتقید سنین ولادت در حلت کیوں نہ ضبطِ تحریر میں لائے جائیں۔ نیز ان مشائخ کے مزاراتِ عالیہ کا ذکر بھی اسی ضمن میں آجائے۔

میں نے معتبر کتب اسناد سے بڑی چھان پھٹک کے بعد وہ حالات و واقعات یکجا کئے جو سید الکونین اور ان خلفائے راشدین سے تعلق رکھتے ہیں جن کی حیثیت ارکان اسلام کی ہے اور جن سے مہر و محبت اور بغض و عداوت عدا سے دوستی و دشمنی کے مترادف ہے۔ ائمہ دوازدہ کے حالات بھی جمع کئے جو علوم سید المرسلین کے صحیح معنی میں وارث ہیں۔ ائمہ اربعہ جنہیں قدرت نے ہزارہا نفوس کی پیشوائی کے منصب پر فائز کیا ہے اور وہ حضرات اولیائے کرام جن کے حق میں علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل کی حدیث وارد ہے ظاہری و باطنی علوم میں سرچشمۂ فیضان رسالت ہیں میں نے ان کے حالات بھی ترتیب دیے ہیں جن اولیاء و مشائخ کے سلسلے دریافت نہیں ہوسکے ہیں نے ان کا حال جداگانہ فصل میں دے دیا ہے اس سے میرا مقصد یہ ہے کہ بات آسانی سے سمجھ میں آسکے۔ بات یہ ہے کہ اس عاجز فقیر کو صوفیہ کے مقدس گروہ سے ایک خاص ارادت ہے۔ ان کا ذکر خیر اس کا دن رات کا مشغلہ ہے دوسرے تمام اشغال اس کے مقابلے میں ہیچ معلوم ہوتے ہیں۔ فقرا کا یہ نیاز کیش خادم اپنے آپ کو اولیائے کرام کے پرستاروں اور ارادت مندوں کی فہرست میں شامل سمجھتا ہے یہی وجہ ہے کہ وہ اس کتاب میں ان کے حالات و واقعات کا اندراج خیر و برکت اور اپنی سعادت مندی کا وسیلہ سمجھتا ہے۔ وہ شخص جسے محبوب کا وصال نصیب نہیں ہوتا وہ ذکر محبوب ہی سے اپنے دل کو ٹھنڈک پہنچاتا ہے۔

ایک حدیث میں وارد ہے کہ جو شخص کسی دوسرے کو خیر کی دعوت دیتا ہے وہ خود بھی اس دعوت کے ثواب سے محروم نہیں

تھا۔ نیز آپ نے یہ بھی فرمایا ہے :-

"جو شخص کسی قوم سے مہر و محبت کا رشتہ جوڑے گا وہ بھی اسی قوم میں محسوب ہوگا"۔

خدا کا شکر اور اس کا احسان ہے کہ اس نے اس فقیر کو حالات قلمبند کرنے کی توفیق عطا فرمائی اور اس کتاب کا نام سفینۃ الاولیاءؒ رکھا۔

آغاز

اولیائے کرام منصب و مقام کے اعتبار سے انبیائے علیہم السلام کے بعد بلند ترین مقام رکھتے ہیں کیونکہ یہی وہ خوش قسمت ہیں جن کی شان میں یحبھم و یحبونہ آیا ہے، خدا سے انہیں عشق ہے اور ان سے خدا کو۔ گروہ اولیاء کا وجود کسی خاص زمانے سے مخصوص نہیں ہے یہ جماعت ہر دور میں رہی ہے اور اس کا وجود ہر دور میں برقرار رہے گا کیونکہ دنیا کی بقا کا دارومدار انہی کے وجود پر ہے۔ مخدوم شیخ علی ہجویریؒ نے اپنی تصنیف کشف المحجوب میں فرمایا ہے اللہ تعالیٰ کسی وقت بھی روئے زمین کو اتمام حجت سے بے نیاز نہیں کرتا۔ کبھی ایسا نہیں ہوتا کہ اس امت میں کسی ولی کا ظہور نہ ہو اس کی شہادت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث سے ملتی ہے کہ

"میری امت میں ہمیشہ ایک جماعت نیکی پر قائم رہے گی اور میری امت کے چالیس افراد ہمیشہ سنت ابراہیمی پر مضبوطی کے ساتھ کاربند رہیں گے"۔

لہٰذا خدا کے پیغمبروں کے بعد اگر کسی گروہ کو خدا کا قرب حاصل ہے تو وہ یہی گروہ ہے اس گروہ سے زیادہ معزز و محترم اور کوئی گروہ نہیں ہے۔ اس گروہ کی عالی ظرفی کا مقابلہ کوئی نہیں کر سکتا۔ بے نیازی اور مجد و کمال میں بھی کوئی ان کا ثانی نہیں۔ حلم و شجاعت اور جود و سخا اور مکارم اخلاق میں بھی ان کا جواب نہیں۔

شیخ ابو عبداللہ ساطیؒ سے کسی شخص نے پوچھا کہ اولیاء اللہ کی شناخت کیسے ہو سکتی ہے؟ ارشاد فرمایا، میٹھی زبان، خوش خلقی، کشادہ پیشانی، مسکراتا ہوا چہرہ، خواہ مخواہ کسی سے نہ الجھنا، عفو و درگزر کا شیوہ، لوگوں سے ہمدردی —— یہ اعلیٰ اوصاف جن میں پائے جائیں وہ اولیاء اللہ ہیں ان سے محبت گویا خدا سے محبت ہے، قرب خداوندی کا ذریعہ و وسیلہ انہی کی صحبت ہے ان کی جستجو کریں خدا ملتا ہے۔ ان سے تعلق کے معنیٰ یہ کہ ہم نے خدا سے رشتہ جوڑ لیا۔

شیخ الاسلام حضرت خواجہ عبداللہ انصاریؒ فرمایا کرتے تھے خدایا! یہ عجیب بات ہے جس نے اولیاء کی تلاش میں کامیابی حاصل کی اس نے گویا تجھے تلاش کر لیا اور جب تک تیری پہچان نہ ہوگی اولیاء کی شناخت بھی سہل نہیں۔

شیخ ابوالخیر چشتیؒ کا ارشاد ہے کہ ایک با حوصلہ انسان کو چاہیئے کہ وہ کسی حوصلہ مند کی تلاش کرے اور جس نے حوصلہ مند کی تلاش کی گویا واصل بمولا ہو گیا۔

ان نیک نفس افراد نے ایصال الی المطلوب کے لئے جداگانہ طریقے اختیار کئے ہیں۔ ان میں سے ہر ایک کا طریق ہر ایک کا مسلک اور ہر ایک نصب العین ایک دوسرے سے مختلف ہے بعض بزرگانِ دین پردے میں رہتے ہیں اور بعض کے نام ڈھنڈورا پٹ جاتا ہے ان میں بعض وہ ہیں جن سے کرامات ظہور میں آتی ہیں اور ان کے نزدیک یہ ظہور ناگزیر ہے لیکن اولیاء اللہ کا منصب اور اس کی غرض وغایت کہیں بلند ہے۔

اولیاء اللہ میں بعض ایسے بھی ہیں جو کرامات کا ظہور اپنے حق میں چنداں مفید اور ضروری نہیں سمجھتے اور وہ اس لئے کہ انہیں نفس کے فریب میں مبتلا ہونے کا خطرہ رہتا ہے۔ حتی الوسع ان کی کوشش یہ رہتی ہے کہ کرامات کا ظہور نہ ہونے پائے۔

بعض اولیا منجانب اللہ مامور ہیں ان سے جو غیبی امور ظہور میں آتے ہیں ان کی تحریک غیب سے ہوتی ہے جب تک عالم بالا سے احکام صادر نہیں ہوتے وہ اپنی زبان پر تالے ڈالے رکھتے ہیں۔ ان کے خورد ونوش نشست وبرخاست وغیرہ سے متعلق جو افعال واعمال ہوتے ہیں وہ بھی حکم خداوندی کے بغیر معطّل رہتے ہیں جب تک غیب سے کوئی اشارہ یا اصرار نہیں پاتے وہ کھانے پینے، پہننے اوڑھنے اور بولنے چالنے کی جرأت بھی نہیں کرتے۔

بعض کی نظر ماسوا کے ترک اور اس سے بے تعلقی پر ہے وہ کسی چیز کو درخورِ اعتنا نہیں سمجھتے اور نہ کسی شئے سے لذت اندوز ہوتے ہیں گویا ان کی روش اس شعر کی مصداق ہے ؎

شرطِ اوّل در طریقِ عاشقی دانی کہ چیست
ترک کردن ہر دو عالم را و پشت پا زدن ؎

(ترجمہ) عاشقی کے طریقے میں تو جانتا ہے کہ پہلی شرط کیا ہے۔ ہر دو عالم سے دستبردار ہونا اور اسے پیروں سے ٹھکرانا۔

اولیائے کرام کے اس گروہ کا عمل درآمد اس آیۂ شریفہ پر ہے قل اللّٰہ ثم ذرھم فی خوضھم یلعبون وہ اس بات کے قائل ہیں کہ جب تک کمال سے پہلو تہی نہ ہوگی، دل کو سکون میسّر نہیں آسکتا۔

اولیاء اللہ میں بعض ایسے بھی ہیں جو بنظر بظاہر دنیا وی معاملات میں الجھے ہوئے رہتے ہیں لیکن بہ باطن انہیں دنیا سے کوئی علاقہ نہیں ہوتا گویا خلوت در انجمن ان کا شعار ہوتا ہے اور ان پر یہ مضمون صادق آتا ہے ؎

چیست دنیا از خدا غافل بُدن ؎
نے لباس و نقرہ و فرزند و زن ؎

اولیاء اللہ کا یہ گروہ اس آیۂ شریفہ کو اپنا لائحہ عمل بنائے ہوئے ہے ۔ رجالٌ لا تلھیھم تجارۃ ولا بیع عن ذکر اللّٰہ واقام الصلوٰۃ .... لہٰذا ان مشائخ کے ظاہر حال پر نکتہ چینی اور ان کے باطنی کمالات اور رازہائے سربستہ کو موضوع بحث نہیں

بنانا چاہیئے۔

شیخ الاسلام کا ارشاد ہے کہ سائل جو سوال کرتا ہے اس کا دارومدار جہالت اور عدم نسبت پر ہے جس کسی کو اس راستہ کا علم اور تھوڑی سی بھی نسبت ہوگی وہ نہ سوال کرے گا اور نہ اسے اعتراض سے کوئی سروکار ہوگا۔

صرف ظاہر کی بنا پر کسی کام کے نحس ہونے کا فتویٰ نہ دو اور نہ اس سے انکار پر اصرار کرو۔ کیونکہ جو شخص انکار کی روش اختیار کرتا ہے وہ اس کام سے محروم رہتا ہے ایک گروہ اس کام میں ہمہ تن مصروف ہے اور دوسرا گروہ اس سے روگردانی کرتا ہے جو گروہ اس سے روگردانی پر تلا ہوا ہے وہ مردود ہے اور جو اس کام سے انہماک رکھتا ہے وہ نور معرفت کے سمندر میں غوطہ زن ہے حضرت ممشاد دینوریؒ نے ارشاد فرمایا ہے کہ جو شخص ان خدا کے پیاروں کی محبت سے منہ موڑے گا اس کی ہلکی سے ہلکی سزا یہ ہے کہ خدا اپنے دوستوں کی فہرست سے اس کا نام کاٹ دے گا کیونکہ اللہ تعالے نے فرمایا ہے :-

اولیائی تحت قبائی لایعرفھم غیری۔ میرے دوست میرے دامن میں چھپے ہوئے ہیں میرے علاوہ انہیں کوئی نہیں پہچانتا ـــــــ ہاں البتہ وہ پہچان جاتے ہیں جن کو میں اس کی توفیق بخشوں اس لئے مناسب ہے کہ کسی کو نفرت وحقارت کی نظر سے نہیں دیکھنا چاہیئے کیونکہ اولیاء اللہ دوسروں کی نگاہوں سے اوجھل رہتے ہیں جب تک چشم دل روشن نہ ہو اور نظر حقیقت نگر میسر نہ آئے مخلوق کے معاملات میں دخیل ہونا خود اپنے اوپر ظلم و ستم روا رکھنا ہے۔ صوفیہ کی ایک جماعت وہ ہے جو فرقہ ملامتیہ کے نام سے جانی پہچانی جاتی ہے ان کی پہچان آسان نہیں ہے۔ ان کا ہر عمل بظاہر خلاف شریعت معلوم ہوتا ہے اس جماعت کے سرخیل سلطان العارفین حضرت شیخ بایزید بسطامیؒ ہوئے ہیں۔ ایک دفعہ آپ طویل مسافت قطع کرنے کے بعد بسطام آئے اس جگہ کے معززین اور عمائد آپ کے خیر مقدم کے لیئے حاضر ہوئے اور بکمال عقیدت آپ کی صحبت میں ان کے شب و روز بسر ہونے لگے اس شہر کے تمام باشندوں کو آپ سے بے پناہ عقیدت ہوگئی سلطان العارفین نے عوام و خواص کا یہ ہجوم دیکھا تو آپ نے یہ خطرہ محسوس کیا کہ ان کی عقیدت کہیں کسی فتنے میں مبتلا نہ کردے۔ چنانچہ آپ نے لوگوں کو بدگمان کرنے کے لیئے ایک ترکیب سوچی اور وہ یہ کہ رمضان المبارک کے مہینے میں بازار سے روٹی خریدی اور سب کے سامنے کھانی شروع کردی لوگوں نے جب یہ نقشہ دیکھا تو ساری عقیدت کرکری ہو کر رہ گئی اور صورت یہ پیش آئی کہ جب تک سلطان العارفین بسطام میں رہے لوگ ان سے بدعقیدہ رہے۔ ایسے عظیم المرتبت مشائخ کی تعداد زیادہ نہیں ہے۔ رمضان المبارک میں آپ کا روٹی کھانا اگرچہ بظاہر شریعت کے منافی تھا لیکن اس کے لئے شرعی جواز بھی تھا اور وہ اس لیئے کہ آپ حالت سفر میں تھے اور مسافر کو افطار صوم کی کھلی اجازت ہے۔ آپ نے مخلوق خدا کی نظر میں معزز و محترم بننے سے احتراز کیا کیونکہ جس کسی کو خداوند تعالے سے محبت اور اس کی معرفت کی سعادت حاصل ہو وہ ماسوا کی جانب آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھتا۔

طریقہ ملامتیہ

ایک قسم کی ملامت ایسی بھی ہے جو حقیقی شریعت کی نقیض نہیں ہوتی۔ گروہ ملامتیہ کے درویش اسے اپنا اوڑھنا بچھونا بنا لیتے ہیں تاکہ فتنۂ شہرت اور قبول عام کے خطرہ سے بچ کر اپنے رب سے لو لگائے رہیں۔ اس گروہ کے اعمال و افعال پر زبان تنقید دراز نہیں کرنی چاہیئے کیونکہ ان اعمال کی تہ میں جو حقیقت کارفرما ہوتی ہے اور اس کے پردے میں جو اسرار مخفی ہوتے ہیں ان پر مطلع ہونا ہر شخص کے بس کی بات نہیں ہے۔

حضرات ذوالنون مصریؒ اور ابو تراب نخشبیؒ کا ارشاد ہے کہ جس بندہ سے اللہ تعالےٰ ناخوش ہو جاتا ہے اس کی زبان طعن و تشنیع اولیاء اللہ پر دراز ہوتی ہے۔

حضرت ابراہیم قصارؒ کا قول ہے کہ دنیا میں سب سے زیادہ پسندیدہ دو چیزیں ہیں ایک تو فقرا کی ہم نشینی اور دوسرے اولیاء اللہ سے عقیدت اور ان کی خدمت گزاری۔ ابوالعباس عطاؒ نے فرمایا ہے کہ اگر تو ان کے منصب و مقام تک رسائی حاصل نہیں کر سکتا تو کم سے کم ان کے چاہنے والوں سے رابطۂ محبت تو پیدا کر وہ تیرے حق میں سفارش کریں گے۔

محمد بن سماکؒ نے اپنی وفات سے پیشتر یہ دعا کی:- بارالہٰا تو اچھی طرح جانتا ہے کہ میں نے تیری نافرمانی کے ساتھ ساتھ تیرے فرمانبرداروں اور اطاعت گزاروں سے محبت کی ہے آج تو مجھ کو ان کی دوستی کے صدقے میں میری خطاؤں سے درگزر کر اس نیک نہاد گروہ کی صحبت اور ان کی پابوسی کو موجب سعادت و برکت سمجھنا چاہیئے اور یہ لوگ جہاں کہیں بھی ہوں ان کی صحبت سے بہرہ یاب ہونا چاہیئے۔

شیخ الاسلام نے ارشاد فرمایا ہے کہ بزرگان دین اور مشائخ کی صحبت اور ان کی ہم نشینی کو نعمت اور غنیمت سمجھنا چاہیئے کیونکہ ان مشائخ باکمال کا دیدار نصیب نہ ہو تو پھر اس نقصان کی تلافی آسانی سے نہ ہو سکے گی۔ یاس و حرماں کے عالم میں زندگی گزرے گی۔ اشتیاق دید کے لئے وقت کی قید نہیں لیکن یہ حقیقت ہے کہ ہر وقت دیدار کی سعادت نصیب نہیں ہو سکتی اس لئے ان اولیاء کی زیارت اور ملاقات کو بسا غنیمت سمجھنا چاہیئے کیونکہ پھر یہ خلا کسی صورت بھی پُر نہیں ہو سکتا۔

ابو عبداللہ سجزیؒ نے فرمایا ہے کہ سب سے زیادہ سودمند صلحا کی معیت اور ان کی صحبت ہے۔ افعال و اقوال کی پیروی اور اولیاء اللہ کے مزارات پر حاضری بھی کچھ کم سودمند نہیں ہے۔

خواجہ معین الدین چشتیؒ فرماتے ہیں کہ نیک لوگوں کی صحبت میں نشست و برخاست نیک اعمال سرانجام دینے سے زیادہ بہتر ہے اسی طرح بُروں کی صحبت میں اٹھنا بیٹھنا گناہ کرنے سے زیادہ مضرت رساں ہے۔

سلطان ابراہیم ادہم بلخیؒ نے فرمایا ہے کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک فرشتہ ہاتھ میں دفتر رجسٹر لئے ہوئے ہے اور اس

میں کچھ تحریر کر رہا ہے میں نے پوچھا تو فرشتے نے جواب دیا کہ خدا کے دوستوں کے نام ضبط تحریر میں لا رہا ہوں میں نے پوچھا کہ آیا میرا نام بھی اس دفتر میں ہے یا نہیں، اس نے نفی میں جواب دیا، میں نے کہا۔ یہ درست ہے کہ میں خدا کے دوستوں میں سے نہیں ہوں لیکن میرا نام انکے دوستوں کے دوستوں میں ہے میں ان سے محبت رکھتا ہوں، میں فرشتے سے یہ کہہ ہی رہا تھا کہ فرشتے کو حکم ملا کہ دفتر میں از سرِ نو خانہ پری کرو اور سرِ فہرست ابراہیم بن ادہم کا نام تحریر کرو کیونکہ یہ ہمارے دوستوں کا دوست ہے۔

سید الطائفہ حضرت جنید بغدادیؒ نے ارشاد فرمایا ہے کہ اگر کوئی ایسا شخص تمہیں ملے جو خود بھی صاحبِ ایمان ہے اور اسے اولیاء اللہ سے حسنِ عقیدت بھی ہے اور وہ ان کے احکام پر عمل پیرا ہوتا ہے تو اس سے دعا کی استدعا کیا کرو تاکہ وہ تمہارے حق میں دستِ دعا دراز کرے۔

حضرت جنید بغدادیؒ اپنے مریدِ خاص شیخ شبلیؒ سے فرمایا کرتے تھے کہ اگر کوئی ایک شخص بھی تم کو اس قسم کا ملے جو تمہاری باتوں میں سے کسی ایک بات سے متفق ہو تو اس کا دامن نہ چھوڑنا اور اس کی دستگیری تم پر واجب ہے۔

حسین بن منصور حلاجؒ فرمایا کرتے تھے کہ جو شخص اولیاء اللہ کے ارشادات پر لبیک کہے اور ان کی تصدیق بھی کرے نیز ان سے فیض یاب ہو تو اس سے میرا سلام کہو۔

شیخ شروانیؒ کا ارشاد ہے کہ اگر نقل و حرکت کی توانائی ہے تو خرام ان کے لئے رختِ سفر باندھو اور اس سے ملو جو ہم سے تعلقِ خاطر رکھتا ہے۔ آپ ہمیشہ اپنے مریدین کو یہ تلقین فرمایا کرتے تھے کہ ایسے شخص کے ساتھ حسنِ سلوک سے پیش آؤ جو اولیاء اللہ کی دوستی کا دم بھرتا ہے ان کی صحبت میں بیٹھو تو ارادت و عقیدت سے بیٹھو امتحان، سوالات یا طلبِ کرامات کی نیت نہیں ہونی چاہیئے۔

سہل بن عبداللہ تستریؒ نے ارشاد فرمایا ہے کہ اولیاء اللہ کی صحبت سے روگردانی، حرماں نصیبی ہے۔ وہ شخص جو ان کی باتوں پر کان نہ دھرے بلکہ دل سے منکر ہو بد نصیب ہے۔

ابو عبداللہ مغربیؒ کا ارشاد ہے کہ درویش لوگوں کے لئے اللہ کی رحمت ہیں ان کے دم قدم سے مصائب کی گھٹائیں چھٹ جاتی ہیں۔

حضرت غوث الثقلین محبوب سبحانیؒ نے فرمایا کہ یہ اولیاء اللہ دنیا اور عقبیٰ کے تاجدار ہیں۔

شیخ ابوالحسن غزنویؒ نے فرمایا کہ اولیاء اللہ کے قبضے میں دنیا کی باگ ڈور ہے، بارانِ رحمت کا نزول ان کے طفیل ہوتا ہے، گویا یہ ان کے قدموں کی برکت ہے۔ زمین سے اگر پودے اُگتے ہیں تو یہ ان کے قلب کی پاکیزگی اور حسنِ اخلاص کا صدقہ ہے۔

مشائخ اور اولیاء اللہ کی تصانیف سے یہ بات پایۂ تحقیق کو پہنچ چکی ہے کہ ایسے اولیاء اللہ کی تعداد چار ہزار ہے جنہیں مکتومین کہا جاتا ہے۔ یہ اولیاء آپس میں ایک دوسرے کو نہیں پہچانتے۔ انہیں یہ بھی خبر نہیں کہ ہم کس مقام اور کس منصب پر فائز ہیں۔

ہیں جو بارگاہ ایزدی میں قرب کا درجہ رکھتے ہیں اور انہیں ہمہ وقت حاضر باشی کا شرف حاصل ہے ان کو اخیار کہا جاتا ہے۔ چالیس اولیاءاللہ وہ ہیں جنہیں جیون کہتے ہیں (یعنی قیوم) اور چالیس اور ہیں جو ابدال مشہور ہیں سات اولیاء ہیں جو ابرار کہلاتے ہیں اور چار دوسرے اولیا ہیں جو اوتاد کے لقب سے جانے پہچانے جاتے ہیں تین اولیاء وہ ہیں جو نقبا کے خطاب سے یاد کیے جاتے ہیں ان کے علاوہ دو اور ولی ہیں جو امام کہلاتے ہیں یہ دونوں امام ایک قطب کے یمین و یسار رہتے ہیں اس گروہ اولیا میں سے ایک کو قطب اور دوسرے کو غوث کہتے ہیں یہ دونوں ایک دوسرے سے بخوبی متعارف ہیں اور ایک دوسرے سے بے نیاز نہیں ہیں۔

اولیاءاللہ کی ایک اور جماعت ہے جسے مفردان کے نام و خطاب سے تعبیر کیا جاتا ہے یہ ایک دوسرے سے بے نیاز بھی ہیں اور اپنے مقام کے اعتبار سے ممتاز بھی۔ تعداد میں یہ اولیاء طاق ہوتے ہیں ان کا مقام نبوت و صدیقیت کے بین بین ہے۔

یہ فقیر حقیر بھی یہ توقع رکھتا ہے کہ اللہ تعالےٰ ان اولیاءاللہ کی برکت اور ان کے فیضان سے اُسے دنیا و آخرت میں نیک عمل کی توفیق عطا فرمائے اور آخرت میں انہی کے صدقے سے اس کی بخشش ہو۔ کیا اچھا ہو کہ وہ اسے بھی اپنے دوستوں کے خدام کی فہرست میں شامل کرے اور انہی کے ساتھ اس کا حشر ہو ان کی عنایت سے اس کا دامن دولت ایمان سے پُر ہے۔

از عمل خویشتن ندارم امید ؎
بر کرم تست مرا اعتماد ؎

(ترجمہ) اپنے عمل سے مجھے فلاح کی امید نہیں ہے تیرے کرم پر میرا بھروسہ ہے۔

ذکرِ سرورِ کونین علیہ التحیۃ والتسلیم

خدا کے بعد جس مقدس ہستی کو فضیلت و شرافت کا بلند ترین مقام حاصل ہے وہ رسالت مآب حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوائے اور کوئی نہیں۔ آپ کا حسبی و نسبی تعلق خاندانِ قریش کے ان معزز و محترم افراد سے ہے جو ہر اعتبار سے امتیازی خصوصیات کے حامل رہے ہیں۔ آپ کا پدری نسب نامہ یہ ہے :- محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان الخ علم الانساب کے ماہرین اور مورخین نے بالاتفاق اس سلسلۂ نسب کی تصدیق کی ہے باقی وہ نسبی سلسلے جو عدنان سے سیدنا حضرت اسمٰعیلؑ تک اور سیدنا حضرت اسمٰعیلؑ سے حضرت آدمؑ تک منتہی ہوتے ہیں موضوعِ اختلاف رہے ہیں تاہم جتنے بھی سوانح نگار ہیں وہ یہ ضرور تسلیم کرتے ہیں کہ سیدنا حضرت اسمٰعیلؑ، سیدنا حضرت ابراہیمؑ، سیدنا حضرت نوحؑ اور سیدنا حضرت شیثؑ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سلسلۂ نسب کی ابتدائی کڑیاں ہیں۔

مادری سلسلۂ نسب یہ ہے :- آمنہ بنت وہب بن عبد مناف بن زہرہ بن کلاب۔ کلاب پر پہنچ کر مادری و پدری سلسلے مل جاتے ہیں۔ رسولِ کریمؐ کے مبارک اسماء کی فہرست خاص طویل ہے ان میں ۹۹ اسما ایسے ہیں جو زبان زد چلے آتے ہیں۔ تورات میں احمد، ضحوک اور قتال کے ناموں سے آپؐ کا ذکر آتا ہے۔ انجیل میں دو روائتیں ہیں ایک کی رو سے آپؐ کا نام حامد اور دوسری کے مطابق فارقلیطا (فارقلیط) ہے۔ آسمان کے قدسیوں میں آپؐ احمد و محمود کے ناموں سے مشہور ہیں۔

اربابِ سیر کا اس چیز پر اتفاق ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہورِ ولادت طلوعِ آفتاب سے قبل صبح صادق کے وقت ہوا۔ دو شنبہ (پیر) کا دن تھا۔ سال اور ماہ و تاریخ کے سلسلے میں جو روایات پائی جاتی ہیں ان میں اختلاف ہے۔ اکثر مورخین کا اس پر اتفاق ہے کہ حضور واقعہ اصحابِ فیل سے پچپن یا چالیس یوم بعد دنیا میں تشریف لائے ایک روایت یہ بھی ہے کہ آپ کی ولادت اور واقعہ فیل دونوں ایک ہی تاریخ میں وقوع پذیر ہوئے۔ بعض اربابِ تاریخ یہ بھی لکھتے ہیں کہ آپ کی ولادت اور واقعہ فیل میں تیس سال کا فرق ہے بعض اس مدت میں دس سال کا اور اضافہ کرتے ہیں۔ پہلی روایت صحیح نظر آتی ہے۔

علمائے امت کی متفقہ رائے یہ ہے کہ جس ماہ میں ولادت باسعادت واقع ہوئی وہ ربیع الاول تھا۔ مورخین کا ایک طبقہ یہ بھی کہتا ہے کہ ولادت کا مہینہ رمضان المبارک ہے لیکن مشہور یہی ہے کہ یہ مہینہ ربیع الاول تھا اور اس کی بارھویں تاریخ کو آفتابِ رسالت نے طلوع کیا۔ بعض کا خیال یہ ہے کہ آپؐ دوسری ربیع الاول کو پیدا ہوئے بعض نے ۸ ربیع الاول کی نشاندہی بھی کی ہے بعض کہتے ہیں

کہ یوم ولادت یکم ربیع الاوّل ہے اس تاریخ کو دو شنبہ تھا مورخین نے یہ بھی تحریر کیا ہے کہ نوشیروان عادل کی تخت نشینی سے ۴۲ سال بعد آپؐ کا نزول اجلال ہوا۔

جامع الاصول اور ازیں قبل دیگر کتب میں یہ مذکور ہے کہ آنحضرتؐ کی ولادت سکندر رومی کے انتقال سے آٹھ سو بہتر سال بعد ہوئی۔ حضرت ابن عباسؓ کی ایک روایت سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کی بعثت نبوت اور آنحضرتؐ کے ظہور ولادت کی درمیانی مدت چھ سو سال کے لگ بھگ ہے۔

نزول وحی کا آغاز

محدثین اور ارباب سیر کی تحقیق یہ ہے کہ نزول وحی کا آغاز ظہور ولادت سے ۴۱ سال بعد بروز دو شنبہ ۳ یا ۸ ربیع الاوّل کو ہوا، اکثر و بیشتر مورخین اور سوانح نگار یہ بھی کہتے ہیں کہ پہلے پہل رمضان المبارک میں وحی نازل ہوئی تھی۔

خوارق عادات یا معجزات

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے لاتعداد معجزات ظہور میں آئے مثلاً نزول قرآن، شق القمر، بنی یمامہ کے نومولود کا کلام، ہرن کی گفتگو، نبوت پر سوسمار کی شہادت، سنگریزوں کا کلمہ پڑھنا، کھجور کے درخت اور اس کی شاخوں کی خدمت اقدس میں حاضری، حضورؐ کی جستجو میں پتھر کا سطح آب پر بہہ نکلنا، اس چادر کا آگ سے نہ جلنا جس سے حضورؐ کا دست مبارک چھو گیا تھا، آنحضرتؐ کی انگشتہائے مبارکہ سے چشمۂ آب کی روانی، کھجور کا درخت، اونٹ کے کوہان سے اُگ آنا اور اس کا پھلوں سے لدنا، زہر آلود زبان سے بکری کے بچے کا گویا ہونا، وغیرہ وغیرہ .... بعض روایات کے مطابق معجزات کی تعداد ایک ہزار تک پہنچتی ہے۔ ایک دوسرے گروہ کی روایات میں تعداد کا تعین تین ہزار تک کیا گیا ہے۔ مختصر یہ ہے کہ جتنی تعداد میں حضور علیہ الصلوٰۃ والتسلیم سے معجزات ظہور میں آئے کسی دوسرے نبی کے یہاں ان کے چوتھائی حصہ کا ثبوت بھی نہیں ملتا۔

معراج کی سعادت

کتب احادیث اور تاریخ و سیرت کی کتابوں میں واقعۂ معراج سے متعلق بھی اختلاف روایات ہے۔ علما کی اکثریت یہ کہتی ہے کہ ظہور نبوت سے ۱۲ سال بعد ربیع الاوّل میں یہ واقعہ پیش آیا لیکن بعض روایات میں یہ ہے کہ شوّال کے مہینے میں بعثت سے گیارہ سال بعد آپؐ کو سعادت معراج نصیب ہوئی۔ ایک روایت کے مطابق ۲۷ رجب میں اس کے وقوع پر زور دیا گیا ہے اور یہ روایت زیادہ شہرت پا گئی ہے بعض دوسری روایات میں ۲۰ ربیع الاوّل اور ۲۷ رمضان کی تاریخیں ظاہر کی گئی ہیں یعنی بعثت نبوت سے بارہ سال بعد۔ راویوں کی ایک جماعت نے یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ حضورؐ کی بعثت سے پانچ سال بعد دو شنبہ کی رات کو واقعۂ معراج پیش آیا تھا۔

واقعۂ ہجرت

سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر صدیق رضؓ کی معیت و رفاقت میں اپنی بعثت سے ۱۳ یا ۱۴ سال بعد ۲۷ صفر کی شب میں یا اواخر ربیع الاوّل میں مدینہ منورہ کو ہجرت کی تھی۔ ارباب سیر کی اکثریت کا خیال یہ ہے کہ آپؐ نے دوشنبہ کو مکہ سے کوچ کیا بعض نے روانگی کا دن جمعرات بتایا ہے۔ ان ہر دو روایات کی حقیقت یہ ہے کہ جمعرات کے دن آپؐ صدیق اکبرؓ کی اقامت گاہ سے رخصت ہوئے لیکن غار ثور سے آپؐ کی مدینہ منورہ کو روانگی دوشنبہ کو ہوئی، ہوسکتا ہے کہ اس کے برعکس صورت پیش آئی ہو، خدا ہی بہتر جانتا ہے۔ تذکرہ نگاروں نے اس بات سے اتفاق کیا ہے کہ مدینہ منورہ میں آپؐ کا نزول اجلال دوشنبہ کو ہوا، ربیع الاوّل کا مہینہ تھا، تاریخ کے بارے میں مختلف روایات ہیں بعض کہتے ہیں کہ ربیع الاوّل کی پہلی تاریخ تھی بعض نے دوسری اور بعض نے بارھویں اور تیرھویں تاریخیں بھی بیان کی ہیں۔

وصال

ارباب سیرت و تاریخ کی روایات کے بموجب آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے ۱۲ ربیع الاوّل کو واقعۂ ہجرت سے گیارہ سال بعد دوشنبہ کے دن چاشت کے وقت پردہ فرمایا۔ بعض کی روایت یہ ہے کہ تاریخ وصال ۲ ربیع الاوّل بروز چہارشنبہ رہ رہی ہے آدھی رات کو یہ سانحہ پیش آیا یا صبح صادق کے وقت۔

بعض کی روایت ہے کہ آپؐ کا وصال حجرۂ عائشہ صدیقہ رضؓ (جسے آج گنبد خضرا کہا جاتا ہے) میں منگل کے دن ہوا اور یہیں آپؐ کی تدفین عمل میں آئی۔

آپؐ کی عمر کے بارے میں بھی اختلاف ہے۔ بعض کے نزدیک ۶۳ سال کی عمر پائی اور بعض کے نزدیک ۶۵ سال کی ایک روایت سے ۶۰ سال اور ایک دوسری روایت سے ساڑھے باسٹھ سال کی عمر ثابت ہوتی ہے۔

تذکرہ نویس علماء نے ان مختلف اور متناقض روایات کی توجیہ و تطبیق کرتے ہوئے یہ تحریر کیا ہے کہ پہلی روایت میں ولادت و وصال کے سنین میں اختلاف نہیں پایا جاتا جب کہ دوسری روایت کی بنیاد ولادت اور وصال کے سال پر ہے۔ ۶۰ سال کی عمر سے متعلق جو روایت پائی جاتی ہے اس میں ڈھائی تین سال نظر انداز کر دیئے گئے ہیں مزید برآں چوتھی روایت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد پر مبنی ہے کہ متقدم اور متاخر انبیاء کی عمر دو اور ایک کی نسبت سے ہو گی چونکہ آپ سے ماقبل پیغمبر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی عمر ۱۲۵ سال ہوئی ہے اس لئے اس قرینے سے آپؐ کی عمر اس روایت کے مطابق ساڑھے باسٹھ سال قرار دی گئی ہے۔ یہ حدیث ضعیف بتائی جاتی ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

خلیفۃ المسلمین سیدنا ابوبکر الصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ابوبکر کنیت ہے اور صدیق اکبرؓ و عتیق القاب۔ اسم شریف عبداللہ ہے۔ آپ کا نسبی سلسلہ یہ ہے:۔
عبداللہ بن ابی قحافہ بن عثمان بن عامر بن عمرو بن کعب بن سعد بن تیم بن مرہ الخ
صدیق اکبرؓ کی والدہ ماجدہ ام الخیر سلمیٰ تھیں جن کا نسب نامہ یہ ہے:۔ ام الخیر بنت صخر بن عامر بن عمرو بن کعب بنے والد و والدہ ماجدہ دونوں تائے چچا کی اولاد تھے اس نسبت سے دونوں کا شجرۂ نسب مرہ تک ساتویں پشت میں نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے ملحق ہو جاتا ہے۔ مرہ جہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اسلاف میں سے تھے وہاں صدیق اکبرؓ بھی اس مورث اعلیٰ سے نسبت رکھتے تھے۔

پیدائش

واقعۂ فیل سے دو سال چار ماہ بعد پیدا ہوئے اور بڑی عمر کے صحابہؓ میں یہ شرف آپ ہی کو حاصل ہے کہ آپ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی معجزہ طلب کئے بغیر اسلام قبول کیا تھا جس دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا آپ اتفاق آراء سے خلیفہ منتخب کئے گئے۔

خلافت

آپ نے دو سال اور تین ماہ تک خلافت کے فرائض انجام دیئے (اس قلیل مدت میں آپ نے جو کارہائے نمایاں سرانجام دیئے ان کے تصور سے عقل دنگ رہ جاتی ہے۔ فتنۂ ارتداد کا انسداد، مانعین زکوٰۃ کی سرکوبی، مدعیان نبوت کی بیخ کنی، جیش اسامہ کی روانگی کے سلسلہ میں پامردی کا ثبوت وغیرہ وغیرہ)

وصال

ہجرت کا تیرھواں سال تھا کہ بروز دوشنبہ شام کے وقت آپ اپنے رفیق اعلیٰ سے جا ملے ایک روایت میں یہ ہے کہ آپ کا انتقال سہ شنبہ (منگل) کی شب میں ہوا تھا۔ ایک دوسری روایت یہ بھی ہے کہ جمعہ کا دن تھا اور جمادی الآخر کی ۲۱ ویں یا ۲۳ ویں تاریخ۔
آپ نے ۶۳ سال کی عمر پائی ایک روایت کے مطابق ۶۵ سال کی عمر بھی بتائی جاتی ہے آپ کی انگشتری پر نعم القادر اللہ کے الفاظ کندہ تھے۔ آپ کی آرام گاہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مزار عالیہ کے پہلو میں ہے۔

پہنچی وہیں یہ خاک جہاں کا خمیر تھا

روایات میں آیا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے یہ وصیت کی تھی کہ تجہیز و تکفین کے بعد میرا جنازہ گنبد خضرا کے پاس لے جانا اور

آستانۂ اقدس پر پہنچ کر یوں عرض کرنا:

"السلام علیکم یا رسول اللہ! یہ (آپ کا رفیق) ابوبکر حاضر خدمت ہے"

اگر شرف باریابی حاصل ہو اور باب کرم وا ہو جائے تو گنبد خضرا کے اندر سپرد خاک کر دینا ورنہ بصورت دیگر جنت البقیع میں دفن کا اہتمام کرنا۔

روایت ہے کہ اس وصیت کے مطابق جب عمل درآمد کیا گیا تو الفاظ ابھی ادا بھی نہیں ہونے پائے تھے کہ دروازہ کھلا اور کانوں میں یہ آواز آئی کہ دوست کو دوست کے قریب کر دو۔

خلفاء الراشدین کی منقبت و فضیلت میں احادیث صحیحہ بکثرت ملتی ہیں لیکن بسبیل اختصار یہاں صرف وہ دو حدیثیں نقل کی جاتی ہیں سے ان کے مقام کی آئینہ داری ہوتی ہے۔

ا۔ قال رسول اللہ علیہ وسلّم ما طلعت الشمس و ما غربت علیٰ احد افضل من ابی بکر الا ان یکون نبیا۔

(ترجمہ) انبیاء علیہم السلام کے ماسوا ابوبکر صدیقؓ سے افضل کسی پر نہ تو کبھی آفتاب طلوع ہوا اور نہ غروب ہوا۔

۲۔ عن عائشہ رضی اللہ عنہا قالت قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم فی مرضہ ادعی لی ابا بکر اباک واخاک حتی اکتب کتابا فانی اخاف ان تمنی متمن ویقول قائل انا اولیٰ ویابی اللہ والمومنون الا ابا بکر (رواہ مسلم)

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے اپنی بیماری (مرض الموت) میں مجھ سے ارشاد فرمایا اپنے باپ ابوبکرؓ اور اپنے بھائی (عبدالرحمٰنؓ) کو بلاؤ تاکہ میں ایک تحریر سپرد قلم کر دوں مجھے خوف ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ میرے بعد کوئی (خلافت کی) آرزو کرے اور یہ کہے کہ میں اس کا حق دار ہوں حالانکہ اللہ تبارک وتعالیٰ اور مومنین اسے گوارا نہیں کرتے کہ (صدیق اکبرؓ کے علاوہ دوسرا خلافت کا دعی ہو)

خلیفۃ المسلمین حضرت عمر فاروقؓ

ابوحفص کنیت، فاروق اعظم لقب اور عمر اسم گرامی ہے۔ آپ کا نسبی سلسلہ یہ ہے: عمر بن خطاب بن نفیل بن عبدالعزیٰ بن رباح بن عبداللہ بن قرط بن رزاح (زراح) بن عدی بن کعب بن لوی بن غالب القرشی۔ حنتمہ بنت ہاشم بن مغیرہ یا بروایت دیگر بنت ہاشم بن المغیرہ بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم آپ کا مادری سلسلۂ نسب ہے حنتمہ ایک قول کے بموجب ابوجہل کی عم زاد بہن اور دوسرے قول کے مطابق ابوجہل کی ہمشیرہ ہوتی ہیں۔ والدہ کی جانب سے فاروق اعظم کا سلسلۂ نسب آٹھویں پشت پر پہنچ کر سرور انبیاء صلی اللہ علیہ وسلّم سے جا ملتا ہے کعب فاروق اعظم کے آٹھویں جدامجد تھے۔

واقعۂ فیل سے تیرہ سال بعد آپ کی ولادت ہوئی اور بعثت سے چھ سال بعد آپ نے اسلام قبول کیا جس روز آپ حلقۂ اسلام میں داخل ہوئے۔ اسی دن یہ آیۂ شریفہ نازل ہوئی۔

یَا اَیُّهَا النَّبِیُّ حَسْبُكَ اللّٰهُ وَمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ۔

اے نبی آپ کے لئے اللہ اور مومنوں میں سے جو آپ کے پیرو ہیں کافی ہیں۔

۲۳ جمادی الآخر کو بروز سہ شنبہ ہجرت سے تیرہ سال کے بعد آپ نے زمام خلافت سنبھالی، دس سال اور آٹھ ماہ آپ کی خلافت کی مدت ہے زلفائس المتلبون؟ ۲۳ھ کو محرم کے مہینے میں شب یک شنبہ کو آپ نے جام شہادت نوش کیا ایک روایت یہ ہے کہ ۲۳ ذی الحجہ کو بروز چہار شنبہ آپ پر قاتلانہ حملہ کیا گیا اور ۲۶ ذی الحجہ کو جمعرات کے روز آپ نے شہادت پائی۔

تذکرہ نویسوں نے آپ کی عمر کے بارے میں اختلاف کیا ہے بعض کے نزدیک آپ نے ۶۳ سال کی عمر پائی بعض ۶۰، ۵۴، ۵۵ اور ۵۵ سال کی عمر بھی بتاتے ہیں، آپ کا نقش خاتم (کفی بالموت واعظا یا عمر، تھا یعنی اے عمر واعظ، موت ہی کافی ہے) عمر الفاروقؓ کا مزار صدیق اکبرؓ کے مزار کے قریب ہے جیسا کہ خاقانی لکھتا ہے ؎

بینی حرم محمدی را	چون لانگہ سرمدی را
جوزا بکنار شمس خفتہ	پیشش دو خلیفہ رخ نہفتہ
چوں یک الف و دو لام اللہ	ہر سہ شدہ ہم نہاد و ہمرہ

روایت ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فاروق اعظمؓ کے پہلو میں مدفون ہوں گے اور اس طرح ان دونوں خلفا کا حشر دو مشہور انبیا کے درمیان ہوگا۔

سرور کونینؐ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ لوکان بعدی نبی لکان عمر بن خطاب (مشکوٰۃ) اگر میرے بعد کوئی نبی مبعوث ہوتا تو وہ نبی عمر بن خطاب ہوتے۔ ایک دوسری حدیث میں آیا ہے قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عمر سراج اہل الجنۃ (صواعق) فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرؓ اہل جنت کے چراغ ہیں۔

خلیفۃ المسلمین حضرت عثمانؓ بن عفان ذوالنورین

کنیت، ابو عمرو، ابو لیلیٰ اور ابو عبد اللہ، لقب ذوالنورین (اور اسم مبارک عثمان بن عفانؓ) ہے۔ آپ کے عقد میں سرور کونینؐ کی دو صاحبزادیاں یکے بعد دیگرے آئیں۔ کہا جاتا ہے کہ کسی دوسرے انسان کو یہ شرف حاصل نہیں ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دو صاحبزادیاں اس کے

حبالۂ عقد میں آئی ہوں۔ یہ شرف صرف حضرت عثمانؓ ہی کے حصّہ میں آیا۔

نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اگر میں چالیسؔ لڑکیوں کا باپ بھی ہوتا تو میں یکے بعد دیگرے انہیں عثمان بن عفانؓ سے بیاہ دیتا

آپ کا سلسلۂ نسب یہ ہے :-

عثمان بن عفان بن ابی العاص بن امیہ بن عبد الشمس بن عبد مناف۔

آپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی بیضا کے بطن سے پیدا ہوئے۔ بیضا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے والد ماجد عبد اللہ کے ساتھ ہی متولد ہوئی تھیں آپ کا سلسلۂ نسب ماں باپ کی جانب سے عبد مناف پر پہنچ کر ملتا ہے۔ عبد مناف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چوتھی پشت میں اور حضرت عثمانؓ کے پانچویں پشت میں جد امجد تھے۔

واقعۂ فیل سے چھؔ سال کے بعد آپ متولد ہوئے ابھی بعثت کا پہلا ہی سال تھا کہ آپ نے حضرت صدیق اکبرؓ کی تبلیغ سے اسلام قبول کیا ۲۴ھ محرم الحرام کے مہینے میں آپ منصب خلافت پر فائز ہوئے۔ آپ کے عہد خلافت کی مدت ۱۲ دن کم ۱۲ سال ہے بعض نے گیارہ سال گیارہ ماہ اور بائیس دن کی مدّت تحریر کی ہے۔ آپ کی عمر ایک روایت میں ۸۰ سال اور دوسری روایات میں ۹۰، ۷۵، ۸۲ اور ۸۶ سال بھی بتائی جاتی ہے۔

واقعۂ ہجرت سے ۲۵ یا ۲۶ سال بعد بروز جمعہ ۱۳ ذی الحجہ کو مدینہ منورہ میں آپ نے شہادت پائی آپ کا نقش خاتم لتنصرت اولتندمن تھا جنت البقیع میں آپ کا مزار مبارک ہے قال رسول اللہ لکل نبی رفیق ورفیقی فی الجنۃ عثمان۔ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر نبی کا ایک رفیق ہوتا ہے اور جنت میں میرے رفیق عثمان بن عفانؓ ہیں وقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لید خلن بشفاعۃ عثمان سبعون الف کلھم قد استوجبت النار۔ فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمانؓ کی سفارش سے ستّر ہزار ایسے آدمی جنت میں داخل ہوں گے جن پر دوزخ کا عذاب واجب ہو چکا ہوگا۔

خلیفۃ المسلمین حضرت علی مرتضیٰ ؓ

ابو الحسن اور ابو تراب کنیت، مرتضیٰ لقب اور اسد اللہ خطاب علی اسم گرامی ہے نسب نامہ یہ ہے :-

علی بن ابی طالب بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف۔

مادری سلسلۂ نسب یہ ہے :- فاطمہ بنت اسد بن ہاشم بن عبد مناف۔

آپ کی ولادت واقعۂ فیل سے ایک طویل مدت بعد ۱۳ رجب کو جمعہ کے روز ہوئی بعض کا قول ہے کہ بعثت سے گیارہ

سال بعد خانہ کعبہ میں آپ متولد ہوئے بعض کے خیال میں یہ بات بعثت سے تیرہ سال بعد کی ہے بچوں میں جس نے سب سے پہلے اسلام قبول کیا وہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی شخصیت تھی ۳۵ھ یا ۳۶ھ میں خلافت کی باگ ڈور سنبھالی ان کے عہد خلافت کی مدت ۵ سال اور ۳ ماہ تک کی ہے بعض روایات میں یہ مدت چار سال اور ۹ ماہ بتائی جاتی ہے۔ آپ نے ۴۰ھ میں ۲۱ رمضان کو بروز دوشنبہ وفات پائی بعض نے رمضان کی ۲۳ ویں تاریخ بھی تحریر کی ہے۔ آپ کی عمر ۶۳ یا ۶۵ سال کے لگ بھگ ہوئی آپ کا نقش خاتم الملک للہ مشہور ہے۔

اللہ تعالےٰ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے لیئے دو بار مغرب سے سورج کا رخ پھیرا ایک دفعہ عہد نبوت میں اور دوسری بار آپ کی رحلت کے بعد آپ کا مزار نجف اشرف میں ہے۔ شواہد النبوۃ میں تحریر ہے کہ حضرت علیؓ نے حضرت امام حسنؓ اور امام حسینؓ کو یہ وصیت فرمائی تھی کہ جب میری روح قفس عنصری سے پرواز کر جائے تو میری میت کو تابوت میں رکھ کر نجف میں بمقام غریین لے جانا وہاں ایک سفید پتھر نظر آئے گا اس میں سے روشنی پھیلے گی اور وہ پتھر چمکتا ہوا ہوگا۔ اس پتھر کو جگہ سے اٹھانا تو اس کے نیچے تمہیں ایک کھلیہ منہ کا گڑھا دکھائی دے گا اسی مقام پر مجھے سپرد خاک کر دینا۔

ملا عبدالغفور لاری نے بیان کیا ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ بلخ میں مدفون ہیں جسے آستانہ امیر کے نام سے شہرت حاصل ہے اور اس ضمن میں اور بہت سی دلیلیں دی گئی ہیں۔

قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم انت منی بمنزلۃ ھارون من موسےٰ الا انہ لا نبی بعدی (مشکوٰۃ) رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا کہ اے علی! تو میرے لیئے ایسا ہے جیسے ہارون موسےٰؑ کے لیئے تھا مگر میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا۔

قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم من کنت مولاہ فعلی مولاہ اللھم وال من والاہ وعاد من عاداہ (صواعق)

رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے غدیر خم کے موقعہ پر یہ فرمایا، میری جس سے دوستی ہے علیؓ بھی اس کے دوست ہیں بارالٰہا! تو اس سے دوستی رکھ جو علیؓ سے دوستی رکھتا ہے اور اس سے دشمنی رکھ جو علی سے دشمنی رکھتا ہے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ ائمہ دوازدہ میں سے امام اوّل ہیں۔ تمام اولیاء اللہ کے سلسلے آپ کی ذات تک پہنچتے ہیں اور خلفائے اربعہ (خلفاء الراشدین) کے فضائل علی قدر مراتب ہیں جیسا کہ خود اللہ تبارک وتعالےٰ نے سورۃ فتح کے آخر میں اشارہ کیا ہے۔

محمد رسول اللہ والذین معہٗ اشداء علی الکفار رحماء بینھم تراھم رکعا سجدا یبتغون فضلا من اللہ ورضوانا۔

(ترجمہ) محمد اللہ کے رسول ہیں اور وہ لوگ جو آپ کی معیت میں ہیں کفار پر سخت اور آپس میں ایک دوسرے پر مہربان ہیں تو انہیں رکوع و سجود کرتے ہوئے دیکھے گا (صحابہؓ) اللہ سے فضل اور اس کی رضامندی کے طالب ہیں۔

ان چاروں خلفا کا مقام انبیا علیہم السلام کے بعد سب سے بلند ہے تمام علماء اس سے متفق ہیں۔ اس احقر دار اشکوہ کو خواب میں خلفاء الراشدین کی زیارت کا شرف حاصل ہوا ہے۔ میں نے ایک دفعہ خواب میں دیکھا کہ چار بلند مرتبہ انسان سفید لباس میں ملبوس ایک دوسرے کے پیچھے چل رہے ہیں احقر نے ان میں سے ایک سے دریافت کیا کہ ان کی کیا تعریف ہے؟ جواب میں یہ اطلاع ملی کہ یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دوست ہیں احقر بھی ان کے پیچھے ہو لیا۔ یہ بزرگ ایک دریا عبور کر کے ایک بلند پہاڑ پر پہنچے اور برابر برابر کھڑے ہو گئے۔ یہ احقر روبرو حاضر ہوا اور پہلے صدیق اکبرؓ کی خدمت میں سلام عرض کیا السلام علیکم یا صدیق اکبر جواب میں فرمایا علیکم السلام، میں نے فاتحہ پڑھنے کے لئے استدعا کی چنانچہ آپ نے فاتحہ پڑھی پھر میں اسی صورت میں عمر الفاروقؓ کی خدمت میں آیا عرض سلام کے بعد میں نے آپ سے بھی فاتحہ پڑھنے کی التجا کی آپ نے سلام کا جواب بھی مرحمت فرمایا اور فاتحہ بھی پڑھی پھر حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ کی خدمت میں قدم بوس ہوا اور سلام کے بعد ان سے بھی فرداً فرداً فاتحہ پڑھنے کی درخواست کی۔ ان دونوں نے اس احقر کی التجا پر فاتحہ پڑھی۔ پھر ان بزرگوں نے ارشاد فرمایا کہ ہم سب ایک خدمت پر مامور ہیں انہوں نے اس احقر کو بڑی نوازش اور کرم فرمائی کے بعد رخصت کیا۔ احقر کا یہ خیال ہے کہ اس خواب سے میری قسمت جاگ اٹھی ہے اور دونوں جہاں میں صلاح و فلاح کی دولت ملی ہے یہ ایک نعمت گراں قدر ہے جس سے قدرت نے مجھے نوازا ہے۔ اللہ کا احسان ہے۔

امیر المومنین حضرت امام حسنؓ

ابو محمد کنیت، تقی و سید القاب اور حسن نام نامی اور اسم گرامی ہے۔ نسب نامہ یہ ہے، حسن بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہما ائمہ دوازدہ میں آپ کا شمار دوسرے درجے پر ہے، ہجرت کے تیسرے سال رمضان المبارک میں بمقام مدینہ منورہ آپ نے آنکھیں کھولیں کہا جاتا ہے کہ جبرئیل امینؑ نے امام موصوف کا نام ایک ریشمی رومالی پر تحریر کر کے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی خدمت میں پیش کیا تھا۔ مشہور روایت ہے کہ امام حسنؓ کی شبیہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ملتی تھی خصوصیت کے ساتھ سینے سے سر تک۔ آپ نے ۴۷ سال کی عمر پائی۔ چھ ماہ تک آپ نے خلافت کے فرائض سر انجام دیے۔ ۵ ربیع الاول ۵۰ھ کو آپ نے اس دنیا سے رحلت کی (آپ کی بیوی نے آپ کو زہر ہلاہل دیا تھا جس سے آپ جانبر نہ ہو سکے) آپ کی آرام گاہ جنت البقیع میں ہے۔

امیر المومنین حضرت امام حسینؑ

ابو عبداللہ کنیت، شہید و سید القاب، اور اسم گرامی حسین بن علیؓ بن ابی طالب ہے۔ موصوف ائمہ دوازدہ میں سے تیسرے امام

اور اہل جنت کے سردار ہیں۔ ہجرت کا چوتھا سال تھا کہ چار شعبان کو بروز سہ شنبہ مدینہ منورہ میں آپ تولّد پذیر ہوئے۔ کہا جاتا ہے کہ آپ کل چھ ماہ بطن مادر میں رہے، آپ کے اور حضرت یحییٰ بن زکریاؑ کے علاوہ چھ ماہ کا کوئی بچہ جانبر نہیں ہو سکا ہے۔

امام حسنؓ کی ولادت اور امام حسینؓ کے بطن مادری سے تعلق میں صرف پچاس دن کا ہیر پھیر تھا۔ رسول کریمؐ نے آپ کا نام حسین تجویز کیا تھا، کہا جاتا ہے کہ آپ کے حسن وجمال کا یہ عالم تھا کہ جب آپ تاریکی میں ہوتے تو آپ کی چمکتی ہوئی پیشانی اور دمکتے ہوئے چہرہ کی چمک دمک میں لوگوں کو راستہ نظر آ جاتا اور اندھیرا چھٹ جاتا۔ مروی ہے کہ ایک دفعہ امام حسنؓ اور امام حسینؓ دونوں کشتی لڑ رہے تھے۔ اسی اثنا میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے امام حسنؓ سے فرمایا کہ حسینؓ کو اپنی گرفت میں لے لے اس پر حضرت فاطمۃ الزہراؓ نے فرمایا ہاے اللہ کے رسول! آپ بڑے کو شہ دے رہے ہیں کہ وہ چھوٹے پر قابو پالے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابھی ابھی جبرئیل نے کہا ہے کہ حسینؓ، حسنؓ کو اپنی گرفت میں لے لے۔

آپ نے ۵۷ سال اور ۵ ماہ کی عمر پائی۔ کربلا میں جمعہ کے روز ٹھیک نماز جمعہ کے وقت عشرہ محرم ۶۱ھ میں آپ نے جام شہادت نوش کیا ایک روایت میں شہادت بروز شنبہ نماز فجر کے وقت واقع ہوئی۔

روایت ہے کہ جس روز آپ شہید ہوئے بیت المقدس کے جس پتھر کو اٹھاتے خون آلود نظر آتا بعض روایات میں ہے کہ شہادت کے دن آسمان سے خون برستا تھا۔ آپ کا مزار کربلائے معلیٰ میں زیارت گاہ خاص وعام ہے

حضرت امام زین العابدینؓ

کنیت ابو محمد، ابو الحسن اور ابو بکر ہے لقب سجاد اور زین العابدین اور اسم گرامی علی بن حسین بن علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہم۔ آپ ائمہ دوازدہ میں سے چوتھے امام ہیں۔ آپ ۳۳ھ یا ۳۷ھ یا ۳۸ھ میں بمقام مدینہ منورہ پیدا ہوئے آپ یزدجرد بن نوشیروان عادل کی بیٹی شہربانو کے بطن سے ہیں بروایات مختلفہ آپ نے ۵۷ یا ۵۸ یا ۶۴ سال کی عمر پائی آپ کی وفات ۱۸ محرم کی شب میں ۹۴ھ یا ۹۵ھ میں ہوئی۔

منقول ہے کہ جب آپ وضو کا اہتمام فرماتے تھے تو آپ کے چہرے پر زردی چھا جاتی تھی اور آپ کے جسم کا رواں رواں کانپ اٹھتا تھا کسی نے آپ سے اس کی وجہ پوچھی تو فرمایا کہ کیا تم یہ نہیں جانتے کہ (وضو کے بعد) کس بارگاہ میں حاضری دینی ہوتی ہے۔ آپ کا مزار عالیہ امام حسنؓ کے روضۂ اطہر کے پہلو میں ہے۔

حضرت امام محمد باقرؓ

کنیت ابوجعفر لقب باقر اور نام نامی محمد بن علی بن حسینؓ ہے۔ آپ امام خامس ہیں۔ امام حسینؓ کی شہادت سے تین سال پیشتر بروز جمعہ صفر المظفر میں ۵۷ھ بمقام مدینہ منورہ آپ کی ولادت ہوئی۔ آپ کی والدہ محترمہ کا اسم شریف فاطمہ بنت حسن بن علی المرتضیٰؓ تھا۔

سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے امام محمد باقرؓ کو سلام کی وصیت کی تھی۔ حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ میں رسول اللہؐ کی بارگاہ اقدس میں حاضر تھا کہ آپ نے فرمایا، اے جابر، تم ان ایّام میں موجود ہوگے جب میری آل میں ایک لڑکا محمد بن علی بن حسین نام کا متولد ہوگا۔ اللہ تعالیٰ اسے نور و حکمت سے نوازے گا، اس سے تمہاری ملاقات ہو تو تم اس سے میرا سلام کہہ دینا۔

دآپ، کی عمر کے بارے میں روایات مختلف ہیں، ۵۸ یا ۶۳ سال کی عمر بھی بتائی جاتی ہے، بروایت واقدی ۷۳ سال کی عمر منقول ہے۔ بخاری میں امام جعفر صادقؓ سے جو روایت بیان کی جاتی ہے اس کی رو سے آپ نے ۵۸ سال کی عمر پائی۔ ۱۱۴ھ میں یا یحییٰ بن معین کے قول کے مطابق ۱۱۸ھ میں اور مدائنی کی روایت کے بموجب ۱۱۷ھ میں آپ نے آخرت کی راہ لی۔ آپ کی آرام گاہ جنت البقیع میں ہے اور حضرت امام زین العابدینؓ کے مزار کے متصل ہی آپ ابدی نیند سوئے ہوئے ہیں۔

حضرت امام جعفر صادقؓ

کنیت ابوعبداللہ اور ابواسمٰعیل ہے صادق لقب اور نام نامی جعفر بن محمد بن علی بن حسین بن علی مرتضیٰؓ ہے آپ امام سادس ہیں۔ آپ کی والدہ ماجدہ کا نام فردہ بنت القاسم بن محمد بن ابی بکر الصدیق ہے۔ ام فردہ، اسماء بنت عبدالرحمٰن بن ابی بکر الصدیقؓ کی بیٹی ہیں۔ امام جعفر صادقؓ کی روحانی نسبت کے دو واسطے ہیں ایک تو اپنے والد ماجد امام باقرؓ کی جانب سے بتوسط حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور دوسرا اپنی مادر مشفقہ کی طرف سے بتوسط قاسم بن محمد بن ابی بکرؓ (جو آپ کے نانا تھے)۔ مؤخر الذکر نے سلمان فارسیؓ سے اور سلمان فارسیؓ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ سے کسب فیض کیا۔

آپ بروز دوشنبہ ۷ ربیع الاول کو ۸۰ھ میں یا بروایت دیگر ۸۳ھ میں متولد ہوئے آپ نے ایک روایت کے بموجب ۶۸ سال کی اور دوسری روایت کے مطابق ۶۵ سال کی عمر پائی۔ آپ بروز دوشنبہ ۱۵ رجب ۱۴۸ھ کو مدینہ منورہ میں اللہ کو پیارے ہوئے۔ آپ جنت البقیع میں مدفون ہیں ایک ہی قبہ ہے جس میں آپؓ، امام محمد باقرؓ، امام زین العابدینؓ، اور امام حسنؓ آرام پذیر ہیں کشف المحجوب

میں مخدوم سید علی ہجویریؒ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک روز امام جعفر صادق اپنے موالی (غلام) کے پاس بیٹھے ہوئے یہ فرما رہے تھے کہ آؤ ہم اس چیز پر بیعت کریں کہ ہم میں سے جو بھی نجات پا جائے وہ قیامت میں سب کی بخشش کے لئے سفارش کرے گا۔ حاضرین میں کسی نے آپ سے عرض کیا کہ حضورؒ! آپ کو ہم میں سے کسی کی سفارش کی کیا احتیاج ہے؟ آپ کے جد امجد تو تمام مخلوق کی شفاعت فرمائیں گے آپ نے فرمایا مجھے اپنے اعمال سے شرمندگی ہے۔ میں سوچتا ہوں کہ قیامت میں جد امجد کے روبرو میری سرخروئی کیسے ہوگی۔

حضرت امام موسیٰ کاظم رضؓ

ابوالحسن اور ابوابراہیم کنیت، کاظم لقب اور اسم گرامی موسےٰ بن جعفر الصادقؓ ہے۔ آپ ترتیب کے لحاظ سے ساتویں امام ہیں۔ آپ بروز یک شنبہ ۷ صفر المظفر کو ۱۲۸ھ میں مقام ابواء میں وفات ہوئی جو مکہ اور مدینہ کے مابین واقع ہے آپ کی والدہ ماجدہ حمیدہ بربریہ ام ولد تھیں۔ امام محمد باقرؒ نے انہیں خرید کر امام جعفر صادقؓ کے حوالے کر دیا تھا امام موسےٰ کاظمؒ انہی کے بطن سے پیدا ہوئے تھے۔ ایک روایت کے بموجب آپ کی عمر ۵۴ سال اور دوسری روایت کے مطابق ۵۵ سال ہوئی تھی۔ آپ کی وفات بروز جمعہ ماہ رجب میں ۱۸۶ھ یا ۱۸۳ھ میں ہارون الرشید کے قید خانے میں ہوئی آپ کا مزار بغداد میں مقبرۂ قریش میں ہے۔

حضرت امام موسیٰ علی رضا رضؓ

آپ کی کنیت بھی ابوالحسن تھی۔ امام موسیٰ علی رضاؓ کا بیان ہے کہ میرے والد ماجد نے فرمایا کہ میں نے تجھے اپنی کنیت دے دی ہے آپ رضا کے لقب سے مشہور تھے اور آپ کا نام علی بن موسیٰ بن جعفرؓ تھا۔ آپ آٹھویں امام ہیں۔ آپ بروز جمعرات ۱۱ ربیع الآخر ۱۵۳ھ میں اپنے جد امجد حضرت امام جعفر صادقؓ کے وصال سے پچاس سال کے بعد متولد ہوئے۔ ایک روایت کے بموجب ۸ شوال اور دوسری روایت میں ۷ اور ۱۰ شوال کو وفات پائی بعض روایات میں ۱۵۶ھ سنہ وفات ہے۔

آپ بھی ام ولد کے بطن سے پیدا ہوئے تھے ان کا نام نجمہ، شمانہ اور ام البنین بتایا جاتا ہے۔ وہ امام موسیٰ کاظمؓ کی والدہ محترمہ حضرت حمیدہ کی کنیز تھیں۔

منقول ہے کہ ایک شب حضرت حمیدہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی، آپؐ نے فرمایا کہ نجمہ کو اپنے بیٹے موسیٰ کو سونپ دو اس جوڑے سے عنقریب ایک ایسا لڑکا پیدا ہوگا جو روئے زمین کی تمام مخلوق سے افضل ہوگا۔ امام رضا کی والدہ

نجمہ سے روایت ہے کہ جب امام رضا میرے پیٹ میں تھے تو مجھے مطلق گرانی محسوس نہیں ہوتی تھی جب میں سوئی ہوتی تھی تو میرے پیٹ سے تسبیح و تہلیل کی آواز سنائی دیتی تھی۔ جب آپ متولد ہوئے تو آپ نے اپنے دونوں ہاتھ زمین پر رکھے اور آسمان کی طرف رخ کیا آپ کے لب جنبش میں تھے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ آپ اپنے رب سے راز و نیاز کی باتیں کر رہے ہیں۔ یہ اختلاف روایات آپ کی عمر ۴۹، ۴۴، ۴۵، ۴۸ یا ۵۰ سال بتائی جاتی ہے آپ کی وفات بروز جمعہ ۲۱ یا ۹ رمضان ۲۰۳ھ میں طوس کے قصبے سناباد میں جو نوقان کے مضافات میں سے ایک قصبہ ہے پیش آئی تھی۔

بیان کیا جاتا ہے کہ ہارون الرشید کے فرزند مامون الرشید نے امام موسیٰ رضاؑ کو بلا بھیجا۔ مامون کے سامنے بھانت بھانت کے میووں اور پھلوں سے لدے ہوئے طباق رکھے تھے اس کے ہاتھ میں خوشۂ انگور تھا جسے وہ مزے لے لے کر کھا رہا تھا جب مامون الرشید نے آپ کو دیکھا کہ تشریف لا رہے ہیں تو اٹھ کھڑا ہوا، گرم جوشی کے ساتھ بغل گیر ہوا اور آپ کو اپنے پاس بٹھایا۔ خوشۂ انگور آپ کی خدمت میں پیش کرتے ہوئے عرض کیا، اے ابن رسولؐ! کیا آپ نے اس خوشۂ انگور سے بہتر خوشہ دیکھا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ بہتر انگور تو جنت کے ہیں۔ پھر مامون الرشید نے عرض کیا، انگور تناول فرمائیے۔ امام علی رضاؑ نے فرمایا مجھے معاف فرمائیں۔ جب مامون الرشید کا اصرار بڑھا اور اس نے تناول نہ کرنے کی وجہ دریافت کی تو آپ نے اس کے ہاتھ سے خوشۂ انگور لے لیا اور اس میں سے کچھ انگور تناول فرمائے، مامون الرشید نے دوبارہ انگور پیش کئے آپ نے دو تین دانے ان میں سے کھائے اور ہاتھ کھینچ لیا۔ اس کے بعد آپ مامون کے پاس سے اٹھے اور چل کھڑے ہوئے۔ مامون الرشید نے پوچھا، کہاں کا قصد ہے؟ ارشاد فرمایا، جہاں جانے کے لئے امر ہوا ہے وہیں چلا ہوں، آپ سر پر کچھ اوڑھ کر چلے اور سرائے میں ٹھہرے آپ اسی سرائے میں قیام پذیر تھے کہ اس اثنا میں آپ کے صاحبزادے امام نقی مدینہ منورہ سے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے ان سے معانقہ کیا اور یہ دونوں پدر و فرزند ایک ہی بستر پر بالمواجہ دراز ہو گئے آپس میں کچھ راز و نیاز کی باتیں ہوئیں اور اسی عالم میں آپ کا وصال ہوا آپ کا روضہ خلیفہ ہارون الرشید کے قبہ میں ہے جس کا محل وقوع وہ سرائے ہے جو سرائے حمید بن القحطبہ الطائی کے نام سے مشہور ہے یہ آبادی آج اچھی خاصی پر رونق ہے اور لوگ دور دور سے یہاں زیارت کے لئے آتے ہیں اسے مشہد کے نام سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

حضرت امام محمد نقیؒ

ابو جعفر ثانی کنیت اور نقی لقب ہے جواد کے لقب سے بھی آپ کو شہرت حاصل ہے۔ آپ کا نام اور نسب کچھ اسی طرح ہے محمد بن علی بن موسیٰ بن جعفر صادقؓ آپ امام تاسع ہیں بروز جمعہ ۱۰ رجب المرجب ۱۹۵ھ کو مدینہ منورہ میں متولد ہوئے

آپ کی والدہ کا نام خیزران یا ریحانہ تھا اور یہ ام ولد تھیں بعض روایات سے ثابت ہے کہ آپ کا خاندان کا سلسلہ ماریہ قبطیہ رضؓ (ام المومنین) کے خاندان سے ملتا ہے۔ آپ نے ۲۵ سال کی عمر پائی منگل کے دن ۶ ذی الحجہ کو ۲۲۰ھ میں آپ نے سفر آخرت اختیار کیا، خلیفہ عباسی معتصم باللہ کے دور میں یہ سانحہ پیش آیا آپ بغداد شریف اپنے جدامجد امام موسیٰ کاظم رضؓ کے مزار کے قریب ہی سوئے ہوئے ہیں۔

عہد طفولیت میں جب آپ کی عمر گیارہ سال کے لگ بھگ تھی بغداد کی گلیوں میں سے کسی گلی کے لڑکوں میں کھڑے ہوئے تھے۔ اتفاق کی بات کہ مامون الرشید شکارگاہ کو جاتے ہوئے اس گلی سے گزرا، گلی کے لڑکے (مرعوب ہوکر) منتشر ہوگئے لیکن امام نقی جہاں کھڑے تھے وہیں کھڑے رہے، مامون نے یہ دیکھا تو گھوڑے سے اتر کر آپ سے پوچھا کہ آپ دوسرے لڑکوں کے ساتھ بھاگے کیوں نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ذہن رسا اور قبول عام کا شرف عطا کیا تھا، فرمانے لگے، امیر المومنین راستہ کھلا ہوا ہے میرے چلے جانے سے یا ٹھہرے رہنے سے گنجائش کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ میں نے ایسا کونسا قصور کیا ہے جو میں گریز کی راہ اختیار کرتا مجھے یہ بھی امید ہے کہ آپ خواہ مخواہ کسی جرم کے بغیر کسی کو سزا نہیں دیتے، مامون الرشید آپ کی حد درجہ معصومانہ باتوں اور بھولی بھالی صورت سے بہت زیادہ متاثر ہوا، پوچھا، صاحبزادے آپ کا نام کیا ہے؟ آپ نے جواب میں فرمایا، مجھے محمد رضؓ کہتے ہیں، پھر مامون نے دریافت کیا، آپ کے والد کون ہیں؟ اس کے جواب میں آپ نے فرمایا، امام رضاؒ، مامون الرشید نے اس خاندانی شرافت سے متاثر ہوکر کچھ عرصے کے بعد اپنی لڑکی ام الفضل کی شادی آپ سے کردی۔

حضرت امام محمد نقی رضؓ

ابوالحسن ثالث کنیت، ہادی نوی عسکری اور نقی کے القاب سے آپ نے شہرت پائی ہے آپ کے نام ونسب کا سلسلہ یہ ہے علی بن محمد بن موسیٰ بن جعفر صادقؒ ہے آپ امام عاشر ہیں آپ ۱۳ رجب کو بروایت دیگر بروز عرفہ ۲۰۴ھ یا ۲۱۳ھ میں متولد ہوئے تھے آپ بھی ام ولد کے بطن سے تھیں ان کا نام شمانہ یا ام الفضل تھا یہ مامون الرشید کی صاحبزادی تھیں۔ آپ نے چالیس یا اکتالیس سال کی عمر پائی ہے۔ آپ نے اس مقام پر رحلت فرمائی جسے سوسن رائے کہتے ہیں اور بغداد کے قرب وجوار میں سامرہ کے نام سے معروف ہے۔ جماوی الاول یا ۱۳ جمادی الآخر ۲۵۴ھ میں بعہد مستنصر باللہ آپ نے اس جہان فانی سے رحلت فرمائی ان کا مزار عالیہ بھی سوسن رائے میں واقع ہے۔

نقل ہے کہ متوکل باللہ کا ایک مکان طرح طرح کے جانوروں کے لئے مخصوص تھا جو کوئی بھی پہنچتا، جانوروں کی بولیوں اور

پرندوں کے چہچہوں کے شور میں اسے کان پڑی آواز سنائی نہیں دیتی تھی جب امام نقی (ہادی) اس مکان میں داخل ہوتے تو یہ جانور خاموش ہو جاتے تھے لیکن جب آپ باہر تشریف لاتے تو پھر پرند اور چرند بولیاں بولنے لگتے اور شور برپا ہونے لگتا۔

حضرت امام حسن عسکری رض

کنیت ابو محمد، لقب زکی اور بعض دیگر روایات میں خالص، سراج اور عسکری بھی القاب ہیں آپ کا نسب نامہ یہ ہے حسن بن علی بن محمد بن علی رضاؒ ہے آپ گیارھویں امام مانے جاتے ہیں آپ مدینہ منورہ میں ۲۳۱ھ یا ۲۳۲ھ میں متولد ہوئے آپ کی والدہ ماجدہ بھی ام ولد تھیں۔ سوسن اور امام ہادیؒ کے قول کے مطابق حدیث ؔ نام تھے۔ آپ نے ۲۹ یا ۲۸ سال کی عمر پائی ۶ یا ۸ ربیع الاول ۲۶۰ھ کو سوسن رائے کے مقام پر آپ کا وصال ہوا اور اپنے والد ماجد کے مزار سے متصل ہی سپرد خاک کیے گئے۔

ایک شخص کی روایت ہے کہ میں قید و بند کی صعوبتوں سے پریشان ہو کر امام زکی (امام حسن عسکریؒ) کو تحریری شکایت لکھ کر بھیجی، میں اپنی تہی دستی اور بے سروسامانی کا حال بھی قلمبند کرنا چاہتا تھا مگر شرم کے مارے میرا قلم جنبش میں نہ آسکا ——— امام زکیؒ نے میرے شکایت نامہ کے جواب میں تحریر کیا جس میں یہ تھا آج تم انشاء اللہ ظہر کی نماز اپنے گھر میں ادا کرو گے چنانچہ ایسا ہوا کہ نماز ظہر سے پیشتر ہی مجھے قید سے چھٹکارا مل گیا اور میں نے اسی روز آپ کے ارشاد کے بموجب اپنے گھر نماز ظہر ادا کی۔

ناگہاں میرے پاس ایک قاصد آیا اور اس نے مجھے سو دینار دیے ایک خط بھی مجھے دیا گیا جس میں یہ تحریر تھا جب کبھی ضرورت ضرورت پیش آئے مجھے سوال کرنے میں شرم محسوس نہ کرنا جو مراد ہوگی انشاء اللہ پوری ہوگی۔

حضرت امام محمد رض

ابوالقاسم کنیت تھی اور سلسلہ نام و نسب یہ ہے :- محمد بن حسن بن علی بن محمد بن علی الرضا رضی اللہ عنہم آپ ترتیب کے اعتبار سے بارھویں امام شمار کیے جاتے ہیں آپ علمائے اہل سنت والجماعت کی تحقیق کے مطابق ۲۳ رمضان المبارک ۲۵۸ھ کو سرسن رائے کے مقام پر وفات ہوئی۔ آپ کی والدہ ماجدہ بھی ام ولد تھیں ان کا نام بہ اختلاف روایت صیقل، سوسن اور نرگس تھا آپ دو زانو پیدا ہوئے آپ نے انگشت شہادت آسمان کی طرف اٹھائی اور چھینک بھی آئی آپ کی زبان پر الحمد للہ رب العالمین تھا۔

امامیہ فرقہ کے عقیدہ کے مطابق ۲۶۵ھ یا ۲۶۶ھ میں آپ دنیا کی نگاہوں سے پوشیدہ ہو گئے تھے۔ اہل سنت الجماعت

گئے نزدیک یہ سنین وفات ہیں۔ یہ روایت بھی ہے کہ آپ کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول من السمأ کے قریبی زمانے میں امام مہدی علیہ السلام کا ظہور ہوگا۔ اہل حق کا یہی عقیدہ ہے اور اللہ تعالےٰ بہتر جانتا ہے۔

ان بارہ اماموں کے فضائل و کمالات اتنے ان گنت ہیں کہ ان کا احاطہ نہیں کیا جا سکتا، ہر ایک امام امتیازی خصوصیات کا حامل ہے ہر ایک کے حالات و کمالات میں فرق پایا جاتا ہے۔ اس کتاب میں ان ائمہ کے حالات بڑے اختصار کے ساتھ قلمبند کیے گئے ہیں۔ ان بارہ اماموں میں ہر ایک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کی اولاد اور خلفا میں سے ہے ان کی محبت اور ان سے عقیدت کی بدولت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کی خوشی اور خوشنودی حاصل ہو سکتی ہے اور اسی کو آخرت میں مدارِ نجات سمجھنا چاہیئے۔ البتہ یہ عقیدہ بھی ناگزیر ہے کہ اہل بیت کے کمالات اسی دائرہ میں محصور نہیں ہیں ان ائمہ کے کمالات دوسروں کی بہ نسبت فوقیت کا درجہ لئے ہوئے ہیں۔ دوسروں کے مراتب ان ائمہ کے فضائل کی انتہا کو کہاں پہنچ سکتے ہیں۔

حضرت سلمان فارسی رضؓ

کنیت ابو عبداللہ ہے۔ سلمان بن اسلام کے نام سے مشہور و معروف ہیں۔ صحابہ میں آپ کا درجہ بہت سوں سے افضل ہے۔ آپ کو یہ شرف حاصل ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے آپ کے بارے میں فرمایا ہے کہ سلمان ہم میں سے ہیں، طریقت میں آپ نے سیدنا ابوبکر صدیق رضؓ سے کسب فیض کیا تھا آپ کا وصال ۳۳ھ میں بمقام مدائن ہوا۔

آپ نے ایک قول کے مطابق ۱۵۰ سال اور دوسرے قول کی بنیاد پر ۳۵۰ سال کی عمر پائی۔ ایک روایت یہ بھی ہے کہ آپ نے ۲۵۰ سال کی عمر پائی تھی، یہ آخری روایت قابل اعتماد ہے۔

حضرت اویس قرنی رضؓ

آپ کا نام نامی اور اسم گرامی اویس ہے اہل نجد کے قبیلہ قرن سے آپ کا علاقہ تھا۔ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے آپ کی تعریف دلو صیف فرمائی ہے۔ آپ کا عہد نبوت سے تعلق تھا۔ دو موانع ایسے پیش آ گئے تھے کہ آپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کی ملاقات و زیارت سے مشرف نہ ہو سکے تھے اولاً اس لئے کہ آپ کی والدہ بے حد ضعیف تھیں اور آپ کو شب و روز ان کی خدمت میں رہنا پڑتا تھا اور ثانیاً اس لئے کہ آپ پر ہمہ وقت حالت و کیفیت طاری رہتی تھی شتربانی آپکی وجہ معاش تھی اس سے جو کچھ یافت ہوتی

اس سے آپکی اور آپ کی والدہ کی گزر بسر ہوتی تھی۔

آپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نادیدہ عاشق تھے اور آپ کو اپنے آقا سے بیحد عقیدت تھی جب آپ کو معلوم ہوا کہ حضورؐ کے دندان مبارک غزوہ احد میں شہید ہو گئے ہیں تو یہ نہ جانتے ہوئے کہ کون سے دانت شہید ہوئے ہیں، آپ نے اپنے تمام دانت توڑ ڈالے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے وصال سے قبل یہ وصیت فرمائی تھی کہ میرا خرقہ (کالی کملی) اویس قرنیؓ کا حصہ ہے وہ ان سے پہنچا دیا جائے اور اسے میری جانب سے یہ پیغام بھی پہنچا یا جائے کہ میری امت کے حق میں دعائے مغفرت بھی کرے۔

حضرت فاروق اعظمؓ نے اپنے دور خلافت میں یا حضرت علی کرم اللہ وجہ نے اپنے عہد میں اس وصیت کی تعمیل کی۔ خرقہ بھی حضرت اویسؓ کو پہنچایا اور دعا کے لئے بھی کہا۔ روایات میں ہے کہ اللہ تعالےٰ نے آپ کی دعا سے ربیعہ اور مضر کی بھیڑوں کے بالوں کی تعداد سے زیادہ امت محمدیہ کی بخشش فرمائی اور اس کی تعداد میں اضافہ کیا۔

شواہد النبوۃ میں حضرت اویس قرنیؓ کی رحلت سے متعلق یہ آیا ہے کہ آذر بائیجان میں عرار کے مقام پر تھے کہ آخر وقت آپہنچا لوگوں نے ایک جگہ آپ کے لئے قبر کھودنی چاہی وہاں پتھر کی ایک چٹان ملی جہاں ان کی قبر پہلے سے بنی ہوئی تھی جب کفن کا ارادہ کیا تو ایسے صاف ستھرے کپڑے ملے جو کسی انسان کے ہاتھوں سے بنے ہوئے نہیں تھے۔ ان کپڑوں میں آپ کو کفنایا گیا اور اس قبر میں سپرد خاک کر دیا گیا۔

کشف المحجوب اور تذکرۃ الاولیاء میں مخدوم سید علی ہجویریؒ اور خواجہ فریدالدین عطارؒ نے تحریر کیا ہے کہ حضرت اویس قرنیؓ حضرت علی کرم اللہ وجہ کے پاس آئے اور آپ نے مشہور معرکہ صفین میں شریک ہو کر جنگ کی اور جام شہادت نوش کیا۔

ایک روایت کے بموجب آپ نے ۳۲ھ ۳ رجب کو اور دوسری روایت کی رو سے ۳۷ھ میں انتقال کیا روضۃ الریاحین میں امام عبداللہ یافعیؒ نے یہ دونوں روایات نقل کی ہیں۔

حضرت حسن بصریؒ

ابو سعید کنیت تھی آپ کا پیشہ جواہر فروشی تھا اس رعایت سے آپ حسن لولوئی کے نام سے بھی مشہور ہیں آپ جلیل القدر تابعین میں شمار کیے جاتے ہیں آپ نے حضرت عمرؓ اور ان کے علاوہ ایک سو تیس صحابہؓ سے ملاقاتیں کی ہیں، روایات میں آیا ہے کہ آپ کی والدہ ام المومنین ام سلمہ کی کنیزوں میں شامل تھیں۔

کسی نے آپ سے دریافت کیا مسلمانی کی کیا تعریف ہے اور مسلمان کسے کہتے ہیں، جواب میں آپ نے ارشاد فرمایا مسلمانی درکتاب و مسلمانان درگور (مسلمانی کتاب میں ہے اور مسلمان قبروں میں مدفون ہیں) پھر آپ سے سوال کیا گیا حضرت ہمارے دل خوابیدہ ہیں آپ کے ارشادات ان پر اثر انداز نہیں ہوتے آخر ہمیں اس کا کیا علاج کرنا چاہئیے۔ آپ نے فرمایا اگر دل خوابیدہ ہوتے تو بات ہی کیا تھی انہیں تو جھنجھوڑ کر جگایا جا سکتا تھا مگر ان پر تو موت وارد ہو چکی ہے انہیں کتنا ہی جھنجھوڑو، انہیں بیدار نہیں کیا جا سکتا۔

آپ نے ۲۱ھ میں آنکھیں کھولیں اور آپ نے ۸۹ سال کی عمر پائی ہے، ۵ رجب المرجب ۱۱۰ھ میں وفات ہوئی آپ کا مزار بصرہ کے قریب قدیم بصرہ میں (جو آج بھی آباد ہے) ہے۔

قاسم بن محمد بن ابی بکر الصدیق رض

آپ کا شمار جلیل القدر تابعین میں ہوتا ہے۔ مدینہ منورہ کے ان مشہور سات فقہا میں (جن پر مسائل کے سلسلے میں رجوع کیا جاتا تھا) آپ بھی شامل تھے۔ اپنی پھوپھی ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رض کے عائلی ماحول میں آپ نے تربیت پائی تھی۔

یحییٰ بن معاذ کا بیان ہے کہ میں نے مدینہ میں قاسم بن محمد سے زیادہ عالم و فاضل اور کسی کو نہیں پایا زیادکی رائے بھی یہی ہے کہ میری نظر میں باعتبار علم و فضل آپ کا ثانی نہ تھا۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز رض سے روایت ہے کہ خلافت میرے بس کی چیز ہوتی تو میں اسے حضرت قاسم کو سونپ دیتا اور مسند خلافت آپ کے لئے خالی کر دیتا۔ آپ کی رحلت ۱۰۷ھ یا ۱۰۸ھ یا ۱۱۲ھ یا ۱۰۲ھ میں ہوئی سنہ وفات کے سلسلے میں روایات مختلف ہیں۔

امام اعظم حضرت ابو حنیفہ رض

کنیت ابو حنیفہ، لقب امام اعظم اور اسم گرامی نعمان بن ثابت رح ہے آپ تابعین میں شمار کئے جاتے ہیں ائمہ اربعہ میں پہلے جلیل القدر امام ہیں، امام جعفر صادق رض سے آپ کو شرف ملاقات حاصل رہا ہے آپ نے جن سات صحابہ رض کو دیکھا اور جن کی صحبت سے فیض یاب ہوئے ہیں وہ یہ ہیں:۔

(۱) حضرت انس بن مالک رضؓ (۲) حضرت جابر بن عبداللہ رضؓ (۳) حضرت عبداللہ بن انس رضؓ (۴) حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰ رضؓ (۵) حضرت عبداللہ بن حرث رضؓ (۶) حضرت معقل بن یسار رضؓ (۷) واثلہ بن اسقع رضؓ۔

جن بزرگ ہستیوں نے آپ کی سند سے روایات بیان کی ہیں وہ یہ ہیں:- حضرت فضیل بن عیاضؒ (۲) خواجہ ابراہیم بن ادہم بلخیؒ (۳) حضرت بشر حافیؒ (۴) حضرت داؤد طائیؒ ـــ صاحبینؒ امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ آپ کے شاگردوں میں سے ممتاز ہیں۔ صاحب کشف المحجوب نے (مخدوم سید علی ہجویریؒ) ان مؤخر الذکر اماموں کے بارے میں یہ تحریر کیا ہے کہ ائمہ کے امام اور قائد ہیں اہل سنت و الجماعت انہیں اپنا پیشوا تسلیم کرتے ہیں علماء و فقہا کے لئے ان کا وجود مجید و شرف کا سبب ہے۔

منقول ہے کہ امام اعظمؒ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ اطہر پر حاضری دیتے تو عرض کرتے السلام علیک یا سید المرسلین گنبد خضرا سے جواب آتا و علیک السلام یا امام المسلمین۔

یحییٰ بن معاذؒ سے روایت ہے کہ میں نے خواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ میں آپ کی جستجو کہاں اور کس مقام پر کروں، ارشاد ہوا مجھے تلاش کرنا تو ابو حنیفہ کے علم کے پاس تلاش کرنا۔

خواجہ محمد پارساؒ نے تحریر کیا ہے (فصول ستہ میں) کہ امام اعظم کی ہستی ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات میں سے بمنزلہ معجزہ ہے۔ قرآن حکیم کے بعد آپ کا فقہی مسلک اس شان کا مسلک ہے کہ حضرت عیسیٰؑ نزول کے بعد چالیس سال اسی مسلک کے مطابق احکام کا نفاذ فرمائیں گے۔

روایت ہے کہ جب آپ آخری بار کعبہ کے طواف کے لئے گئے تو تمام رات یہ عالم رہا کہ ایک پاؤں پر کھڑے ہو کر نصف قرآن اور باقی نصف دوسرے پاؤں پر کھڑے ہو کر پڑھا۔ آخر میں عرض کیا، ما عرفناک حق معرفتک ولکن عبدناک حق عبادتک ہم نے تیری معرفت کا حق تو ادا نہیں کیا البتہ تیری عبادت کا حق ضرور ادا کر دیا ہے غیب سے ہاتف نے اعلان کیا، اے ابو حنیفہ تو نے معرفت کا حق بھی ادا کر دیا ہے اور عبادت کا حق بھی لہٰذا میں نے تجھے اور تیرے پیروؤں کو بخش دیا۔

نقل ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت انس بن مالک رضؓ کے دہن میں اپنا لعاب دہن اس وصیت کے ساتھ منتقل کر دیا تھا کہ اسے امام ابو حنیفہ تک پہنچا دیں۔ یہ لعاب دہن حضرت انس بن مالک رضؓ کے لب میں بصورت آبلہ محفوظ رہا جسے انہوں نے امام اعظمؒ تک جب کہ وہ ابھی عالم طفولیت میں تھے منتقل کر دیا۔ روایت ہے کہ امام اعظمؒ ہر شب ایک ہزار رکعت نماز ادا کرتے تھے آپ نے پورے تیس سال تک عشا کے وضو سے صبح کی نماز ادا کی۔ مروی ہے کہ جب تک امام اعظمؒ اس دنیا میں رہے حضرت امام شافعیؒ متولد نہیں ہوئے حالانکہ مدت حمل چار سال تک رہی۔ امام اعظمؒ کا سنہ ولادت ۸۰ھ

ہے آپ نے ستر سال کی عمر پائی بغداد شریف میں آپ کا مزار عالیہ زیارت گاہ عوام ہے۔

حضرت امام مالک رضؓ

آپ کی کنیت ابو عبداللہ تھی اور نام نامی مالک بن انس بن مالک رضؓ۔ آپ باعتبار ترتیب ائمہ اربعہ میں دوسرے جلیل القدر امام ہیں علوم دینیہ میں آپ کا مقام بہت بلند تھا حضرت امام شافعیؒ نے آپ ہی کے حضور زانوئے تلمذ تہ کیا تھا۔ آپ ۹۴ھ یا ۹۵ھ یا ۹۶ھ میں متولد ہوئے تھے اور آپ نے ربیع الآخر ۱۷۹ھ میں وفات پائی۔ آپ کا مزار عالیہ بقیع غرقد میں واقع ہے۔

حضرت امام شافعی رضؓ

آپ کی کنیت ابو عبداللہ تھی اور لقب شافعی۔ اسم سامی اور نام نامی محمد بن ادریس تھا آپ کا تعلق قبیلہ قریش سے ہے۔ آپ کا نسبی سلسلہ آٹھویں پشت میں داد ہالی نسبت سے حضور علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے جد امجد حضرت عبدالمطلب سے ملتا ہے۔ آپ کی والدہ ماجدہ کا اسم شریف ام المحسن تھا جن کا نسب نامہ یہ ہے بنت حمزہ بن القاسم بن فرید بن حسن بن علی بن ابی طالب ہے آپ اس نسبت سے ہاشمی علوی فاطمی ہونے میں ائمہ اربعہ کے سلسلے کی تیسری کڑی آپ ہی کا وجود ہے۔

آپ نے حضرت امام مالکؒ کے حضور زانوئے تلمذ طے کیا تھا عراق کو روانگی سے قبل آپ امام مالک رضؓ ہی سے کسب علوم فرماتے تھے جب آپ عراق میں فروکش تھے تو امام محمد بن حسنؒ سے علمی استفادہ کرتے تھے جو امام اعظمؒ کے ازشد تلامذہ میں سے ہیں۔

امام شافعیؒ کی پیدائش ایک روایت کے بموجب مقام غزہ میں ہوئی اور دوسری روایت کی رو سے عسقلان یا مقام منا میں ۱۵۰ھ میں آپ نے آنکھیں کھولیں۔ آپ کی وفات بروز جمعہ آخری ماہ رجب میں ۲۰۴ھ میں ہوئی۔ موصوف کا مزار عالیہ مصر کے مضافات میں واقع ہے۔ روایات میں آیا ہے کہ جب آپ صرف سات سال کے تھے تو آپ حفظ قرآن سے فراغت پا چکے تھے جب آپ کی عمر پندرہ سال کی ہوئی تو آپ منصب افتا پر فائز تھے۔ حضرت سفیان ثوریؒ فرماتے ہیں کہ اگر امام شافعیؒ کی عقل کو نصف مخلوقات کی مجموعی عقل کے ساتھ وزن کیا جائے تو امام شافعیؒ کی عقل کا پلہ بھاری رہے گا۔

حضرت امام احمد بن حنبلؒ

کنیت ابو محمد اور ابو عبداللہ تھی نسب نامہ یہ ہے :- محمد بن محمد بن حنبل الخ ائمہ اربعہ میں آپ کا شمار چوتھے درجے پر ہے
آپ نے امام شافعیؒ سے کسب علم و فیض کیا تھا۔ ۱۶۴ھ میں آپ بمقام بغداد دنیا میں آئے۔ آپ نے کل ۷۷ سال کی عمر پائی ہے۔
۱۲ ربیع الاوّل کو بروز جمعہ چاشت کے وقت ۲۴۱ھ میں بمقام بغداد ہی آپ نے سفر آخرت اختیار کیا آپ کی آخری خواب گاہ بھی
بغداد میں واقع ہے۔

منقول ہے کہ جب بغداد میں فرقہ معتزلہ نے پر پرزے نکالے تو آپ کو مجبور کیا گیا کہ آپ قرآن حکیم کے مخلوق ہونے کے حق
میں فتویٰ صادر کریں آپ کو دربار میں طلب کیا گیا جہاں دروازہ پر آپ کی ملاقات چوکیدار سے ہوئی اس نے بڑے کام کی بات کہی
اور وہ یہ کہ بہادری اور حوصلہ مندی سے کام لینا کہیں ایسا نہ ہو کہ آپ کے قدم میں لغزش آ جائے میرا اپنا حال یہ ہے کہ جب میں
چوری کے جرم میں ماخوذ ہوا تو مجھے ہزاروں عبرتناک سزائیں دی گئیں لیکن اس کے باوجود میں نے جرم کا اقرار نہیں کیا آخر وہ وقت آیا
کہ مجھے رہائی نصیب ہوئی مختصر یہ ہے کہ میں ایک سراسر بے بنیاد اور واہیات کام کے لئے عبرتناک دشواریاں اور سختیاں سہنے
کے بعد بھی اپنی ڈگر نہیں چھوڑی۔ آپ تو حق پر ہیں اور آپ کے اندر وہ طاقت ہے کہ سختیاں برداشت کرنے کے باوجود حق پر ہیں۔

امام احمدؒ فرمایا کرتے تھے کہ اس چوکیدار کی نصیحت نے میری آنکھیں کھول دیں۔ خلیفہ مامون کے مقرر کئے ہوئے آدمیوں نے
ہزار درے لگائے اور عقابین میں کھینچا لیکن آپ ستھے کہ آپنے اپنی زبان کو جنبش تک نہ دی جس وقت آپ کو سزا دی جا رہی
تھی آپ کے پیر کھلے ہوئے تھے اور ہاتھ بندھے ہوئے اس موقعہ پر غیب سے دو ہاتھ برآمد ہوئے۔ جب حاضرین نے یہ کرامت اپنی
آنکھوں سے دیکھی تو آپ کی رہائی کے احکام صادر کر دیئے لیکن اس عرصے میں آپ کو جو تکالیف پہنچی تھیں ان سے آپ جانبر نہ
ہو سکے اس زخم خوردگی کے عالم میں آپ کا انتقال ہوا۔

نزع کے عالم میں آپ اپنے زخمی ہاتھ سے کہے جاتے تھے کہ ابھی نہیں، ابھی نہیں بیٹے نے دریافت کیا، ابا جان
کیا حال ہے، فرمایا یہ وقت آزمائش کا ہے سوال کرنے کا کیا محل ہے؟ دعائے خیر کرو، میرے سرہانے جو حاضرین ہیں ان میں
ابلیس لعین بھی ہے وہ کھڑا ہوا اپنے سر پر خاک ڈال رہا ہے اور اس کی زبان پر یہ الفاظ ہیں :-

"اے احمد بن حنبل! تو اپنا ایمان اور جان میرے ہاتھ سے بچا کر لے گیا"

اور میں جواب میں یہ کہہ رہا ہوں، ابھی نہیں جب تک یہ نفس امارہ موجود ہے خطرہ ہی خطرہ ہے امن و سلامتی کا امکان

اور موقع نہیں ہے۔

جب امام کی روح پرواز کر گئی اور جنازہ اٹھا تو پرندے دیکھے گئے کہ جنازہ پر آکر گر رہے ہیں اس سے متاثر ہو کر چالیس ہزار آتش پرستوں اور گبر پرستوں نے اسلام قبول کیا، یہ لوگ زنار توڑ توڑ کر پھینکتے جاتے اور بآواز بلند کہتے :۔

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت امام ابو یوسف رح

آپ کا اصل اسم شریف یعقوب بن ابراہیم ہے۔ کوفہ آپ کا وطن مالوف تھا امام اعظم رض کے جلیل القدر شاگردوں میں آپ کا شمار ہوتا ہے امام اعظم رض نے آپ کی بڑی تعریف و توصیف فرمائی ہے اور اکثر آپ کو قاضی القضاۃ کہا کرتے تھے اگرچہ خود بھی قضا و افتا سے واسطہ تھا۔ عوام میں بھی آپ قاضی مشہور تھے آپ کا معمول یہ تھا کہ روزانہ دو سو نفل ادا کرتے تھے آپ نے اپنی وفات سے قبل یہ وصیت فرمائی کہ میں نے جتنے فتوے دیے ہیں آج ان سب سے رجوع کرتا ہوں البتہ وہ فتاویٰ مستثنیٰ ہیں جو کتاب و سنت کے احکام سے مطابقت رکھتے ہیں آپ نے ۷ ربیع ۱۸۲ھ میں وفات پائی۔ آپ کی عمر وصال کے وقت ستر سال کی تھی۔ آخری آرام گاہ بغداد میں ہے۔

حضرت امام محمد شیبانی رح

آپ کے والد ماجد حسن کے نام سے مشہور تھے۔ شام سے ہجرت کے بعد عراق کے شہر واسط میں سکونت اختیار کر لی تھی یہیں امام محمد متولد ہوئے۔ آپ کی تربیت کوفہ میں ہوئی۔ آپ کا علاقہ ایک خوش حال گھرانے سے تھا آپ کے والد ماجد حسن اچھے خاصے صاحب دولت و ثروت تھے۔

امام محمد رح حضرت امام اعظم رح کے عظیم المرتبت شاگردوں میں شمار ہوتے ہیں اور آپ وہ ہیں جن کے توسط سے امام اعظم رح کا مسلک عالمگیر ہو گیا آپ اور امام ابو یوسف دونوں امامین اور صاحبین کہلاتے ہیں آپ کے قلم سے کئی مستند اور معتبر تصانیف ہیں امام شافعی رح آپ کے شاگردوں میں تھے۔ سلطان المشائخ نے حضرت گنج شکر رح کے ملفوظات کے ضمن میں تحریر کیا ہے کہ امام شافعی رح ایک دفعہ امام محمد رح کے ہمراہ کہیں جا رہے تھے اور یہ فرماتے جاتے تھے کہ اگر میں یہ کہہ دوں کہ قرآن شریف کا نزول محمد بن حسن رح کی زبان میں ہوا ہے تو

اس میں کوئی مبالغہ نہیں ہے اور میں یہ بات محض اس اعتماد پر کہتا ہوں کہ امام محمدؒ کی زبان میں فصاحت و بلاغت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے۔

آپ کا وصال ۴ جمادی الآخر ۱۸۹ھ میں ہوا۔ آپ کا مزار عالیہ رے میں ہے۔

چونکہ ائمہ اربعہ دین قیم کے ستون اور عناصر اربعہ ہیں اور اہل سنت والجماعت کے مسلک کی بقا اور اس کا استحکام انہی ائمہ اربعہ سے وابستہ ہے اس لیئے ان کا ذکر مقدم کیا گیا اب اس سے فراغت کے بعد اولیائے کرام کا ذکر شروع ہوتا ہے۔ نفحات الانس، کشف المحجوب، تذکرۃ الاولیا اور ازیں قبل دیگر کتب میں اولیاء اللہ کے حالات تفصیل سے دیئے گئے ہیں اور اس تفصیل کے ساتھ ساتھ سلسلہ وار ترتیب کا لحاظ بھی رکھا گیا ہے اس احقر نے بھی ان کے تتبع میں اولیائے کرام کے حالات میں تسلسل کی رعایت رکھی ہے۔

بعض وہ متقدمین جن کے سلاسل کا علم موثق اور معتمد ذرائع و مسائل سے نہیں ہوسکا ان کا ذکر ایک جداگانہ فصل میں آیا ہے۔ مشائخ سے مریدین کی نسبت تین طریقوں پر ہے اولاً بذریعہ خرقہ ثانیاً بذریعہ تعلیم اور ثالثاً صحبت و خدمت کے صدقے میں۔ خرقے کی دو قسمیں ہیں ایک خرقۂ ارادت کہلاتا ہے اور وہ صرف ایک ہی شیخ سے مل سکتا ہے دوسرے خرقۂ تبرک وہ اکثر اور متعدد مشائخ سے بر سبیل تبرک حاصل ہو سکتا ہے۔

سلسلۂ عالیہ قادریہ

حضرت شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانیؒ غوث الاعظم

سے منسوب ہے ـــــــ حسنی و حسینی شیخ

سلسلۂ عالیہ قادریہ غوث اعظم حضرت شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانیؒ کی پردہ پوشی کے بعد سے سلسلۂ قادریہ کہلاتا ہے یہ سلسلہ سید الطائفہ حضرت جنید بغدادیؒ تک چلا جاتا ہے۔ (سید الطائفہ سے ماقبل شہزادہ دارا شکوہ نے تبرکاً ان کے ذو پیش رو شیوخ سے اس داستان کا آغاز کیا ہے)

حضرت شیخ معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ

کنیت ابو محفوظ تھی اور اسم گرامی معروف آپ کے والد ماجد فیروز یا فیروزان تھے بروایت دیگر آپ کا اسم گرامی معروف بن علی الکرخی تھا شروع شروع میں اپنے آبائی دین آتش پرستی پر قائم تھے امام علی بن موسیٰ رضاؒ کے دست اقدس پر مشرف بہ اسلام ہوئے اور حنفی مشرب کے مطابق عقائد پر کاربند ہوئے حضرت امام علی بن موسیٰؓ آپ سے تعلق خاطر رکھتے تھے۔ آپ نے جو کچھ حاصل کیا یہ سب امام عالی مقام کے طفیل تھا۔ آپ کو امام علی بن موسیٰؓ کے یہاں دربانی کی خدمات سپرد تھیں۔

صاحب تذکرۃ الاولیاءؒ (حضرت خواجہ فریدالدین عطارؒ) نے تحریر کیا ہے کہ اگر آپ عارف باللہ نہ ہوتے تو معروف بھی نہ ہوتے آپ نے امام اعظمؒ کے شاگرد حضرت داؤد طائیؒ کا فیض صحبت اٹھایا ہے طریقت میں آپ کو حبیب راعیؒ سے ارادت و عقیدت تھی اور حبیب راعیؒ حضرت سلمان فارسیؓ کے مرید تھے۔

روایات میں آیا ہے کہ ایک دن معروف کرخیؒ کا وضو ساقط ہو گیا تو آپ نے فوراً وضو کا اہتمام کیا لوگوں نے ان کی خدمت میں عرض کیا کہ حضرت دجلہ پاس ہی ہے۔ تیمم کی ضرورت ہی کیا ہے، ارشاد فرمایا کہ اگر دجلہ تک پہنچتے پہنچتے موت آ گئی تو میری موت ناپاکی کی حالت میں ہو گی۔

منقول ہے کہ ایک دن امام رضاؓ کے آستانے پر لوگوں کا بڑا ہجوم تھا کھڑے کھڑے آپ کے ہاتھ پیر تھک گئے اور اسی میں بیماری نے آپ کو آ دبایا۔ حضرت سری سقطیؒ نے عرض کیا کہ مجھے وصیت کیجئے، فرمایا میری موت سے پیشتر ہی میرا پیراہن صرف میں دے دو۔ میں چاہتا ہوں کہ دنیا سے اس برہنگی کے عالم رخصت ہوں جس عالم میں، دنیا میں آیا تھا۔ اس میں کوئی شک نہیں

کہ تجرید اور ترک تعلق میں آپ کی مثال نہ تھی صاحب کشف المحجوب نے لکھا ہے کہ حضرت معروف کے مناقب و فضائل کی کوئی حد نہیں ہے۔ علوم میں آپ قوم کے مقتدا اور سردار ہیں۔

آپ کا ارشاد ہے کہ جوانمردوں کی تین علامتیں ہیں۔ اولاً وفاداری جس پر بے وفائی کی پرچھائی تک نہ پڑے ثانیاً ستائش جو کسی کے جود و سخا کے نتیجے میں نہ ہو اور ثالثاً بغیر طلب کے داد و دہش۔

آپ ۲ محرم سنہ ۲۰۰ھ میں اللہ کو پیارے ہوگئے۔ آپ کا مزار عالیہ بغداد شریف میں ہے اور مرجع خاص و عام ہے ہزاروں بار کی آزمائی ہوئی بات ہے کہ جو دعا بھی آپ کے مزار کے توسط سے مانگی جاتی ہے قبول ہوتی ہے۔

حضرت شیخ سری بن المفلس السقطی رح

کنیت ابوالحسن تھی اور شیخ معروف کرخیؒ سے شرف بیعت۔ اپنے دور کے امام طریقت ہوئے ہیں۔ صاحب تصرف شیخ اور فاضل متبحر تھے ــــ آپ کا ارشاد ہے کہ مرد وہ ہے جو بازار میں بھی ذکر الٰہی کا حق ادا کرے لین دین اور بیوپار میں مشغول رہتے ہوئے بھی ایک لحظہ کے لئے اسے یاد الٰہی سے غفلت نہیں برتنی چاہیئے آپ نے فرمایا کہ بہادر اور مرد دلیر وہ ہے جو اپنے نفس امارہ پر غلبہ پالے۔ نیز یہ بھی ارشاد فرمایا، ادب سے دل کی ترجمانی ہوتی ہے جو شخص اپنے نفس کی اصلاح اور اس کی تربیت سے عاجز و درماندہ رہتا ہے وہ دوسروں کو ادب کی کیا تعلیم دے سکتا ہے اگر دل میں دوسری چیز موجود ہو تو پانچ چیزیں دل میں نہیں رہتیں۔ خوف خدا، رجا، محبت، حیا، خلق خدا سے شفقت آپ کا ارشاد ہے کہ مرد خدا وہ ہے جس میں خلق خدا کی دلآزاری نہ ہو آپ نے فرمایا، میں دن میں کئی کئی بار آئینے میں اپنا منہ دیکھتا ہوں اس ڈر سے کہیں ایسا نہ ہو کسی گناہ کی سزا میں میری صورت مسخ ہو جائے۔

سید الطائفہ حضرت جنید بغدادیؒ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت سری سقطیؒ سے زیادہ کامل العبادت کسی کو نہیں پایا۔ ۹۸ سال گزر گئے اس عالم میں کہ راحت و آرام کے لئے زمین پر پہلو تک نہیں ٹیکا، مرض الموت کی حالت میں آپ کے بستر پر دراز ہونے کی صورت اس سے مستثنیٰ ہے۔ نیز یہ فرمایا کہ میں نے نزع کے وقت آپ سے وصیت کی درخواست کی تو فرمایا کہ لوگوں سے میل جول کی خاطر یاد خدا سے غافل نہ ہونا۔ میں نے عرض کیا، کاش یہ نصیحت آپ پہلے ہی فرما دیتے تو میں آپ کی صحبت میں وقت صرف نہ کرتا۔

آپ نے منگل کے دن صبح سویرے ۳ رمضان المبارک سنہ ۲۵۰ھ میں وفات پائی۔ آپ کی آخری آرام گاہ بغداد میں ہے۔

سید الطائفہ حضرت شیخ جنید بغدادیؒ

ابوالقاسم کنیت تھی۔ آپ جن القاب سے یاد کیے جاتے ہیں وہ یہ ہیں: سید الطائفہ، طاؤس العلما، قواریری، زجاج اور

خزاز ہیں۔ قواریری و زجاج کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ آپ کے والد ماجد محمد بن جنید آبگینہ فروش تھے نہاوند کے باشندے تھے لیکن آپ کا وطن مالوف اور مولد بغداد ہے۔ مذہب طریقت میں آپ حضرت سفیان ثوری کے متبع تھے حضرت سری سقطیؒ کے رشتے میں بھانجے بھی تھے اور مرید بھی۔ اکابر مشائخ کی نظر میں آپ انوار سعادت کا مطلع اور حقائق و اسرار کا بحر ہے کراں تھے طریقت و حقیقت میں آپ سرگروہ اہل صفا تھے آپ اپنے دور کے مقتدا اور امام السادات تھے۔ حارث محاسبی محمد قصاب آپ کی صحبت میں شب و روز گزارتے تھے۔ رویم، ابوالحسن نوری، شبلی اور خزاز وغیرہم اولیاء و صوفیہ کے سلسلے آپ کی ذات سے منسوب تھے جنید یہ وہ تمام مشائخ کہلاتے ہیں جن کی آپ سے نسبت تھی۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کا لقب سید الطائفہ اور امام الائمہ ہے۔ طریقت میں آپ کا ہر قول سند کا درجہ رکھتا ہے اور متقدمین و متاخرین میں سے کسی کی بھی مجال نہیں کہ آپ کے ظاہر و باطن پر انگشت نمائی کر سکے۔ آپ مرجع خاص و عام تھے آپ کے مشرب کی اساس صحو پر تھی۔ صاحب کشف المحجوب نے بڑی تفصیل کے ساتھ صحو کے معنی و مفہوم پر روشنی ڈالی ہے۔

ایک دن کی بات ہے کہ کسی نے حضرت سری سقطیؒ سے دریافت کیا، کیا ایسا بھی ہے کہ کوئی مرید درجے میں اپنے پیر و مرشد سے سبقت لیجائے، فرمایا یہ اظہر من الشمس ہے کہ جنید بغدادی مرتبے میں مجھ سے فائق ہے خلیفہ بغداد نے ایک دفعہ رویم کو بے ادب کہہ کر خطاب کیا، رویم نے اس کے رد میں کہا میں کیسے بے ادب ہو سکتا ہوں میرا نصف دن تو سید الطائفہ حضرت جنید بغدادیؒ کی صحبت میں گزرتا ہے، میں بے ادبی کا کیسے ارتکاب کر سکتا ہوں۔

شیخ ابو جعفر حدادؒ نے فرمایا ہے کہ اگر عقل مرد ہوتی تو اس کی شکل و شباہت بالکل جنیدؒ ایسی ہوتی۔ حضرت جنیدؒ پورے تیس۳۰ سال تک ایک پاؤں پر کھڑے رہ کر ذکر و فکر میں مشغول رہتے تھے یہاں تک کہ نماز فجر کا وقت آجاتا اور اس عشا کے وضو سے نماز فجر ادا فرماتے۔ وہ فرماتے تھے کہ تیس۳۰ سال تک اللہ تعالٰی نے حضرت جنید سے جنید کی زبان میں گفتگو کی ہے اور کسی کو اس کا علم تک بھی نہیں ہوا نیز فرمایا ایک دن میرا دل پہلو سے غائب ہو گیا میں نے خدا سے عرض کیا، بار الٰہ! میرا دل لوٹا دے، جواب ملا کہ ہم اپنے جنید کے پاس تیرا دل لے گئے تھے تاکہ تو ہماری معیت میں رہے تو پھر یہ کیوں مطالبہ کرتا ہے کہ تیرا دل ہمارے غیر سے رشتہ جوڑے (جنید کی یاد کو خدا نے اپنی یاد قرار دیا ہے) روایات میں آیا ہے کہ کسی بزرگ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا اس عالم میں کہ آپ تشریف فرما ہیں اور حضرت جنید خدمت میں حاضر ہیں اس اثنا میں کسی شخص نے حاضر ہو کر فتوے طلب کیا آنحضرتؐ نے فرمایا کہ فتوے جنید سے لو۔ اس شخص نے عرض کیا، یا رسول اللہ! آپ کی موجودگی میں دوسرے سے فتوے کیوں لوں۔ ارشاد فرمایا کہ تمام انبیاء کو جس طرح اپنی اپنی امت پر ناز ہے مجھے اپنے جنید پر فخر ہے۔

حضرت جنید بغدادیؒ سماع و وجد سے محترز تھے اور ظاہر و باطن میں کبھی خلاف شریعت فعل آپ سے ظہور میں نہیں آتا تھا ــــــ منقول ہے آپ ایک دن وعظ فرما رہے تھے ایک مرید نے نعرہ بلند کیا آپ نے اس سے اس کو روکا اور اور فرمایا کہ اگر آئندہ تو نے پھر نعرہ بلند کیا تو پھر تجھے ہم سے کوئی تعلق نہ ہوگا۔ اس نوجوان نے آئندہ کے لئے توبہ کی اور پھر اپنے جذبات پر قابو پانے میں بڑی حد تک ضبط و تحمل سے کام لیا۔ ایک دن جب وہ بے قابو ہوگیا تو اس کی موت واقع ہوگئی۔ لوگوں نے دیکھا کہ وہ جل بھن کر خاکستر ہوگیا تھا۔

منقول ہے کہ ایک چور کو سولی دینے کے لئے تختہ پر لٹکایا ہوا تھا آپ نے دیکھا تو چور کے پاؤں چومے حاضرین نے دریافت کیا تو فرمایا یہ چور تعریف و تحسین کا مستحق ہے کہ اپنے کام میں بڑی جوانمردی کے ساتھ لگا رہا اور اپنے فن میں اس نے اتنا کمال حاصل کیا کہ آخر اس مقام تک پہنچ گیا لیکن پھر بھی اس نے توبہ نہیں کی۔

بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت جنید بغدادیؒ کی محفل میں ایک شخص نے کھڑے ہو کر یہ سوال کیا کہ حضرت کس وقت دل خوش رہ سکتا ہے؟ آپ نے فرمایا جس وقت دل جلوہ گاہ کبریا بن جائے (یعنی خدا ہی خدا نظر آئے) ایک دفعہ آپ نے فرمایا کہ جو مرد ہیں نہیں مردانہ خصائل اختیار کرنے چاہئیں شبہات و اوہام کے چکر میں ہرگز نہیں پھنسنا چاہیئے۔ آپ نے یہ بھی فرمایا کہ جس نے خدا کی معرفت حاصل نہیں کی وہ کبھی شاد و مسرور نہیں رہ سکتا۔ نیز فرمایا کہ جب وقت گزر جاتا ہے تو اس کا لوٹ آنا محال ہے۔ وقت سے زیادہ انمول اور بیش بہا شے اور کوئی نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا، مردانگی اس میں ہے کہ اپنا بوجھ دوسروں پر نہ ڈالا جائے اور جو کچھ اپنے پاس جمع پونجی ہے اسے دوسروں پر تقسیم کر دینا چاہیئے۔

آپ کا ارشاد ہے کہ خلق چار خصلتوں کے مجموعے کا نام ہے سخاوت، الفت، نصیحت اور شفقت۔ شفقت یہ ہے کہ تو لوگوں کے ساتھ رضا و رغبت سے سلوک کرے اور جو کچھ تجھ سے مانگا جائے اس کے دے دینے میں تجھے مطلق کوئی تامل نہ ہو اس داد و دہش پر احسان نہ جتا کیونکہ وہ عاجز و درماندہ ہیں اور اپنے اندر قوت و استطاعت نہیں رکھتے ان سے ایسی زبان میں گفتگو نہ کر جسے وہ سمجھ نہ سکیں۔

کسی نے آپ سے دریافت کیا کہ ہم کس کی صحبت میں نشست و برخاست رکھیں، فرمایا ایسے شخص سے میل جول رکھو جو نیکی کرے لیکن اسے جتلائے نہیں۔ کسی نے پوچھا کہ زندگی سے زیادہ افضل بھی کوئی شے ہے، فرمایا، ہاں وہ ہے رونا۔ کسی نے دریافت کیا، بندہ کی تعریف کیا ہے فرمایا وہ شخص جو دوسروں کی بندگی سے آزاد ہو، آپ سے سوال کیا گیا، قرب خداوندی کے حصول کی کیا سبیل ہے؟ آپ نے فرمایا ترک دنیا اور نفس کے خلاف عمل خدا رسی کا یہی وسیلہ ہے۔

روایات میں آیا ہے کہ رات کے وقت میں نماز میں مشغول تھا میں نے ہر چند کوشش کی لیکن میرا نفس ایک سجدہ کی بھی مجھے جازت

نہیں دیتا تھا اس پریشانی میں ہیں اور کچھ تو نہیں کر سکتا تھا بس یہی کیا کہ دروازہ کھول کر باہر نکلنے کی ٹھانی میں نے دروازہ کھولا تو دیکھتا کیا ہوں کہ ایک نوجوان کمبل میں لپٹا ہوا دروازہ کے باہر پڑا ہوا ہے مجھے دیکھ کر اس نے کہا میں اتنی مدت سے تیرے انتظار میں ہوں میں نے کہا معلوم ہوتا ہے تو ہی ہے جس نے میرا سکون چھینا ہے اس نے کہا بے شک وہ میں ہی ہوں مجھے یہ بتائیے کہ جس نفس میں درد ہو اور اس کے علاج کی کوئی صورت نہ ہو وہ کیا کرے میں نے جواب میں کہا جب تو نفس کی خواہش کے خلاف چلے گا تو اس کا درد درماں اور اس کی تکلیف اسی کا علاج بن جائے گی جب میں نے اسے یہ جواب دیا تو اس نے اپنا سر گریبان میں ڈال کر اپنے نفس سے کہا، تو نے مجھ سے یہی جواب سن لیا تھا، اب یہی جواب تو نے جنیدؒ کی زبان سے بھی سن لیا اس نے یہ کہا اور ایک طرف کو ہو لیا مجھے نہیں خبر کہ وہ کہاں سے آیا تھا اور اس نے کہاں کا رخ کیا۔

آپ نے بروز شنبہ ۲۷ رجب ۲۹۷ھ کو وفات پائی "تاریخ یافعی میں سنہ وفات ۲۹۷ھ اور ایک دوسری روایت میں ۲۹۹ھ ہے پہلا قول زیادہ صحیح ہے —— روایت ہے کہ جب آپ کے وصال کا وقت قریب آپہنچا تو آپ کی زبان پر تسبیح جاری تھی۔ چار انگلیاں بندھی ہوئی تھیں اور انگشت شہادت کھلی تھی بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھی، آنکھیں بند کیں اور اپنے مولا سے جا ملے۔

غسال نے غسل دیتے وقت یہ کوشش کی کہ آنکھوں کے اندر پانی ڈالے، آواز آئی ہمارے دوست کی آنکھوں سے اپنے ہاتھ علیحدہ رکھو جو آنکھ ہمارا نام لے کر بند ہو وہ ہمارے لئے کھل سکتی ہے پھر چاہا کہ آپ کی انگلیاں کھول کر سیدھی کی جائیں پھر آواز آئی کہ جو انگلیاں ہمارا نام لے کر بند ہوں وہ ہمارے حکم ہی سے کھل سکتی ہیں جب آپ کا جنازہ اٹھا تو جنازہ پر ایک کبوتر آکر بیٹھ گیا، ہر چند کوشش کی کہ اس کبوتر کو اڑایا جائے وہ کسی طرح نہیں اڑتا تھا پھر اس نے (کبوتر نے) کہا، اپنے آپ کو اور مجھے الجھن اور پریشانی میں نہ ڈالو میرے پنجے اس جنازہ کے گوشوں پر عشق کی میخوں سے جڑے اور گڑے ہوئے ہیں آج جنید کا قالب فرشتوں کے کاندھوں پر ہے اگر تم لوگ ادھم نہ مچاتے تو جنید کا جسم سفید باز کی صورت ہمارے ساتھ ہوا میں پرواز کر جاتا۔ آپ کا مزار مقدس بغداد میں ہے۔

حضرت شیخ ابوبکر شبلیؒ

کنیت ابوبکر تھی اور نام نامی جعفر بن یونس اور ایک دوسری روایت میں دلف بن جحدر بھی نام ہے۔ آپ حضرت جنید بغدادیؒ کے خاص الخاص مرید تھے اس بارگاہ سے آپ کو خرقہ ملا تھا چنانچہ شیخ فرماتے تھے، ہر قوم کا ایک سردار ہوتا ہے اور اس قوم کے سردار شبلیؒ ہیں آپ مالکی مذہب پر کاربند تھے۔ ایک روایت ہے کہ آپ کا خاندان خراسان کے موضع شبیلہ سے تعلق رکھتا تھا۔ طبقات سلمی میں آیا ہے آپ وصل کے اعتبار سے خراسانی ہیں اور آپ کا مولد بغداد شریف ہے ایک روایت کے بموجب آپ کا مقام پیدائش سامرہ ہے۔ آپ کی وصل سر و شینہ ہے جو فرغانہ کے مضافات سے ہے۔ شروع میں آپ کی خلافت مخفی تھی آپ کی وفات بروز جمعہ ۲۷ ذی الحجہ ۳۳۴ھ کو ہوئی آپ

کی عمر ۸۸ سال کی تھی۔ آپ کا مزار مبارک بغداد شریف میں واقع ہے اس کی لوح پر کندہ ہے "جعفر بن یونس"۔

بیان کیا جاتا ہے کہ سال کے آواخر میں حضرت شبلیؒ اللہ اللہ کہتے تھے اور کلمہ لا الہ الا اللہ کا ورد نہیں کرتے تھے اس بنا پر اس وقت کے مشائخ کو آپ کے بارے میں شکوک و شبہات ہو گئے تھے اور عوام نے زبان طعن و تشنیع دراز کرنا شروع کی مگر چونکہ آپ کی شخصیت باعث جلال تھی اس لئے کسی کو آپ سے سوال کی جرأت نہیں ہوتی تھی۔ ایک دن ایک نوجوان آپ کی مجلس میں پہنچا اور وہ کچھ اتنا بے خود ہوا کہ آخر میں نصیحت کی درخواست کی آپ نے فرمایا کہ اس گروہ کو چاہیئے کہ ہر سانس کو آخری سانس سمجھے اور اس آخری سانس میں لا الہ الا اللہ نہیں بلکہ اللہ ہونا چاہیئے کیونکہ ہو سکتا ہے کہ اللہ سے پہلے نفی لا زبان پر ہو اور سانس منقطع ہو جائے۔ جوان نے عرض کیا، میں اس سے اعلیٰ نصیحت چاہتا ہوں آپ نے فرمایا کہ "لا غیر اللہ کی نفی کے لئے ہے اور میں اس کی ذات کے سوائے اور کسی کو نہیں دیکھتا۔ جوان نے مزید صراحت کا مطالبہ کیا، آپ نے فرمایا، اس معاملے اور اس سلسلے میں، میں نے صدیق اکبرؓ کی پیروی کی ہے۔

روایت ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کو تین بار حسب حیثیت استطاعت انفاق فی سبیل اللہ کی ہدایت فرمائی تھی، صدیق اکبرؓ نے ہر بار اپنا سارا مال راہ مولا میں قربان کر دیا تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر مرتبہ ان سے پوچھا کہ اے ابو بکر صدیق! اہل و عیال کے لئے کیا کچھ چھوڑا؟۔ صدیق اکبرؓ نے پہلی مرتبہ جواب میں عرض کیا، اولاد یا تو نیک ہوتی ہے یا بد یہی دو حالتیں ہیں اگر وہ نیک ہوں گے تو خدا نیکیوں کو ضائع اور تباہ نہیں ہونے دیتا اور اگر وہ بد ہیں تو مجھے ان سے کیا سروکار؟ دوسری مرتبہ کے جواب میں عرض کیا کہ میں نے ان کے لئے سورہ واقعہ کی تلاوت کا عمل چھوڑ دیا ہے کہ بعد مغرب اس کا معمول ہے۔

تیسری دفعہ کے جواب میں حضرت ابو بکر صدیقؓ نے یہ عرض کیا کہ عمر الفاروقؓ اگر کسی دن مجھ سے گوئے سبقت لے جا سکتے ہیں تو وہ آج کا دن ہے کیونکہ عمر الفاروقؓ دولت مند ہیں اور ابو بکر صدیقؓ ایک غریب و مسکین۔ عمر الفاروقؓ نے اپنا نصف مال راہ مولا میں پیش کیا اور صدیق اکبرؓ نے تمام مال۔ چنانچہ روایت ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اس دن جبرئیل امین کو انسانی شکل میں دیکھا کہ کھجور کی چھال جسم سے لپیٹے ہوئے ہیں اس کا سبب پوچھا گیا تو حضرت جبرئیل نے عرض کیا، یا رسول اللہ! آج آسمان پر تمام فرشتوں نے ابو بکرؓ کی اتباع میں کھجور کی چھال پہنی ہے۔ تھوڑی دیر کے بعد صدیق اکبرؓ کو لوگوں نے دیکھا کہ کھجور کی چھال سے اپنے جسم کو لپیٹے ہوئے ہیں ایک پرانی بوری، پگڑی اور ایک کرتا جو آپ پہنا کرتے تھے سر اقدس پر اٹھائے ہوئے آ رہے ہیں اس دن صدیق اکبرؓ کے پاس اس لباس کے علاوہ اور کچھ نہ تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب پوچھا کہ صدیقؓ! اہل و عیال کے لئے کیا چھوڑ آئے ہو۔ صدیق اکبرؓ نے اس تیسری دفعہ کے سوال کا جواب صرف یہ دیا کہ "اللہ" کا نام چھوڑ آیا ہے ——— نوجوان نے حضرت شبلیؒ سے پھر وضاحت چاہی اس پر حضرت شبلیؒ نے فرمایا، اے جوان! میں نے بہت سے مثالیں اور نظیریں پیش کر دی ہیں لیکن تو ان پر قانع نہیں ہے، اچھا تو پھر میں اعلیٰ ترین نظیر پیش کرتا ہوں اور وہ یہ کہ یہ طریق ذکر حکم باری تعالیٰ کی تعمیل میں ہے کیوں کہ اس نے اپنے

کلام پاک میں ارشاد فرمایا ہے:-

قل اللہ ثم ذرھم فی خوضھم یلعبون ـــ یعنی اے محمدؐ کہہ دیجئے کہ بس اللہ کافی ہے ان سب کو کھیل کود میں مشغول رہنے دیجئے اور ان سے کوئی واسطہ نہ رکھئے ـــــــ نوجوان نے عرض کیا، اللہ تعالٰی آپ کو جزائے خیر دے میرے لئے یہ نظیر بہت زیادہ اطمینان بخش ہے اس کے بعد اس نے ایک نعرہ بلند کیا اور جاں بحق تسلیم ہوگیا۔

اس نوجوان کے ورثا نے حضرت شبلیؒ پر خون کا دعوٰے دائر کردیا شیخ شبلیؒ نے اپنی صفائی میں فرمایا اس کی رُوح نے اشتیاق کا ثبوت دیا فریاد وفغاں تک نوبت پہنچی اس طرف سے دعوت کا اعلان ہوا اس نے اس پر لبیک کہا اور حق سے واصل ہوگئی اس میں میری کیا خطا ہے۔ ورثائے اپنا دعوٰے واپس لے لیا اور حضرت شبلیؒ کو بے جرم وخطا سمجھ کر معاف کردیا۔

روایات میں آیا ہے کہ آپ سے کسی نے دریافت کیا کہ اکرم الاکرمین کی تعریف کیا ہے؟ اور اس شان کا مظاہرہ کب ہوتا ہے؟ فرمایا جب اس صفت کا حامل کسی گناہ سے درگذرے اور پھر اس گناہ پر کسی قسم کا مواخذہ نہ کرے یہ کہنا بھی گناہ ہے کہ میں نے اپنے فلاں دوست کی کوتاہیوں اور لغزشوں سے درگزر کیا ہے۔

حضرت شیخ عبدالواحد تمیمیؒ

آپ کی کنیت ابوالفضل تھی آپ کے والد ماجد کا اسم گرامی عبدالعزیز بن حرث بن اسد ہے آپ کا حضرت شبلیؒ کے افضل ترین مریدوں میں شمار ہوتا ہے۔ جمادی الآخر ۴۲۵ھ میں آپ کا وصال ہوا۔ آپ کا مزار مبارک حضرت امام حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے مقبرہ میں واقع ہے۔

حضرت شیخ ابوالفرح طرطوسیؒ

آپ طرطوس کے باشندے تھے حضرت شیخ عبدالواحد تمیمی کے مریدین میں آپ کا شمار ہوتا ہے اپنے دور اور اپنے عصر کے صاحب مقام درویش اور جامع الکمالات شیخ ہوئے ہیں۔

حضرت شیخ ابوالحسن ہنکاریؒ

آپ کا اسم شریف علی بن محمد بن جعفر القرشی الہنکاری ہے آپ نے حضرت شیخ ابوالفرح طرطوسیؒ کے دست اقدس پر بیعت کی تھی۔ اپنے زمانے کے صاحب کشف وکرامات شیخ تھے آپ کا وصال ماہ محرم ۴۸۶ھ میں ہوگیا۔

حضرت شیخ ابو سعید مبارک رح

آپ کا اسم گرامی اور نام نامی مبارک بن علی بن حسین المخزومی ہے۔ آپ سلطان العارفین، سرگروہ صوفیہ، قبلۂ سالکین، شیخ طریقت، محرم اسرار خفی و جلی جامع العلوم۔ ظاہر و باطن میں اعلےٰ کمالات کے حامل حضرت خضر علیہ السلام کے رفیق و ندیم تھے۔ حنبلی المذہب شیخ ہوئے ہیں۔ حضرت شیخ ابو الحسن ہنکاری رح سے بیعت تھے۔ محبوب سبحانی قطب ربانی حضرت شیخ محی الدین عبد القادر جیلانی رح نے آپ ہی سے خرقۂ ولایت حاصل کیا تھا۔ غوث اعظم فرماتے ہیں کہ میں نے آغاز کار میں اللہ تعالیٰ سے یہ عہد کیا تھا کہ میں اس وقت تک کچھ نہ کھاؤں گا جب تک وہ خود نہ کھلائیں اور نہ کچھ پیوں گا جب تک وہ خود نہ پلائیں۔ چالیس دن اسی حال میں گزرے تو ایک شخص نمودار ہوا اور کچھ کھانا مجھے دے کر رخصت ہوا۔ بھوک کے مارے میرا حال اس نوبت کو پہنچ چکا تھا کہ میرا نفس کھانے پر آمادہ ہوا چاہتا تھا میں نے اپنے دل میں کہا، بخدا میں نے اپنے مولا سے جو عہد و پیمان باندھا ہے میں اس پر قائم رہا ہوں ناگہاں غیب سے میں نے آواز سنی کہ کوئی الجوع الجوع (بھوک بھوک) کہہ رہا ہے اس اثنا میں حضرت ابو سعید مخزومی نے نزول اجلال فرمایا، یہ آواز سنی تو فرمایا، عبد القادر کیا ہے؟ میں نے عرض کیا، یہ میرے نفس کی بے کلی اور بے چینی ہے لیکن روح اپنی جگہ پر ہے اور استغراق و محویت کے عالم میں ہے آپ نے فرمایا، اچھا ہمارے گھر چلو میں نے بڑی دلسوزی سے عرض کیا، میں یہاں سے نہیں ہلوں گا اتنے میں حضرت خضر علیہ السلام تشریف فرما ہوئے اور فرمانے لگے اٹھو اور ابو سعید کی خدمت میں چلے چلو۔ میں چل دیا تو دیکھتا کیا ہوں کہ حضرت ابو سعید اپنے دولت خانے کے دروازے پر کھڑے ہوئے میرے لئے چشم براہ ہیں۔ مجھے دیکھتے ہی فرمانے لگے، اے عبد القادر! میں نے جو بات کہی تھی وہ تیرے لئے کافی نہ تھی کہ تو نے حضرت خضر علیہ السلام کو بھی زحمت دی یہ فرمایا اور اپنے دولت خانے کے اندر مجھے اپنے ساتھ لے گئے اور جو کھانا تیار تھا لقمہ لقمہ میرے منہ میں اپنے ہاتھ سے دیتے جاتے تھے یہاں تک کہ میں شکم سیر ہو گیا بعد ازاں آپ نے مجھے خرقہ پہنایا میں آپ کی صحبت میں رہنے لگا۔ مدرسہ باب الازج کی عمارت جو غوث اعظم کے دربار میں ہے آپ ہی کی تعمیر کرائی ہوئی ہے چنانچہ حضرت غوث الاعظم کا مزار عالیہ اسی عمارت میں ہے۔ حضرت ابو سعید مخزومی رح نے ۵۱۳ھ میں وفات پائی تھی۔

حضرت شیخ حماد دباس رح

آپ کی کنیت ابو عبد اللہ تھی اور اسم شریف حماد بن مسلم۔ دبّاس آپ کا لقب تھا جس کے معنی ہیں ٹھنڈا پانی بیچنے والا۔ آپ حضرت غوث اعظمؒ کے خاص الخاص مصاحبین میں سے تھے اپنے زمانے کے بہت بڑے شیخ اور صاحب

کمالات وفضائل درویش تھے۔ علوم ومعارف پر آپ کی نظر تھی اگرچہ محض اُمّی تھے لیکن قدرت نے اس کا کفارہ علم لدنی سے کر دیا تھا اور آپ علم کے خزانوں سے بھرپور تھے۔ آپ کے مریدین باصفا کی تعداد کم وبیش بارہ ۱۲ ہزار بتائی جاتی ہے اور اس نسبت سے سب کو حضرت عبدالقادر جیلانیؒ نے اپنے فیوض وبرکات سے نوازا تھا۔

منقول ہے کہ ایک روز حضرت شیخ حمادؒ نے فرمایا کہ میرے مریدوں کی تعداد بارہ ۱۲ ہزار ہے اور ہر رات کو میں ان سب کے حالات کی تفتیش کرتا ہوں۔ ان کی حاجات خداوند قدوس سے طلب کرتا ہوں ان میں سے اگر کوئی کسی خطا وقصور میں مبتلا ہوتا ہے تو اس کے لئے خود ہی توبہ کی التجا کرتا ہوں یا پھر یہ دعا کرتا ہوں کہ اس کا سلسلۂ حیات منقطع کر دیا جائے تاکہ اس کا دامن گناہوں کی آلودگی سے کچھ اور زیادہ ملوث نہ ہو۔ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ وہاں موجود تھے فرمانے لگے اگر خداوند قدوس مجھے یہ درجہ اور مرتبہ عطا فرمائے تو میں یہ دعا کروں کہ میرے مریدوں کی توبہ قیامت تک مقبول نہ ہو اور وہ توبہ کیے بغیر دنیا سے سدھاریں اور میں ان کی ضمانت میں ماخوذ ہوں۔ شیخ حمادؒ نے فرمایا کہ میں نے مشاہدہ حق کیا اور اس بنا پر میں کہتا ہوں کہ جو کچھ عبدالقادرؒ نے خدا سے دعا کی تھی خدا نے اسے شرف قبول سے نوازا۔

روایت ہے کہ حضرت غوث اعظمؒ ابھی نوجوانی کے عالم میں تھے اور شیخ حمادؒ کی صحبت میں ان کا وقت گزرتا تھا ایک دن شیخؒ کی مجلس میں بڑے ادب واحترام کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے جب اُٹھ کر باہر جانے لگے تو حضرت شیخ حمادؒ نے فرمایا کہ اس عجمی کو خدا نے ایسے قدم ارزانی فرمائے ہیں جو اپنے وقت کے تمام اولیاء اللہ کی گردن پر ہوں گے اسی وقت ندائے غیب آئی کہ اے عبدالقادر! اعلان کرو قدمی ھٰذہ علیٰ رقبۃ کل ولی اللہ میرا یہ قدم ہر ولی کی گردن پر ہے اور جب بھی یہ الفاظ آپ کی زبان سے نکلیں تمام اولیاء اللہ اپنی گردنیں جھکالیں۔ آپ کا وصال رمضان المبارک ۵۲۵ھ میں ہوا۔

غوث الثقلین حضرت شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی الحسنی والحسینیؒ

آپ طریقت میں شیخ المشائخ اور شریعت میں امام الائمہ ہیں محبوب سبحانی اور قطب ربانی آپ کے القاب اور ابو محمد کنیت ہے۔ شیخ کامل، مرشد دوراں، سرگروہ عارفاں، فخر زاہداں وعابداں قطب ربانی اور محبوب سبحانی کا اسم گرامی عبدالقادرؒ ہے۔ آپ کا سلسلۂ نسب یہ ہے:۔ ابن ابی صالح سنوسی جنبلی دوست بن ابی عبداللہ بن یحییٰ زاہد بن محمد بن داؤد بن موسیٰ الجون بن عبداللہ محض بن حسن مثنیٰ بن حسن بن علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہم ہے آپ کو حسنی حسینی اس لئے کہا جاتا ہے کہ عبداللہ محض کے والد ماجد حسن مثنیٰ بن حسن بن علی مرتضیٰ ہیں اور عبداللہ محض کی والدہ ماجدہ فاطمہ بنت حسین بن علی مرتضیٰ ہیں اور دوسرے

یہ کہ آپ کی والدہ ماجدہ بھی حسینی ہیں۔

محی الدین لقب ہے۔ اس لقب سے ملقب ہونے کا سبب آپ نے خود فرمایا ہے کہ میں کسی سفر سے بغداد پہنچا، اثنائے راہ میں، میں نے ایک نحیف الجثہ بیمار کو دیکھا جس کا رنگ بھی تبدیل ہو چکا تھا۔ اس مریض نے مجھے دیکھتے ہی کہا السلام علیک یا عبدالقادرؒ۔ میں نے سلام کا جواب دیا اس نے پھر یہ کہا کہ آپ پاس تشریف لائیں میں اس مریض کے قریب پہنچا اس نے کہا مجھے بٹھائیے میں نے اسے سہارا دے کر بٹھا دیا، کیا دیکھتا ہوں کہ بیٹھتے ہی اس کے جسم میں تر و تازگی آگئی اور تندرستی کے آثار ہویدا ہونے لگے اس کا رنگ بھی نکھر گیا۔ یہ دیکھ کر مجھ پر خوف طاری ہو گیا اس نے کہا اے عبدالقادرؒ آپ مجھے شناخت کرتے ہیں میں نے جواب میں کہا، نہیں! اس نے کہا میں آپ کے جد امجد کا دین ہوں میں کمزور اور دبلا ہو گیا تھا جیسا کہ خود آپ نے بھی مشاہدہ فرمایا خداوند تعالےٰ نے آپ کی برکت سے مجھے پھر زندگی عطا فرمائی ہے آپ محی الدین ہیں، میں اس سے جدا ہو کر جامع مسجد پہنچا ایک شخص نے میرے جوتے میرے پاس سیدھے کر کے رکھے اور کہا اے محی الدین! جب میں نماز سے فارغ ہوا لوگ چاروں طرف سے جوق در جوق جمع ہونے لگے میری قدم بوسی کرتے اور کہتے تھے اے محی الدین آپ کا لقب آسمانوں پر باز اشہب ہے جس کی جانب آپ نے قصیدہ میں اشارہ کیا ہے۔

غوث الثقلین نے ارشاد فرمایا ہے کہ جن و انس میرے تصرّف میں ہیں لوگ جوق در جوق آپ کی محفل میں آتے اور اسلام کی دولت سے مالا مال ہوتے تھے اور اپنے گناہوں سے توبہ کر کے واپس لوٹتے تھے مخلوق آپ کی صحبت سے فیضیاب ہوتی تھی جنات بھی صفیں باندھے ہوئے آپ کی خدمت میں آتے اور مشرف بہ اسلام ہوتے تھے اور آپ کی صحبت سے مستفیض ہوتے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ انسانوں میں بھی مشائخ ہوتے ہیں اور جنات و ملائکہ بھی۔ میں جن و انس اور ملائکہ کا واحد شیخ ہوں۔ شیخ ابو سعید عبداللہ بغدادیؒ فرماتے ہیں کہ میری ایک لڑکی کا نام فاطمہ تھا اس کی عمر سولہ۱۶ سال کی تھی ناگہاں وہ چھت پر چڑھی اور وہاں سے غائب ہو گئی۔ غوث الثقلین کی بارگاہ اقدس میں پہنچ کر میں نے یہ بات عرض کی تو فرمایا کہ آج رات تم بغداد کے محلہ خرابہ کرخ میں پہنچ کر زمین پر ایک دائرہ کھینچو اور بسم اللہ علےٰ نیت عبدالقادر زبان سے پڑھتے جانا اور پھر اس دائرہ میں سمٹ کر بیٹھ جانا جب کافی رات گزر جائے گی تو جنات کے ایک گروہ کا اس طرف سے گزر ہو گا ان کی صورتیں ایک دوسرے سے مختلف ہوں گی تم ان سے خوف زدہ نہ ہونا۔ صبح کے قریب جنات کا بادشاہ اپنے لشکر سمیت گزرے گا وہ تجھ سے پوچھے گا، بتا کیا کام ہے، تو یہ کہنا کہ شیخ عبدالقادر جیلانیؒ نے مجھے آپ کی خدمت میں بھیجا ہے اپنی لڑکی کا واقعہ اسے سنا دینا، راوی کا بیان ہے کہ میں نے آپ کے حکم کی تعمیل میں سر مو فرق نہیں آنے دیا۔ جنات کے غول کے غول مختلف صورتوں اور شکلوں میں میرے سامنے سے گزرتے تھے لیکن اس دائرے کے قریب جس میں میں بیٹھا ہوا تھا کسی کی مجال نہ تھی کہ آ سکتا حتیٰ کہ ان

کا بادشاہ ایک گھوڑے پر سوار جنات کی ایک بہت بڑی جماعت ساتھ لیے ہوئے ظاہر ہوا اور دائرہ کے مقابل آکر کھڑا ہو گیا، اس نے مجھ سے پوچھا، تیرا کیا کام ہے؟ میں نے کہا کہ شیخ عبد القادر جیلانیؒ نے مجھے تیرے پاس بھیجا ہے یہ سنتے ہی گھوڑے سے نیچے اترا، زمین چومی اور دائرہ کے باہر بیٹھ گیا، کہنے لگا، کس غرض کے لئے بھیجا ہے؟ میں نے اپنی لڑکی کے غائب ہونے کی روداد اسے سنائی۔ اس نے فوراً حکم دیا کہ جو جن اس لڑکی کو اٹھا کر لے گیا ہے فوراً حاضر کیا جائے تھوڑی ہی دیر میں وہ جن لڑکی کو ساتھ لئے ہوئے حاضر کیا گیا اور کہا کہ یہ چین کے جنات میں سے ہے بادشاہ نے اس سے پوچھا، تو نے اس لڑکی کو حضرت غوثؒ کے حلقے سے کیوں اٹھایا اس نے جواب دیا کہ یہ مجھے پسند آگئی تھی اور اس کی محبت میرے دل میں گھر کر گئی تھی۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ اس کا سر قلم کر دیا جائے چنانچہ لڑکی میرے حوالے کر دی گئی۔

میں نے جنات کے بادشاہ سے کہا، میں نے آپ کو غوث الثقلین کا بڑا تابعدار اور معتقد پایا آخر اس کا سبب؟۔ شاہ جنات نے جواب دیا، ہم اس کے تابعدار اور فرمانبردار کیسے نہ ہوں وہ جب اپنے گھر بیٹھے بیٹھے دنیا کے جنات پر نظر کا پرتو ڈالتے ہیں تو رعب و ہیبت سے جنات کا شیرازہ منتشر ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالےٰ جب کسی کو قطبیت اور غوثیت سے نوازتا ہے تو اسے تمام انس و جن پر حاکم و متصرف کر دیتا ہے۔

جیلی آپ اس لئے مشہور ہیں کہ آپ کا وطن مالوف یہی ہے آپ کی ولادت بھی جیل میں ہوئی تھی، جیل طبرستان کی پشت کی جانب ایک ملک کا نام ہے جسے جیلان، گیلان اور گیل بھی کہتے ہیں۔

بعض مورخین ایسے بھی ہیں جن کا خیال ہے کہ جیل دریائے دجلہ کے کنارے ایک موضع کا نام ہے بغداد سے واسط کی طرف جاتے ہوئے ایک دن کی مسافت پر یہ مقام واقع ہے، ایک روایت یہ بھی ہے کہ مداین کے نزدیک ایک موضع کا نام جیل ہے ان دو موضعوں کی نسبت اور تعلق سے آپ کو جیلانی اور گیلانی کہا جاتا ہے۔

صاحب روضۃ النواظر نے جو اپنے وقت کے بہت بڑے شیخ تھے اور جن کا قول سند رکھتا ہے وہ ان دو مقامات سے آپ کی نسبت کو غلط قرار دیتے ہیں، وہ فرماتے ہیں کہ یہ تو ممکن ہے کہ حضرت غوثؒ نے کچھ دنوں ان مقامات میں سکونت فرمائی ہو چنانچہ بہجۃ میں بھی آپ کا وطنی تعلق گیلان سے ظاہر کیا گیا ہے۔ صاحب معجم البلدان نے آپ کا وطن مقام نیتنیہ کو قرار دیا ہے جو گیلان کے مضافات میں ہے۔

آپ کی روحانی نسبت براہ راست آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے سلسلۂ طریقت میں آپ نے شیخ ابو سعید مخزومی یا شیخ ابو سعید سامی اور دیگر مشائخ عظام سے خرقہ حاصل کیا ہے آخر میں آپ کی نسبت خرقہ حضرت معروف کرخیؒ سے ہوتی ہوئی امام رضاؒ تک پہنچتی ہے۔ آپ کے پیر صحبت شیخ حماد دباسؒ ہیں آپ اکثر حضرت خضر علیہ السلام سے ربط و ضبط رکھتے تھے فقہی مذہب میں آپ

امام احمد بن حنبلؒ کے پیرو ہیں، امام شافعیؒ اور امام احمد بن حنبلؒ کے مذہب پر آپ فتویٰ دیا کرتے تھے۔

شیخ بقا ابن بطوؒ سے روایت ہے کہ ایک دن غوث الثقلین حضرت امام احمد بن حنبلؒ کے مزار پر حاضری کے لئے گئے ہیں نے دیکھا کہ امام احمد بن حنبلؒ اپنے مزار سے باہر تشریف لے آئے ہیں اور غوث اعظم سے بغلگیر ہو رہے ہیں اور فرماتے ہیں کہ اے عبدالقادر! میں علم شریعت، علم حقیقت اور علم طریقت میں تیرا دست نگر ہوں۔

آپ کی والدہ ماجدہ کی کنیت ام الخیر ہے اور نام و لقب امۃ الجبار فاطمہ بنت شیخ عبداللہ صومعی ہے جو گیلان میں اپنے وقت کے شیخ، مقتدا اور مستجاب الدعوات بزرگ گزرے ہیں۔ مولانا عبدالرحمٰن جامیؒ رقمطراز ہیں کہ شیخ عبداللہ صومعی اپنے زمانے کے سرگروہ زہاد تھے اور خداوند تعالےٰ نے آپ کو کمالات و فضائل عطا فرمائے تھے اگر آپ کسی سے برہم ہونے تو اللہ تعالےٰ آپ کی جانب سے فوراً انتقام لے لیتا۔ جیسی آپ کی خواہش ہوتی، پروردگار کے حکم سے پوری ہوتی۔ آپ جس واقعہ کے ظہور کے بارے میں پیشگوئی فرما دیتے وہ ضرور وقوع میں آتا۔ غوث الاعظمؒ کی والدہ ماجدہ خدا رسیدہ خاتون تھیں ان پر خداوند قدوس کی بڑی عنایات تھیں۔ غوث اعظمؒ کے صاحبزادے شیخ عبدالرزاقؒ کا بیان ہے کہ جس وقت غوث صمدانی اپنے والد ماجد کے صلب سے اپنی مادر محترمہ و مشفقہ کے رحم میں منتقل ہوئے موخر الذکر کی عمر ۶۰ سال کی تھی جس عمر میں اولاد کی امید ہی نہیں ہوتی اسے بھی غوث صمدانی کی کرامات ہی پر محمول کیا جا سکتا ہے کہ آپ کی والدہ ماجدہ بڑی پاک نفس، صالحہ اور کمالات باطنی کی حامل تھیں۔

ماہ رمضان کی پہلی شب میں ۴۷۰ھ یا ۴۷۱ھ میں آپ کی ولادت بمقام جیلاں ہوئی۔ آپ کی والدہ ماجدہ کا بیان ہے کہ جب میرا لڑکا عبدالقادر متولد ہوا تو بپاس احترام پورے رمضان دن میں کبھی میرے دودھ کو منہ نہیں لگایا۔ ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ مطلع ابر آلود تھا اور چاند نظر نہیں آسکا تھا لوگوں نے مجھ سے صورت حال دریافت کی تو میں نے کہا، آج میرے لڑکے عبدالقادرؒ نے دودھ نہیں پیا ہے بعد میں معلوم ہوا کہ اس روز رمضان المبارک کی پہلی تاریخ تھی۔

آپ فرماتے تھے کہ ابتدائے جوانی میں جب کبھی مجھ پر نیند غالب آتی تو میرے کانوں میں آواز آتی عبدالقادر! ہم نے تجھے سونے اور نیند لینے کے لئے پیدا نہیں کیا جب میں مکتب کا رُخ کرتا تو فرشتوں کی آوازیں میرے گوش گزار ہوتیں وہ کہتے کہ ہٹو اور ولی اللہ کے لئے راستہ چھوڑ دو۔

آپ اٹھارہ سال کے تھے کہ جیلان سے عازم بغداد ہوئے اور ۴۸۸ھ میں بمقام بغداد حصول علم میں مشغول ہو گئے آپ نے سب سے پہلے قرآن حکیم حفظ کیا پھر فقہ و حدیث اور دیگر دینی علوم سے فراغت حاصل کی کچھ ہی دنوں میں آپ اپنے دوسرے معاصرین سے گوئے سبقت لے گئے اور ان سب پر آپ کو فضیلت حاصل ہو گئی اس پہلے سفر میں ساٹھ بڑے بڑے ڈاکوؤں نے آپ کے دست حق پر توبہ کی اور حلقۂ مریدین میں شامل ہوئے ۵۲۱ھ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت

علی کرم اللہ وجہہ کے ارشاد کے بموجب آنحضرتؐ کا لعاب دہن آپ کے منہ میں ڈالا گیا اس کے بعد سے آپ نے منبر رسول پر وعظ و تلقین اور دعوت و تبلیغ کا سلسلہ شروع کر دیا آپ کی نظر تمام علوم پر تھی اور ہر علم سے متعلق آپ کلام فرماتے تھے۔ وعظ کے دوران آپ فرمایا کرتے تھے، اے اہل آسمان و زمین آؤ اور میری بات دھیان سے سنو اور مجھ سے کچھ سبق لو میں اس روئے زمین پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وارث ہوں آؤ میری مجلس وہ مجلس ہے جہاں خلعتیں بخشی جاتی ہیں اور خداوند قدوس میرے قلب پر اپنی تجلی کا پرتو ڈالتا ہے آپ کی مجلس وعظ میں ستر ستر ہزار کی تعداد میں سامعین شریک ہوتے تھے اور چار چار سو اشخاص آپ کا کلام نقل کرنے جاتے تھے جب مجلس اختتام کو پہنچتی تو شدت تاثر اور وجد و ذوق کے عالم میں دو تین اشخاص جاں بحق تسلیم ہو جاتے تھے۔ آپ کا کلام حقائق و معارف سے لبریز ہوتا تھا۔

شیخ ابو سعید قیلویؒ کا بیان ہے کہ میں آپ کی مجلس وعظ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم، انبیا علیہم السلام اور جن و ملائکہ کو قطار در قطار اور صف بہ صف دیکھا ہے۔

آپ کی تصانیف میں غنیۃ الطالبین، فتوح الغیب کو شہرت و دوام حاصل ہے۔ معتبر و مستند کتب میں آپ کا حلیہ مبارکہ کچھ اس طرح تحریر کیا گیا ہے۔ نحیف الجسم، میانہ قد، کشادہ سینہ، بلند پیشانی، گندمی رنگ دونوں بھویں ملی ہوئی آپ کی آواز بھاری اور بلند تھی، عالمانہ پوشاک زیب تن فرمایا کرتے کبھی اطلس کا لباس ہوتا اور کبھی ایسی پوشاک ہوتی جو ایک گز فی دینار کی قیمت حاصل ہوتی۔ اکثر و بیشتر جبہ زیب تن فرماتے تھے۔ آپ فرماتے تھے کہ میں اس وقت تک لباس نہیں پہنتا جب تک مجھے پہننے کا حکم نہ ملے میں نہیں کھاتا جب تک وہ خود مجھے نہ کھلائیں اور جب تک وہ اذن گویائی نہ دیں میں اپنی زبان کو بھی جنبش نہیں دیتا اگر کوئی آپ کی خدمت میں نذر پیش کرتا تو اسے قبول فرما لیتے تھے لیکن امرا و سلاطین سے نہیں بلکہ عوام سے۔ اور اسی وقت حاضرین میں یہ نذر تقسیم کرا دی جاتی تھی۔

ایک دن خلیفہ بغداد مستنجد باللہ نے آپ کی خدمت میں حاضری دی اور ساتھ ہی اشرفیوں کی دس تھیلیاں بھی پیش کیں آپ نے فرمایا، مجھے ان کی ضرورت نہیں ہے جب خلیفہ نے زیادہ اصرار کیا تو آپ نے ایک تھیلی کو داہنے ہاتھ میں اور ایک کو بائیں ہاتھ میں اٹھا لیا پھر جب ان کو دبایا تو ان میں سے خون ٹپکا، فرمایا اے ابو المظفر! خدا سے تجھے شرم آنی چاہیے کہ تو مخلوق کا خون چوستا ہے اور اپنے اوپر ذمہ داری عاید کر لیتا ہے اور پھر میرے پاس آیا ہے، خلیفہ پر بے ہوشی طاری ہو گئی پھر آپ نے فرمایا کہ اگر اسے سرور کونین سے نسبت نہ ہوتی تو میں اس کو اتنا نچوڑتا کہ یہ خون بہہ کر اس کے محل تک بہتا ہوا چلا جائے۔

حضرت غوث الاعظمؒ کبھی کسی خلیفہ اور امیر و کبیر کے مکان پر نہ جاتے ان کے بستر پر کبھی نہ بیٹھتے اور نہ ان کی تعظیم اور ادب

کرتے تھے جب آپ کے پاس کوئی عباسی خلیفہ آتا تو آپ مکان میں داخل ہو جاتے اور پھر واپس آتے اس میں مصلحت یہ تھی کہ آپ کو خلیفہ کے لئے قیام نہ کرنا پڑے خلیفہ سے گفتگو کے دوران آپ مبالغہ سے کام لیتے خلیفہ آپ کی دست بوسی کرتا اور جب تک آپ کی خدمت میں رہتا مؤدب بیٹھا رہتا اور یہ عرض کیا کرتا حضرت جو ارشاد فرمائیں چشم ما روشن دل ماشاد اور جب آپ خلیفہ کے نام کوئی تحریر سپرد قلم فرماتے تو انداز یہ ہوتا کہ عبدالقادر! تجھے یہ حکم دیتا ہے اور اس کا حکم تیرے لئے واجب لاتباع ہے اور تیرا فائدہ بھی اسی کی تعمیل میں ہے کل قیامت کے دن یہ حکم اور اس حکم کی تعمیل تیرے لئے حجت بن جائے گی۔ جب خلیفہ کے پاس آپ کا فرمان پہنچتا تو اسے آنکھوں سے لگاتا اور سر پر رکھتا۔

روایات میں آیا ہے کہ حضرت غوث الاعظمؒ سے زیادہ خوش خلق، شریف النفس، باحیا، حلیم الطبع اور رقیق القلب آپ کے معاصرین میں اور کوئی نہ تھا چنانچہ آپ کے ہم نشینوں کو اپنی اپنی جگہ یہ احساس ہوتا تھا کہ مورد التفات اور مرکز توجہ اسی کا وجود ہے کسی سائل کو آپ کبھی محروم نہ فرماتے۔ جس مریض کے مرض کو اطبا لاعلاج قرار دیتے اور اس کے علاج سے عاجز آ جاتے اسے آپ کی خدمت میں لایا جاتا۔ ہاتھ سے چھوتے ہی اس کی صحت عود کر آتی تھی۔

ایک دفعہ کی بات ہے کہ ایک چور حضرت غوث الاعظمؒ کے مکان میں گھس آیا۔ اس کی بصارت زائل ہو گئی اور مکان سے کچھ بھی نہ لے جا سکا۔ اسی اثنا میں حضرت خضر علیہ السلام آپ کی خدمت میں آئے اور فرمایا کہ اے اللہ کے دوست! ایک ابدال کا انتقال ہو گیا ہے جس کے بارے میں آپ کا اذن ہو اسے منصب پر فائز کر دیا جائے۔ فرمایا ہمارے گھر میں ایک شخص بڑی شکستہ دلی اور محرومی کے عالم میں ہے جاؤ اور اسے لے آؤ اسے ابدال کی جگہ مقرر کرنا ہے۔ حضرت خضر علیہ السلام اسے گھر سے باہر لائے اور حضرت غوث الاعظمؒ کے حضور میں پیش کیا آپ کی ایک ہی نظر اس پر پڑی تھی کہ وہ بینا ہو گیا آپ نے اسے بکمال اعزاز ابدالیت منصب سونپا۔ آپ کے دولت خانہ میں متاع عرفان کے سوا تھے اور تھا کیا جسے چور چرا کر لے جا سکتا لیکن وہ لینے کی نیت سے آیا تھا چنانچہ آپ نے اسے اس کی خواہش اور توقع سے زیادہ عطا فرمایا یعنی مقام ابدالیت پر فائز کر دیا۔

بیان کیا جاتا ہے کہ اقطاب و ابدال اور اوتاد کا تقرر اور ان کی معزولی آپ کے اختیار میں تھی جس کسی کو چاہتے اس کے عہدہ سے برطرف فرما دیتے اور اس کی جگہ دوسرے کا تقرر فرما دیتے تھے چنانچہ ایک دفعہ ایک ابدال کا انتقال ہوا تو آپ نے ایک کافر کو طلب کیا اور اس کی مونچھیں ہلکی کر کے اس کا نام "محمد" رکھ دیا۔ اپنا عمامہ اس کے سر پر باندھا اور اسے ابدالوں کی جماعت میں شامل کر دیا۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ رجال غیب میں سے کوئی شخص ہوا میں پرواز کر رہا تھا جب اس کا گزر بغداد سے ہوا تو اس کے دل میں یہ خیال گزرا کہ بغداد میں ایک بھی مرد خدا نہیں ہے حضرت غوث الاعظمؒ اس کے خطرہ باطنی پر مطلع ہوئے اور آپ نے

اس کے کمالات سلب کر لیے۔ وہ مرد غیب ہوا سے اترا کہ حضرت کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور اس نے اپنے قصور کی معافی چاہی، خلوصِ دل سے توبہ کی آپ نے اس کے کمالات اسے سونپ دیے اور وہ حسب سابق ہوا میں پرواز کرتا ہوا واپس چلا گیا۔

غوث الاعظمؒ کے تمام اشغال شریعت کے عین مطابق تھے اگر آپ کسی کو خلاف شرع افعال کا مرتکب پاتے تو اس کے احوال اس سے سلب کر لیتے تھے۔ آپ فرمایا کرتے کہ اے لوگو! شریعت کا لحاظ اور اس کا احترام کرو میں تمہیں خبردار کرتا ہوں کہ تمہارا کوئی فعل مجھ سے پوشیدہ نہیں ہے جو کچھ تم کھاتے پیتے اور جمع کر رکھتے ہو میری نگاہوں کے سامنے ہے میں تمہارے ظاہر و باطن کو اپنے آئینۂ تصور میں دیکھ لیتا ہوں۔

کسی بزرگ نے حضرت خضر علیہ السلام سے غوث الاعظمؒ کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے جواب دیا کہ اللہ تعالےٰ نے جو بلند مقام آپ کو مرحمت کیا ہے وہ کسی اور کو نصیب نہیں ہوا خدا نے آپ کو اپنی محبت کا ذائقہ چکھایا ہے انہوں نے یہ بھی کہا کہ غوث الاعظمؒ امتیازی خصوصیات کے مالک ہیں اپنے زمانے کے اغواث و اقطاب میں آپ کا مقام نہایت بلند ہے۔

روایات میں آیا ہے کہ غوث الاعظمؒ نے ایک دن اپنی خانقاہ میں ایک مجلس کے انعقاد کا اہتمام کیا اس میں تقریباً ایک سو مشائخ شریک تھے جن میں شیخ علی ہیتیؒ، شیخ بقا بن بطوؒ، شیخ ابوسعید قیلویؒ، شیخ ابوالنجیب سہروردیؒ (جو شیخ شہاب الدین سہروردیؒ کے عم محترم ہیں) شیخ جاگیرؒ، قضیب البان موصلیؒ، شیخ ابومسعودؒ، شیخ عز از بطائیحیؒ، شیخ منصور بطائیحیؒ، شیخ حماد بن مسلم دباسؒ، خواجہ یوسف بن ایوب ہمدانیؒ (جو خواجگان نقشبندیہ کے سردار ہیں) شیخ عقیل بن سنجیؒ، شیخ ابونعیرا مغربیؒ، شیخ عدی بن مسافرؒ، شیخ علی بن وہب بخاریؒ، شیخ موسیٰ بن یامین زولیؒ، شیخ احمد بن ابوالحسن رفاعیؒ، شیخ عبدالرحمٰن طفسونجیؒ، شیخ علی سطربا، شیخ ماجد کردیؒ، شیخ ابومحمد قاسم بن عبد منصور بصریؒ، شیخ ابوعمرو عثمان بن مرزوقؒ، شیخ سوید بخاریؒ، شیخ حیات بن قیس حرانیؒ، شیخ مرسلان دمشقیؒ، شیخ عبدالکریم الاکبرؒ، شیخ ابوالعباس الجوسقی الصرصریؒ، شیخ ابوحکیم ابراہیم بن دینار، شیخ مکارم اکبری، شیخ صدقہ بغدادی، شیخ یحییٰ دوری مرتعش، شیخ ضیاءالدینؒ ابراہیم بن ابی عبداللہ بن علی جوینی، شیخ ابوعبداللہ، شیخ ابوبکر الحامی المزین، شیخ جمیل، شیخ ابومحمد عبدالحق حریمی، شیخ ابوعمر الکہامی، شیخ ابوحفص عمر بن ابی النصر المغزلی، شیخ مظفر الجمال محمد بن ورمانی النعرونی، شیخ ابوالعباس احمد یمانی، شیخ ابوالعباس احمد بن العربی، شیخ ابوعبداللہ محمد المعروف الخاص ابوعمرو عثمان بن احمد تشو کی وغیرہم یہ جملہ رجال الغیب اور مردان خدا شیخ کی مجلس میں حاضر تھے۔ ان کے علاوہ شیخ سلطان بن احمد المزینؒ، شیخ ابوبکر بن عبدالحمید شیبانیؒ، شیخ ابوالعباس احمد بن الاستاد، شیخ ابومحمد بن عیسیٰ المعروف بہ کوبخ، شیخ مبارک بن علی الحملی، شیخ ابوالبرکات بن معدان العراقی، شیخ عبدالقادر بن حسن بغدادی، شیخ ابوالمسعود احمد بن ابی بکر عطار، شیخ ابوعبداللہ محمد الادنیٰ، شیخ ابوالعلی، شیخ شہاب الدین سہروردی، شیخ ابوالقاسم عمر بن مسعود البزار، شیخ ابوالمنار محمود بن عثمان البقال، شیخ عباد البواب، شیخ عبدالرحیم قناوی مغربی، شیخ ابوعمرو عثمان بن مرزوق، شیخ مکارم نہر خالص، شیخ خلیفہ بن موسیٰ بن نہر ملکی، شیخ ابوالحسن جوسقی، شیخ عبداللہ قریشی،

شیخ ابوالبرکات بن صخر اسوئی، شیخ ابوالحق ابراہیم بن علی اغلب، شیخ غوثؒ، اوران کے علاوہ دیگر مشائخؒ بھی شریک مجلس تھے غوث الثقلین شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانیؒ منبر پر رونق افروز تھے اور ایک فصیح و بلیغ تقریر ارشاد فرما رہے تھے خطبہ کے دوران آپ نے ارشاد فرمایا:- قدمی ھذہ علی رقبۃ کل ولی اللہ - میرا قدم ہر ولی اللہ کی گردن پر ہے - شیخ علی ہیتیؒ اور منبر کے قریب پہنچے انہوں نے غوث اعظم کا قدم مبارک اپنی گردن پر رکھا اور آپ کے دامن کے نیچے سے ہو کر گذرے حاضرین میں جو تمام کے تمام اولیاء اللہ تھے اپنی گردنیں جھکالیں۔

شیخ ابوسعید قیلویؒ کا بیان ہے کہ جب آپ کی زبان سے یہ کلمات صادر ہوئے تھے اللہ تعالےٰ نے آپ کے دل پر اپنے انوار و تجلیات کا پرتو ڈالا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مع جملہ ملائکہ، ارواح اور تمام اولیائے کرامؒ تشریف لائے اور غوث الاعظمؒ کو غوثیت کے خلعت سے نوازا چاروں طرف سے ملائکہ اور رجال غیب موصوف کو اپنے جلو میں لئے ہوئے تھے فضا میں صفیں بندھی ہوئی تھیں اور روئے زمین پر کوئی ایسا ولی یا درویش ایسا نہ تھا جس نے اپنی گردن آپ کے آگے خم نہ کی ہو۔

روایات میں آیا ہے کہ ایران کے ایک بزرگ نے آپ کی عظمت کا لوہا نہیں مانا اور نہ اس نے آپ کے حضور سر تسلیم خم کیا اسے، یہ سزا ملی کہ قدرت نے اس کے کمالات پر خط تنسیخ کھینچ دیا اور اس کی ولایت ایک سادہ ورق ہو کر رہ گئی بنظر بہ ظاہر اس حقیقت میں کوئی شبہ نہیں کہ اس نوعیت کا دعوےٰ اور خداوند قدوس کے حکم سے اس انداز کا اعلان فضل الٰہی اور عنایت ایزدی کا ثمرہ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تائید و توثیق کا صدقہ ہی ہو سکتا ہے نیز یہ دلیل ہے اس امر کی کہ روئے زمین کے تمام اولیائے کرام رحمہم اللہ اجمعین نے آپ کی عظمت ولایت کا صرف اعتراف ہی نہیں کیا بلکہ آپ کے ارشاد کو بھی بطیب خاطر اپنے دل میں جگہ دی۔ اس بلند ترین مقام تک کسی بڑے سے بڑے ولی کی رسائی نہیں ہو سکی ؎

ایں سعادت بزورِ بازو نیست ؎
تانہ بخشد خدائے بخشندہ ؎

ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء واللہ ذوالفضل العظیم۔ یہ اللہ تعالےٰ کا فضل ہے جسے چاہتا ہے وہ اس سے نوازتا ہے اور اللہ صاحب فضل عظیم ہے۔

ابھی آپ ایام طفولیت میں تھے کہ بعض بالغ نظر اولیاء اللہ نے یہ پیش گوئی کی تھی کہ یہ عجمی نوجوان وہ ہے جس کے قدم تمام اولیاء اللہ کی گردن پر ہوں گے۔ مشائخ کبارؒ نے اس واقعہ کے ظہور سے ایک صدی قبل آپ کے مقام اور آپ کی جلالتِ شان کی پیش گوئی کی تھی چنانچہ شیخ ابوبکر بن موار البطائحیؒ نے، جو عزہ کے بزرگ ترین مشائخ میں سے صاحب مقام شیخ ہوئے ہیں اور جنہوں نے خواب میں حضرت ابوبکر صدیقؓ کے دست اقدس پر بیعت کی تھی اور بلاواسطہ بارگاہ صدیقیت سے خرقۂ ولایت حاصل تھا، فرمایا ہے کہ میں نے اللہ تعالےٰ سے یہ

عہد کر لیا تھا کہ میرے مزار کے احاطے میں جو شخص بھی داخل ہو اس پر آتش دوزخ حرام کردے۔ ان کا مزار عالیہ بطائح میں ہے اور ان کی یہ مشہور کرامت ہے کہ مزار سے متصل گوشت یا مچھلی کو کتنا ہی پکانا چاہیں نہیں پکتی تھی۔

منقول ہے کہ عراق کے سات اوتاد میں معروف کرخیؒ، امام احمد بن حنبلؒ، بشر حافیؒ، منصور بن عمارؒ، جنید بغدادیؒ، سہل بن عبداللہ تستریؒ اور شیخ عبدالقادر جیلانیؒ۔ ان متذکرہ بالا مشائخ سے دریافت کیا گیا کہ یہ شیخ عبدالقادر کون ہیں؟ جواب میں انہوں نے فرمایا ایک شریف النفس عجمی ہیں جن کی ولادت بغداد میں ہوگی اور ان کا ظہور قرن پنجم میں ہوگا۔ شیخ محمد شنبکیؒ نے جو شیخ ابوبکر بطائحی کے خاص الخاص مرید ہیں، جن کا شمار عراق کے مشائخ کبار میں ہوتا ہے جو صاحب مقام بزرگ ہوئے ہیں اور جن کا مزار حدادیہ میں (بطائح کے مضافات میں ایک قریہ ہے) میں ہے۔ فرمایا ہے کہ شیخ عبدالقادرؒ ایسے بزرگ ہوں گے کہ ان کے اقوال و افعال کی اتباع کی جائے گی اور اللہ تعالیٰ ان کے صدقے میں ہزاروں کو مقامات بلند پر سرفراز کرے گا، بروز قیامت پچھلی امتوں کے مقابلے میں پروردگار کو اگر کسی امت کے کسی شیخ پر ناز ہوگا تو وہ یہی ہیں۔

غوث الاعظمؒ نے ارشاد فرمایا ہے کہ ہر ولی اللہ کسی نہ کسی پیغمبر کے نقش قدم پر چلتا ہے۔ میں اپنے جدامجد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نقش قدم پر چلتا ہوں جہاں جہاں میرے جد امجد کے قدموں کے نشان ہیں، میں نے انہی مقامات پر اپنے قدم رکھے ہیں الا البتہ نبوت کا مقام وہ مقام ہے جس کی راہ پر چلنا کسی غیر نبی کے بس کی بات نہیں، اس سلسلے میں، میں اپنے آپ کو معذور پاتا ہوں۔ اس سے آپ کے مقام کی رفعت نیز اتباع سنت نبوی کی شان کا کچھ نہ کچھ اندازہ کیا جاسکتا ہے۔

شیخ شریف بن خضر حسن موصلیؒ سے روایت ہے کہ میں نے اپنے پدر بزرگوار سے سنا، وہ فرماتے تھے کہ میں غوث الاعظمؒ کی خدمت بابرکت میں تیرہ ۱۳ سال تک رہا ہیں اس عرصے میں نہ تو آپ کے جسم پر کوئی مکھی بیٹھی دیکھی اور نہ یہ دیکھا کہ آپ کو ناک سنکنے کی حاجت پیش آئی ہو۔

مشائخ وقت آپ کے ارادت مند تھے امام یافعیؒ کا بیان ہے کہ یمن کے اکثر مشائخ نے غوث اعظم سے اپنی نسبت درست کی ہے۔ خواجۂ خواجگاں حضرت معین الدین چشتیؒ اور شیخ شہاب الدین سہروردیؒ آپ کی صحبت سے فیض باطن حاصل کرتے تھے۔

روایات میں آیا ہے کہ کسی نے شیخ عقیلیؒ کے حضور یہ تذکرہ کیا کہ بغداد میں ایک عجمی نوجوان ہے جسے عبدالقادر کہتے ہیں اسے بڑی شہرت اور ہر دلعزیزی کا مقام حاصل ہے، موصوف نے فرمایا کہ زمین سے زیادہ آسمانوں پر اس کی شہرت ہے — شیخ ابوالبغزالیؒ سے جو مغرب کے بہت بڑے شیخ تھے، ان کے کسی دوست نے عرض کیا کہ ہم بغداد کا قصد رکھتے ہیں، موصوف نے فرمایا جب بغداد پہنچو تو وہاں شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کی خدمت اقدس میں ضرور حاضر باش رہنا۔ خدا کی قسم عجم میں اس بزرگ کا ثانی آج تک نہیں پیدا ہوا اور نہ عراق میں اس شان کا بزرگ دیکھنے میں آیا ہے۔ اس کی ہستی پر نہ صرف مشرق بلکہ مغرب کو بھی سو سو ناز

ہیں۔ دوسرے اولیاءِ کرام سے فضائل وکمالات میں اس بزرگ کا پایہ بدرجہا بلند ہے۔ جب ان کی خدمت میں حاضری کا شرف حاصل ہو تو میری جانب سے سلام عرض کرنا نیز یہ درخواست کرنا کہ وہ مجھے اپنی دعاؤں میں نہ بھولیں۔

آپ نے خود فرمایا ہے کہ میں نے پچیس سال تک جنگلوں کی خاک چھانی ہے۔ پورے چالیس سال تک عشا کے وضو سے میں نے نماز فجر ادا کی ہے۔ پندرہ سال عشا کے بعد ایک پاؤں پر کھڑے کھڑے نماز فجر تک ایک قرآن روزانہ ختم کیا ہے۔ ایک رات کو میرے نفس نے مجھے سو رہنے پر آمادہ کیا اور میرے دل میں یہ وسوسہ ڈالا کہ اگر رات کو تھوڑی دیر کے لئے آرام کر لیا جائے تو اس میں کیا مضائقہ ہے۔ میں نے نفس کی اس خواہش کو پامال کر ڈالا اور ایک پاؤں پر کھڑے ہو کر ختم قرآن کیا۔ نیند مجھے نت نئے انداز پرچاتی لیکن اس وحشت ناکی کے ساتھ اس کی گوشمالی کرتا کہ اس کے اثرات زائل ہوتے۔ آپ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ چالیس چالیس روز، روزے سے رہتا، عراق کے بیابان میں، میں نے گیارہ سال ایک عجمی برج میں گزارے ہیں اس برج کو عجمی برج صرف میری نسبت سے کہتے ہیں۔ آپ کے صاحبزادے شیخ عبدالرزاقؒ کا بیان ہے کہ غوث الاعظمؒ نے فرمایا ہے، میرے ہاتھ میں ایک کاغذ دیا گیا میں نے بنظر غائر دیکھا کہ میرے اصحابہ اور مریدین بروز قیامت اپنے آپ کو مجھ سے منسوب کر کے اپنی اصلاح کے طلبگار ہوں گے۔ مجھے حکم ہوا ہے کہ میں نے ان سب کو تیرے سبب بخش دیا ہے۔

روایات میں آیا ہے کہ غوث الاعظمؒ فرمایا کرتے تھے کہ بخدائے لایزال میں اس وقت تک اپنا سر سجدہ سے نہ اٹھاؤں گا جب تک میرے مریدوں کو میرے ساتھ جنت میں داخلے کی اجازت نہیں ملے گی۔ آپ نے فرمایا کہ اگر میرا مرید مشرق ہوگا اور میں مغرب میں اور اس پر برہنگی مسلط ہوگی تو میں اسے اپنے دامن میں جگہ دوں گا۔

نقل ہے کہ شیخ عمرانؒ نے غوث الاعظمؒ سے دریافت کیا کہ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ میں آپ کا مرید ہوں اور حقیقت میں اس نے دست اقدس پر بیعت نہ کی ہو اور نہ آپ سے خرقہ پہنا ہو تو ہم اسے آپ کے مریدین کے حلقہ میں شامل سمجھیں یا نہیں۔ آپ نے جواب دیا کہ جو شخص بھی اپنی نسبت مجھ سے ظاہر کرے گا۔ حق تعالےٰ اسے شرف قبول سے نوازے گا اور اس کی خطاؤں سے بھی درگزر کرے گا اس کا شمار میرے مریدوں ہی میں ہوگا۔

روایات میں آیا ہے کہ شیخ عمر بزازؒ نے غوث الاعظمؒ سے عرض کیا کہ حسین بن منصور حلاجؒ سے فروگزاشت ہوئی ان کے زمانہ میں کوئی ایسا نہ تھا جو ان کو راہ راست پر لاتا۔ اگر اس دور میں میں ہوتا تو میں ضرور اس کی مدد کرتا میرے مریدوں میں سے جس کسی سے بھی کوئی لغزش سرزد ہوگی، میں اس کی رہنمائی اور دستگیری کروں گا ـــــ غوث الاعظمؒ کے مریدوں کے لئے یہ خوش خبری کچھ کم نہیں ہے ایسے مریدوں کے لئے جن کے امام ابو حنیفہ امام اعظمؒ ہوں اور جن کے ہادی ختم المرسلین محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم۔ خوش بختی ہے ان کے لئے جنہیں ایسی سعادت اور ایسا فخر نصیب ہو اور جنہیں اس بارگاہ غوثیت سے ارادت مندی اور عقیدت کیشی

ہو سکے مجھے امید ہے کہ اس فقیر کا درگاہ غوثیہ کے نیاز کیشوں میں شمار ہوگا اور غوث اعظمؒ کی خصوصی توجہ اور خاص عنایت سے اس کو دنیا اور آخرت میں فلاح و نجات حاصل ہوگی۔ مجھے بھی حضرت کے مریدین اور درگاہ غوثیہ کے عقیدت کیشوں میں شمولیت کا شرف حاصل ہوگا۔

غوث الثقلینؒ نے فرمایا ہے کہ جس کسی کو میرے حلقۂ درس میں شمولیت کا اتفاق ہوا ہے یا جس نے میری زیارت کی ہے وہ قبر کے فشار اور قیامت کے عذاب میں اس کے لئے کمی کر دی جائے گی۔

روایات میں آیا ہے کہ ہمدان سے ایک مشتاق زیارت غوث اعظمؒ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور اس نے یہ عرض کیا کہ حضرت! میرے والد ماجد اس دنیا سے رخصت ہو گئے ہیں، انہیں میں نے خواب میں دیکھا تو انہوں نے مجھے یہ اطلاع دی کہ قبر میں مجھ پر عذاب ہو رہا ہے اور یہ کہ تم غوث الاعظمؒ کے پاس جا کر دعا کی درخواست کرو۔ آپ نے دریافت فرمایا، کیا وہ ہمارے حلقۂ درس میں شامل ہوا ہے، جواب میں اس شخص نے کہا کہ "شامل تو ہوا ہے" اس پر آپ نے سکوت اختیار کیا، دوسرے دن وہ شخص پھر حاضر ہوا اور عرض کیا کہ رات کے خواب میں میں نے اپنے والد محترم کو بہت ہشاش بشاش دیکھا ہے وہ سبز لباس پہنے ہوئے تھے اور یہ فرماتے تھے کہ عذاب قبر مجھ سے دور کر دیا گیا ہے یہ پوشاک جو میں نے پہنی ہوئی ہے شیخ کے صدقے میں مجھے مرحمت کی گئی ہے تجھے چاہئے کہ تو ہمیشہ شیخ کی خدمت میں حاضر باش رہا کر۔ وہ آنکھیں بڑی خوش نصیب ہیں جنہیں حضور کے دیدار کی سعادت حاصل ہوئی ہے وہ کان کتنے مبارک ہیں جن میں آپ کی آواز کی بھنک پڑی ہے اور وہ شخص جس نے آپ کے حلقہ درس میں شمولیت کی وہ بھی بڑا خوش نصیب ہے۔

شیخ علی ہیتیؒ نے فرمایا ہے کہ میں نے غوث الاعظمؒ کے فرقہ و طائفہ سے زیادہ بابرکت فرقہ و طائفہ اور کہیں نہیں دیکھا اور اس روز سے زیادہ مبارک دن اور کوئی نہیں جس دن میں نے غوث الاعظمؒ کی زیارت کی ——— اہل یمن میں سے ایک شخص کی یہ آرزو تھی کہ میں کسی عظیم المرتبت شخص کے دست مبارک پر مشرف بہ اسلام ہوں گا۔ خواب میں اس شخص نے دیکھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام رونق افروز ہیں اور فرما رہے ہیں کہ تو بغداد جا اور غوث الاعظمؒ کے دست حق پر مشرف بہ اسلام ہو جا کیونکہ تمام روئے زمین پر ان سے اعلیٰ و ارفع شخصیت اور کسی کی نہیں ہے۔

شیخ ابو عمرو بن مرزوقیؒ نے فرمایا کہ شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانیؒ ہمارے شیخ اور ہمارے امام ہیں جو شیخ بھی خدا کی راہ پر گامزن ہونا چاہتا ہے اور اس راہ میں اسے کوئی مقام حاصل ہوتا ہے وہ شیخ کی برکت سے حاصل ہوتا ہے اور وہی دراصل اس کے پیشوا اور مقتدا ہیں۔

اللہ تبارک و تعالیٰ نے ہر دور کے اولیاء اللہ سے یہ عہد کیا ہے کہ وہ شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے لئے ہر اس نسبت فیض کو مخصوص

کرے گا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے توسط سے صحابہ کرامؓ کو حاصل ہوا اور آئندہ تمام اولیاء اللہ اس فیض سے بہ توسط غوث الاعظمؒ بہرہ یاب ہوں گے۔ آپ کی ہستی وہ ہستی ہے جسے تمام اولیاء اللہ کے مراتب کا علم ہے لیکن دوسروں کو اس شیخ کے اعلیٰ کمالات کا علم نہیں ہے۔ اس منزل میں خدا کی خوشنودی حاصل ہوتی ہے سنت محمدی کی اتباع کا شرف۔

غوث الاعظمؒ نے ارشاد فرمایا کہ میں نے یہ عہد کر لیا تھا کہ میری زندگی جنگلوں میں بسر ہو گی لیکن اللہ تعالیٰ نے مخلوق کا مفاد میری ذات سے وابستہ کر دیا۔ اس وقت تک میرے ہاتھ پر ایک لاکھ اشخاص نے توبہ کی ہے ——— شیخ ابو محمد محلیؒ سے روایت ہے کہ ایک روز میں حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کی زیارت سے مشرف ہوا کچھ عرصے تک ان کی خدمت میں قیام رہا جب میں نے مصر واپس جانے کا ارادہ کیا تو آپ سے اجازت طلب کی، آپ نے فرمایا، کبھی کوئی چیز کسی سے نہ مانگنا، اپنی انگشت مبارک آپ نے میرے منہ میں داخل کی اور ارشاد فرمایا کہ اسے بار بار چوسو چنانچہ میں نے ایسا ہی کیا۔ بغداد سے مصر تک کی مسافت میں مجھے نہ بھوک محسوس ہوئی نہ پیاس اپنے جسم میں، میں نے پہلے سے زیادہ توانائی پائی۔

شیخ ابوالمظفر اسمٰعیلؒ سے منقول ہے کہ ایک دفعہ شیخ علی ہیتیؒ کچھ علیل ہو گئے۔ غوث الاعظمؒ ان کی عیادت کے لئے تشریف لائے اس جگہ کھجور کے دو درخت سوکھ گئے تھے چار سال سے ان پر کوئی پھل نہیں آتا تھا حضرت نے ان درختوں کے نیچے بیٹھ کر وضو کا اہتمام فرمایا اور دو رکعت نماز بھی ادا کی ایک ہفتہ بھی نہ گزرا تھا کہ دونوں کے دونوں درخت سرسبز و شاداب ہو گئے اور ان پر پھل بھی آنے لگے۔

روایات میں آیا ہے کہ ایک مرتبہ ایک شخص شیخ علی ہیتیؒ کی خدمت میں حاضر ہوا، اور عرض کیا کہ میری بیوی حمل سے ہے میری آرزو ہے کہ میرے یہاں لڑکا متولد ہو۔ آپ نے فرمایا، انشاء اللہ لڑکا ہی ہو گا لیکن جب بچہ پیدا ہوا تو لڑکی تھی وہ شخص اسے لئے ہوئے حاضر خدمت ہوا اور عرض کیا حضرت! یہ لڑکی ہے جو میرے یہاں پیدا ہوئی ہے، فرمایا گھر جاؤ اور اسے کپڑے میں لپیٹ لو پھر دیکھنا ہے کہ غیب سے کیا ظہور میں آتا ہے تھوڑی دیر میں کیا دیکھا کہ وہ لڑکی نہ تھی بلکہ لڑکا تھا۔

شیخ ابوالمسعودؒ سے منقول ہے کہ غوث الثقلین ارشاد فرماتے تھے کہ آفتاب و ماہتاب جب طلوع ہوتے ہیں تو مجھے ہدیہ سلام پیش کرتے ہیں۔ علیٰ ہذا القیاس سال، مہینہ، ہفتہ اور دن بھی مجھے سلام کرتے ہیں اور ان میں جو خیر و شر مخفی ہوتا ہے اس سے مجھے مطلع کرتے ہیں۔

غوث الاعظمؒ کے صاحبزادہ سیف الدین عبدالوہابؒ نے فرمایا ہے کہ ہر ماہ اپنے ظہور سے قبل میرے پدر بزرگوار کی خدمت میں حاضری دیتا اگر اس ماہ میں کچھ سختی ہوتی تو اس کا ظہور مکروہ شکل میں ہوتا اگر اس میں خوشحالی اور خیر کا پہلو ہوتا تو اس کی جلوہ نمائی بہتر شکل میں ہوتی ——— ۵۶۰ھ جمادی الآخر کے مہینے میں بروز جمعہ اولیا و مشائخ کی ایک جماعت غوث الاعظمؒ کی خدمت

ہیں حاضر تھی کہ اس اثنا میں ایک خوش شکل نوجوان آیا اور سلام مسنون عرض کیا بایں انداز۔ السلام علیک، ولی اللہ۔ میں مہر و مروت سے بھرپور مہینہ ہوں میرے اندر کوئی شر اور کوئی سختی نہیں ہے۔ کہتے ہیں کہ آئندہ رجب المرجب میں رحمت و برکت اور خیر و سعادت کے سوائے کوئی تنگی یا تلخی نہیں ہے۔

رجب کے آخر میں بروز یکشنبہ ایک بدصورت و بدہیئت شخص حاضر ہوا اور آتے ہی سلام عرض کیا ـــــ السلام علیک یا ولی اللہ! میں شعبان کا مہینہ ہوں آپ کی قدم بوسی کے لئے حاضر ہوا ہوں۔ میرے دامن میں اہل بغداد کی موتیں، حجاز کا قحط اور خراسان کے قتل عام کی وبائیں چھپی ہوئی ہیں جب یہ مہینہ آیا تو جو کچھ اس نے بیان کیا تھا ٹھیک اس کے مطابق ہوا۔ ماہ رمضان میں آپ صاحب فراش ہو گئے بروز دوشنبہ ۲۹ رمضان المبارک کو شیخ علی ہیتی اور شیخ نجیب الدین سہروردی ایسے مشائخ کرام خدمت میں موجود تھے اس اثنا میں ایک شخص آیا اور اس نے بصد ادب و احترام عرض کیا السلام علیک یا ولی اللہ! میں رمضان المبارک کا مہینہ ہوں آپ سے میں اس حادثے کے سلسلے میں جو میرے اندر آپ سے متعلق وقوع پذیر ہوا چاہتا ہے معذرت طلب کرنے کے لئے حاضر ہوا ہوں۔ میری آمد کا مقصد آپ سے رخصتی ملاقات ہے آئندہ میں آپ سے نہ مل سکوں گا۔ ربیع الاول کے دوسرے سال آپ دنیا سے رخصت ہوئے اور دوبارہ رمضان المبارک آپ کی زندگی میں نہ آسکا۔ آپ کے وصال کی تاریخ ۸ یا ۹ ربیع الآخر ۵۶۱ھ ہے۔ بروز شنبہ نماز عشا کے بعد یہ واقعہ پیش آیا ـــــ ایک روایت کی رو سے تاریخ وفات ۱۱ ربیع الآخر تھی بعض ۱۳ اور ۷ تاریخ بھی بتاتے ہیں لیکن راجح قول یہی ہے کہ ۹ ربیع الآخر کو آپ سدھارے۔ قول اول کے مطابق آپ کی عمر ۹۰ سال سات ماہ نو دن کی ہوتی ہے اور دوسرے قول کے بموجب ۹۰ سال ۷ ماہ نو دن۔

ہندوستان میں آپ کا عرس ۱۱ ربیع الآخر کو اور بعض ۱۷ کو اس ماہ میں کرتے ہیں۔ بغداد میں ۱۷ ربیع الآخر کو عرس ہوتا ہے۔ یہ احقر حضرت کا عرس ۹ ربیع الآخر کی شب میں کرتا ہے کیونکہ زیادہ صحیح تاریخ یہی ہے۔

روایات میں آیا ہے کہ وصال کے وقت بہت سے مشائخ موجود تھے۔ اس موقع پر آپ کے صاحبزادے شیخ عبدالوہاب نے وصیت کی درخواست کی، غوث الثقلین نے ارشاد فرمایا علیکم بتقوی اللہ وطاعتہ (اللہ سے ڈرو اور اس کی اطاعت کرو) نیز آپ نے فرمایا ولا تخف احدا ولا ترج۔ کسی سے نہ ڈر اور نہ کسی سے امید رکھ۔ آپ نے فرمایا کل الحوائج الی اللہ واطلبوا اللہ۔ تمام ضرورتوں کو خدا کے سپرد کرو اور جو کچھ طلب کرنا ہے اسی سے کرو۔ ولا تثقوا باحد الا اللہ۔ اللہ تعالیٰ کے سوائے کسی پر بھروسہ نہ کر۔ خذ التوحید التوحید اجماع الکل، توحید سے رابطہ پیدا کرو اور اس پر سب متفق ہے ـــــ اس وصیت کے بعد آپ نے ارشاد فرمایا (اپنی اولاد سے) اٹھو، جگہ دو اور ان کا احترام کرو رحمت خداوندی کا مینہ برس رہا ہے جگہ کھلی رکھو۔ بار بار آپ علیکم السلام ورحمۃ اللہ فرماتے تھے۔ ایک رات کو آپ کی زبان پر یہ کلمات بار بار آتے تھے انا لا ابالی بشیئ ولا یملک الموت مجھے کسی چیز کی

پروا نہیں اور نہ میں ملک الموت سے خوف زدہ ہوں۔

غوث الثقلینؒ کا مزار عالیہ مدرسہ باب الازج میں واقع ہے اور یہ مدرسہ شہر بغداد میں ہے۔ شیخ ابوسعید کو آپ نے تبرکات خود مرحمت فرمائے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے جس طرح زندگی میں آپ کو کمالات و تصرفات سے نوازا تھا اسی طرح وفات کے بعد آپ کے مزار کو بھی مرجع فیوض و برکات بنا دیا۔ چنانچہ امام عبداللہ یافعیؒ کا بیان ہے کہ بغداد میں اگر کوئی صاحب حال آئے اور غوث الاعظمؒ محبوب سبحانی کی خدمت میں حاضر باش نہ ہو تو قدرت اس کی باطنی استعداد سلب کر لیتی ہے۔

شیخ عبدالوہابؒ اور شیخ عبدالرزاقؒ سے روایت ہے کہ ایک دن ہمارے پدر بزرگوار مدرسہ باب الازج میں تشریف فرما تھے اور دودھ پی رہے تھے، دودھ پیتے پیتے آپ نے ہاتھ کھینچ لیا اور بہت دیر تک غائب رہے پھر تشریف لائے اور فرمایا کہ میرے قلب پر علم لدنی کے ستر دروازے کھول دیئے گئے ہیں ان کی وسعت آسمان اور زمین کے برابر ہے ایک دن آپ نے فرمایا، مشرق و مغرب، بحر و بر اور دشت و جبل نے میری عظمت کا لوہا مانا ہے اور ایک بھی ولی ایسا نہیں جس نے میرا مقام نہ تسلیم کیا ہو۔

شیخ عمر بزازؒ نے فرمایا ہے کہ غوث الثقلینؒ کا ارشاد ہے کہ پریشانی کے عالم میں جو کوئی مجھ سے استمداد طلب کرتا ہے میں اس کی پریشانی دور کر دیتا ہوں اور جو سختی کے موقع پر مجھے پکارتا ہے میں اسے نجات دیتا ہوں۔

شیخ ابوعمر و صدیقیؒ اور شیخ ابومحمد عبدالحقؒ نے فرمایا کہ ایک دفعہ بروز یک شنبہ ۳ صفر کو ہم حضرت کی خدمت اقدس میں حاضر تھے پس حضرت نے وضو کا اہتمام کیا اور دو رکعت نماز ادا کی جب نماز سے فراغت پائی تو آپ نے ایک حیدری نعرہ بلند کیا چوبی نعلین جو آپ پہنے ہوئے تھے ان میں سے آپ نے ایک نعل مبارک آپ نے ہوا میں پھینکی جو آن واحد میں نظر سے غائب ہو گئی پھر دوسری بھی پھینکی اور وہ بھی آنکھوں سے اوجھل ہو گئی کسی کو یہ حوصلہ نہ ہوا کہ وہ آپ سے اس کے بارے میں کوئی سوال کرے ۲۳ دن کے بعد عرب سے ایک قافلہ آیا اس نے کہا غوث الثقلینؒ کی خدمت اقدس میں نذر پیش کرنے کا ارادہ ہے۔ آپ نے فرمایا کہ ان سے ایک ریشم، ریشمی کپڑے اور سونا قبول کر لو پھر ان لوگوں نے آپ کی نعلین بھی پیش کیں حضرت نے دریافت کیا کہ [illegible] نعلین انہوں نے عرض کیا کہ بروز یک شنبہ ۳ صفر کو ہم راستے میں تھے ناگہاں ڈاکوؤں نے ہم پر یلغار کر دی قافلہ میں لوٹ مار شروع کر دی انہوں نے بعض کو قتل کیا اور بعض کا مال و اسباب لے کر چلتے بنے کسی وادی میں پہنچ کر تقسیم مال کی غرض سے وہ اترے ہم نے دل میں سوچا کہ اس وقت ہمیں غوث الثقلینؒ سے رجوع کرنا چاہیئے چنانچہ فوراً ہم نے آپ کی نذر مانی کچھ دیر نہ گزری تھی کہ ہم نے ڈاکوؤں کے نعرے سنے جن کی ہیبت سے تمام وادی گونج اٹھی پھر ہم نے دیکھا کہ وہ ڈاکو جن کے ہوش اڑ رہے ہوئے ہماری طرف بڑھے ہم نے خیال کیا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ دوسرا گروہ ہمیں لوٹنے کے لیے آ رہا ہے۔ ہم نے آپس میں فیصلہ کیا کہ آؤ سب مال اکٹھا کریں اور غور کریں کہ ہم پر کیا افتاد آنے کو ہے ہم نے دیکھا کہ ان کے دو سرے سردار مرے پڑے ہیں اور یہ دونوں نعلین پانی میں بھیگی ہوئی ان

سکے پاس رکھی ہوئی ہیں انہوں نے ہمارا سارا مال واپس کر دیا اور زبان سے یہ کہا کہ یہ کوئی بڑا سنگین واقعہ ہے۔

روایات میں آیا ہے کہ ایک شخص نے غوث الثقلین کی خدمت اقدس میں حاضری دی اور عرض کیا کہ میری بیوی کو مرگی کا عارضہ ہے بہت سے علاج کرائے لیکن اسے صحت نہیں ہوئی حضرت نے فرمایا، اگر اس کے بعد دورا پڑے تو اپنی بیوی کے کان میں یہ کہہ دینا اے جانس! الشیخ عبدالقادر بغداد میں قیام پذیر ہیں اور فرماتے ہیں کہ اگر تو باز نہیں آئے گا تو وہ تجھے ہلاک کر ڈالیں گے۔ وہ شخص کہتا ہے کہ میں نے غوث الثقلینؒ کی ہدایت کے بموجب عمل کیا پھر میری بیوی کو کبھی دورا نہیں ہوا۔ امام عبداللہ یافعیؒ کا بیان ہے کہ اس واقعہ کے بعد پھر بغداد میں کسی کو مرگی کا عارضہ لاحق نہیں ہوا۔ آپ کے وصال کے بعد لوگ اس بیماری میں ضرور مبتلا ہوئے۔

ایک روز ایک پیرزالہ غوث الاعظمؒ کی خدمت میں اپنے لڑکے کو لئے ہوئے حاضر ہوئی اور عرض کیا کہ میرے لڑکے کو حضرتؒ سے کمال محبت اور عقیدت ہے میں اسے آپ کی خدمت میں سونپتی ہوں اور اسے آپ کے لئے وقف کرتی ہوں۔ غوث الاعظمؒ نے خدا اور رسول کے لئے اس لڑکے کو قبول کر لیا اور اسے مجاہدہ و ریاضت کی تعلیم دی (تاکہ اس کی روحانیت بیدار ہو جائے) کچھ دنوں بعد وہ بوڑھی عورت اپنے بیٹے سے ملنے کے لئے بارگاہ غوثیت میں حاضر ہوئی، اس نے دیکھا کہ جو کی روٹی کھا رہا ہے اور اس کا رنگ پیلا پڑ گیا ہے کم خوابی اور بیداری کی وجہ سے اس کا جسم اتنا گھل گیا ہے کہ دبلا پتلا نظر آتا ہے۔ یہ نقشہ دیکھا تو وہ حضرت کی خدمت میں پہنچی وہاں اس نے ایک پلیٹ میں مرغ کی ہڈیاں رکھی ہوئی دیکھیں جس کے معنی یہ تھے کہ وہ ابھی ابھی طعام سے فارغ ہوئے ہیں پیرزالہ نے جھنجھلا کر کہا، حضورؐ! آپ مرغ اڑائیں اور میرا بیٹا جو کی روٹی۔ حضرت نے ہڈیوں پر اپنا ہاتھ رکھ کر فرمایا ۔ قومی باذن اللہ الذی یحیی العظام وھی رمیم۔ اس ذات کے حکم سے اٹھ کھڑی ہو جو گلی سڑی ہڈیوں میں جان ڈالتا ہے۔ خدا کی شان! وہ مرغ کھڑا ہو گیا اور اس نے اذان بھی دی۔ غوث الاعظمؒ نے فرمایا جب تیرا بیٹا اس قابل ہو جائے گا تو جو چاہے گا وہی کچھ کھائے گا۔

مخفی نہ رہے کہ غوث الثقلین کا مقام اور مرتبہ اتنا بلند ہے کہ احاطۂ تقریر و تحریر میں نہیں آسکتا مجھ عاجز اور درماندہ ہی پر کیا موقوف ہے، وہ ہزاروں تذکرہ نویس جنہوں نے اس موضوع پر قلم اٹھایا ہے وہ بھی حق مضمون ادا کرنے پر قادر نہیں ہیں۔ آپ کے کمالات کے بارے میں جو کچھ میں نے سپرد قلم کیا ہے وہ عشر عشیر تو کیا یہ تو ہزارویں حصے سے بھی کم ہے۔ آپ کے مجد و شرف کے سلسلے میں یہ بات کافی ہے کہ آپ محبوبین الٰہی کی جماعت کے سردار ہیں۔ شیخ جمال العارفین ابو محمد بن عبداللہ بصریؒ سے روایت ہے کہ ایک دن حضرت خضر علیہ السلام سے میری ملاقات ہوئی میں نے ان سے درخواست کی کہ اولیائے کرام سے متعلق کوئی عجیب و غریب داستان بیان کیجئے جو آپ کی چشم دید ہو۔ فرمایا کہ ایک دفعہ میں بحر محیط سے گزر رہا تھا وہاں کسی آدمی کا گزر نہ تھا میں نے دیکھا کہ ایک شخص کمبل اوڑھے ہوئے لیٹا ہے میرے دل میں یہ خیال گزرا کہ یہ شخص ہو نہ ہو ولی ہوگا۔ میں نے اس سے کہا کہ اُٹھیے اور خدا کی بندگی کیجئے۔ اس شخص نے اُٹھ کر مجھ سے کہا، اے ابو العباس! جاؤ اور اپنے دل کو خدا کی یاد میں مشغول رکھو، میں نے اس سے پوچھا کہ آپ نے مجھے کیسے شناخت

کیا؟ اس شخص نے کہا، آپ خضر ہیں کہ نہیں؟ لیکن یہ فرمائیے کہ میں کون ہوں؟ میں نے اپنے خدا سے عرض کیا، میں اولیاء اللہ کا نقیب اور پیغامبر ہوں اور پھر بھی مجھے یہ نہیں معلوم کہ یہ شخص کون ہے؟ ندا آئی کہ اے ابو العباس! بے شک تو اولیاء اللہ کا نقیب ہے نگران اولیاء اللہ تک تیری رسائی ہے جو مجھ سے محبت کرتے ہیں لیکن یہ شخص اس گروہ سے تعلق رکھتا ہے جنہیں میں دوست رکھتا ہوں۔ اس شخص نے میری جانب رُخ کیا اور کہا، ابو العباس! اتنا میں نے اثبات میں جواب دیا اور ساتھ ہی اپنے حق میں دعا کی درخواست، اس شخص نے کہا میں خود آپ سے دعا کا خواہاں ہوں، میں نے کہا کہ میں اس قابل کہاں کہ آپ کے حق میں دعا کرسکوں۔ میں تو معذور ہوں۔ اس شخص نے یہ دعا کی :- وفرلك الله نصيبك منه - اللہ تعالیٰ تیرے نصیب میں جو کچھ لکھا ہے اس میں اضافہ کرے۔ میں نے کہا، اس میں کچھ اور اضافہ کیجئے لیکن کیا دیکھتا ہوں کہ وہ شخص میری نگاہوں سے اوجھل ہوگیا حالانکہ کوئی ولی میری نظر سے اوجھل نہیں ہو سکتا میں کچھ اور آگے بڑھا تو ریت کے ایک ٹیلے پر میں نے نور دیکھا جس سے نگاہیں خیرہ ہوئی جاتی تھیں، میں نے دیکھا کہ وہاں ایک عورت نیا کمبل اوڑھے ہوئے سو رہی ہے اس کا کمبل بھی پہلے دیکھے ہوئے مرد کے کمبل سے ملتا جلتا تھا میں نے چاہا کہ اس کے پاؤں چھو کر اسے بیدار کر دوں، غیب سے آواز آئی ادب ملحوظ خاطر رکھو جنہیں ہم دوست رکھتے ہیں ان کا لحاظ رکھو۔ تھوڑی دیر میں نے انتظار کیا اتنے میں اس کی آنکھ کھلی اور اس نے کہا الحمد لله الذی احیانی بعد ما اماتنی والیه النشور والحمد لله الذی انسنی واوحشنی عن خلقه (خاص تعریف ہے اللہ کے لئے جس نے مجھے موت کے بعد حیات بخشی اور اسی کی طرف لوٹنا ہے اور خاص تعریف ہے اس ذات کے لئے جس نے مجھے خلق سے بیگانہ کر دیا ہے انس و وحشت کے درجے میں) پھر اس عورت نے مجھ سے کہا، اے ابو العباس! اگر روکنے سے پہلے آپ ادب آداب سے رہتے تو بہتر ہی ہوتا، میں نے کہا، سچ بتانا آپ اس شخص کی بیوی تو نہیں ہیں کہا، آپ ٹھیک سمجھے ہیں۔ یہاں ابدال میں سے ایک خاتون کی رحلت ہو گئی تھی۔ خدا نے مجھے یہاں اس کی تجہیز و تکفین کے لئے بھیجا تھا جب اسے آسمان کی طرف اٹھا لیا گیا اور میں فارغ ہو گئی۔ میں نے کہا دعا کیجئے، اس خاتون نے کہا اے ابو العباس! میں خود آپ سے دعا کی طالب ہوں، میں نے کہا مجھے معذور سمجھئے اس عورت نے دعا کی وفرلك الله نصيبك منه اللہ تعالیٰ نے تیرے نصیب میں جو کچھ لکھا ہے اس میں اضافہ کرے، میں نے مزید دعا کی درخواست کی، اس خاتون نے کہا اگر میں نظر سے اوجھل ہو جاؤں تو برا نہ ماننا، یہ کہا اور نظر سے غائب ہو گئی ——— راوی رجال العارفین شیخ ابو محمد بن عبداللہ بصریؒ کا بیان ہے کہ میں نے حضرت خضر علیہ السلام سے دریافت کیا، آیا اس قسم کے مجمع بین الہی کے بھی سردار ہوتے ہیں یہ فرمایا کہ یقیناً، پھر میں نے پوچھا کہ ہمارے زمانے میں کون سردار ہے، جواب میں ارشاد فرمایا، شیخ عبدالقادر جیلانیؒ۔ اس مضمون سے متعلق فقیر نے یہ شعر کہا ہے ؎

عاشق یار خویش جملہ جہاں
اے خوشا آنکس کہ یار عاشق اوست

اپنے محبوب سے تمام جہاں کو عشق ہے۔ وہ شخص کتنا خوش نصیب ہے کہ خود محبوب جس پر عاشق ہو۔
صاحب فتوحات رقمطراز ہیں کہ مفردان ایک ایسا گروہ ہے جو دائرہ قطب سے باہر ہے اور حضرت خضر علیہ السلام کا شمار اسی گروہ میں ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا تعلق بعثت سے قبل اسی گروہ سے تھا۔
غوث الثقلین کے یہ کمالات و فضائل جو احاطۂ بیان میں آئے ہیں ان کی نسبت ہزاروں سے ایک کی بھی نہیں۔
حضرت مولانا عبدالرحمٰن جامیؒ نے امام عبداللہ یافعیؒ کی کتاب کے حوالے سے نفحات الانس میں تحریر کیا ہے کہ غوث الاعظمؒ کے محاسن و کمالات احاطۂ تحریر میں نہیں آسکتے۔ ائمہ کرام سے مجھے اس حقیقت کا علم ہوا ہے کہ آپ کی کرامات بحر تواتر ہم تک پہنچی ہیں اور یہ ثابت ہو گیا ہے کہ آپ سے جن کرامات کی نسبت ہے وہ کسی اور شیخ سے منسوب نہیں کی جا سکتیں۔ آپ کی حیات میں اور آپ کے وصال کے بعد جو کرامات آپ سے ظہور میں آئیں ان کے لئے ایک دفتر درکار ہے اس لئے اختصار کے ساتھ صرف اتنا لکھ دینا کافی ہے کہ آپ سے جو کرامات ظہور میں آئی ہیں وہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے معجزات کا پرتو ہیں۔ مولانا عبدالرحمٰن جامیؒ لکھتے ہیں:۔

از ولی خارقے کہ مسموع است ‏ ‏ ‏ ‏ معجزۂ آں نبی متبوع است

پہلی رات کو جب اس سراپا تحقیر فقیر اور ایک ادنٰے ترین مرید نے غوث الاعظمؒ کا تذکرہ سپرد تحریر کرنا شروع کیا تو فی الحقیقت کچھ ایسا محسوس کیا کہ میں حضرت موسیٰ کاظمؒ اور حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے مزارات کا طواف کر رہا ہوں یوں کہنا چاہئے کہ اس کار نمایاں کے صدقے میں یہ شرف اس احقر کو حاصل ہوا۔ اس سے مجھے یقین ہو گیا اور میرے دل کو خوشی ہوئی کہ انشاء اللہ میری یہ کوشش مشکور ہوگی۔ میں نے خدا کا لاکھ لاکھ شکریہ ادا کیا۔

حضرت شیخ سیف الدین عبدالوہابؒ

غوث الثقلین شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانیؒ کے دس صاحبزادوں میں سب سے بڑے آپ ہی تھے ظاہری و باطنی علوم کی تحصیل اپنے والد ماجد سے کی۔ جملہ علوم پر آپ کو دسترس حاصل تھی۔ غوث الثقلین کے وصال کے بعد مدرسہ میں وعظ و تلقین آپ ہی فرمایا کرتے تھے۔ مخلوق آپ کے فضل و کمال سے کسب فیض کرتی تھی۔
آپ سے منقول ہے کہ ایک دفعہ میں بلاد عجم میں مصروف سیاحت تھا جب تمام علوم سے فراغت کے بعد میں بغداد واپس آیا تو میں نے اپنے والد محترم سے وعظ کی اجازت طلب کی۔ آپ نے بخوشی اجازت دے دی۔ میں نے منبر پر اپنے علوم کی روشنی میں عالمانہ و فاضلانہ تقریر کی لیکن اس تقریر کا کسی کے دل پر کوئی اثر نہیں ہوا اور نہ کسی کا دل پسیجا کسی کی آنکھوں سے

آنسو تک بھی نہیں بہے۔ حاضرین نے قبلہ والد ماجد سے بھی درخواست کی کہ وہ بھی اپنے وعظ سے مستفیض فرمائیں، میں منبر سے نیچے اُتر آیا اور والد صاحب اس پر متمکن ہوئے۔ آپ نے ارشاد فرمایا: شجاعت صبر کی ایک ساعت ہے، یہی ایک فقرہ آپ کی زبان پر آیا تھا کہ اہل مجلس پر رقت طاری ہو گئی۔ میں نے اپنے والد صاحب قبلہ سے اس کا سبب دریافت کیا تو آپ نے فرمایا تو اپنے نفس سے مخاطب تھا اور میرا خطاب غیر سے تھا۔

شیخ سیف الدینؒ کی پیدائش ماہ شعبان ۵۲۱ھ میں ہوئی اور آپ کا وصال ۵ ۲ شوال ۶۰۳ھ میں ہوا آپ بھی بغداد شریف میں ابدی نیند سوئے ہوئے ہیں۔ آپ کے دو صاحبزادے تھے شیخ ابوالمنصور عبدالسلام اور شیخ ابوالفتح سلیمان۔ آپ کا علم آپ کے عمل سے ہم آہنگ تھا۔

شیخ شرف الدین عیسیٰؒ

ابو عبدالرحمٰن کنیت ہے آپ بھی غوث الاعظمؒ کے صاحبزادوں میں سے ہیں آپ نے اپنے والد ماجد سے علوم کی تحصیل کی ہے۔ فراغت کے بعد حدیث و فقہ کا درس اور خلق خدا کو وعظ و تلقین کا سلسلہ شروع کیا آپ کی ایک تصنیف جواہر الاسرار ہے جس میں علم تصوف کے حقائق و معارف کا بیان ہے۔ غوث الاعظمؒ نے اپنی کتاب فتوح الغیب آپ ہی کے لئے تصنیف کی تھی آپ نے ۵۷۳ھ میں بمقام مصر رحلت کی۔

شیخ شمس الدین عبدالعزیزؒ

ابوبکر کنیت ہے آپ بھی غوث الاعظمؒ کے صاحبزادوں میں سے ہیں آپ نے بھی علوم ظاہری و باطنی کی تکمیل اپنے والد ماجد سے کی تھی آپ نے غوث الثقلین سے بہت کچھ فیوض و برکات حاصل کئے تھے۔ آپ بخارا کی جانب ہجرت کر گئے تھے اور وہیں مستقل قیام اختیار کر لیا تھا۔

حضرت شیخ تاج الدین ابوبکر عبدالرزاقؒ

کنیت عبدالرحمٰن اور ابوالفرح ہے۔ آپ کا شمار بھی غوث الثقلین کے صاحبزادوں میں ہوتا ہے۔ اپنے والد ماجد سے علوم کی تحصیل کی تھی۔ عراق میں منصب افتا پر بھی آپ فائز رہے ہیں۔ آپ کو علوم و فنون پر بڑی قدرت اور عبور حاصل تھا، غوث الثقلین کے ملفوظات پر جو رسالہ جلاء الخاطر مشتمل ہے وہ آپ ہی کی کد و کاوش کا نتیجہ ہے۔ اس رسالے میں تحریر ہے کہ غوث الاعظمؒ کے ارشاد کے

یہ عیب طامع کا دامن ہمیشہ خالی رہتا ہے جسے خود لفظ طمع کے غیر منقوطہ حروف سے ظاہر ہے ؎

طمع را سہ حرف است و ہر سہ تہی

آپ کی آخری آرام گاہ بغداد میں ہے۔

حضرت شیخ ابو اسحاق ابراہیمؒ

آپ بھی غوث الثقلین کے صاحبزادوں میں شامل ہیں۔ آپ اپنے دور میں اولیأ و صلحا کے سر گروہ تھے آپ نے ظاہری و باطنی علوم کا اکتساب اپنے والد ماجد سے کیا تھا۔ انہی کے فیوض و برکات کے سرچشمے سے سیرابی حاصل کی تھی ہمہ وقت محویت و استغراق کا عالم رہتا تھا۔ زہد و تقوےٰ میں بلند مقام حاصل تھا تیس سال تک آپ نے اس بلا کا مجاہدہ کیا کہ اپنا سر تک اونچا نہیں کیا۔ آپ ۲۸ھ میں متولد ہوئے تھے ۲۲ شوال کو ۶۲۳ھ میں آپ اللہ کو پیارے ہو گئے۔ آپ اپنے والد محترم غوث الثقلین کے مزار سے متصل سوئے ہوئے ہیں۔

آپ سے روایت ہے کہ ایک دفعہ جمعہ کی نماز کے لیئے غوث الثقلین نے باہر قدم رنجہ فرمایا۔ میں اپنے دو بھائیوں سمیت والد ماجد کے ہمراہ تھا میں نے دیکھا کہ بادشاہ کے لیئے تین بار شراب کے منائی گئی اس کی بدبو سے دماغ پھٹا جا رہا تھا سپاہی بھی ساتھ تھے حضرت نے انہیں ٹھہرنے کا حکم دیا جس کی انہوں نے تعمیل کی پھر جانوروں کو ایڑ لگائی اور انہیں تیزی کے ساتھ ہانکنے لگے آپ نے پھر فرمایا آگے نہ بڑھو بلکہ یہیں رک جاؤ ان سب نے فریاد کی اور ٹھیک اسی جگہ ٹھہر گئے جہاں ٹھہرنے کا انہیں حکم دیا گیا تھا۔ ہر چند سپاہی جانوروں کو ہانکتے تھے لیکن وہ ٹس سے مس نہیں ہوتے تھے۔ اس اثنا میں سپاہیوں کے پیٹ میں درد قولنج کی شکایت ہوئی اور زمین پر لوٹتے پوٹتے اور تڑپنے لگے سب نے توبہ کی اور آہ و فریاد شروع کی۔ درد رک گیا شراب سرکے میں تبدیل ہو گئی آپ مسجد میں تشریف لے گئے۔ یہ خبر بادشاہ کے گوش گزار ہوئی تو حضرت کی خدمت میں حاضری دی اور ان تمام چیزوں سے توبہ کی جن کی حرمت کا شریعت نے قطعی فیصلہ صادر کر دیا ہے۔

روایات میں آیا ہے کہ شیخ عبدالرزاقؒ نے اپنے والد ماجد کی خدمت میں رجال الغیب کو پرواز میں مصروف پایا تو ان پر خوف طاری ہو گیا غوث الاعظمؒ نے فرمایا، ڈرنے کی کوئی بات نہیں ہے یہ رجال الغیب ہیں اور تیرا تعلق بھی انہی سے ہے۔

آپ کے پانچ صاحبزادے تھے شیخ ابو صالح نصر، شیخ ابوالقاسم عبدالرحیم، شیخ ابو ابراہیم محمد، شیخ ابوالمحاسن فضل اللہ اور شیخ جمال اللہ آخر الذکر میں غوث الاعظمؒ کی بو باتی تھی۔ ان سب نے اپنے عم محترم شیخ عبدالوہاب کی خدمت میں ظاہری و باطنی علوم کی تحصیل کی۔ یہ سب کے سب اپنے زمانے میں کامل و اکمل شیوخ ہوئے ہیں۔

سے کوئی

حضرت شیخ ابوالفضل محمدؒ

آپ بھی غوث الاعظمؒ کے صاحبزادے ہیں۔ ظاہری و باطنی علوم کی تکمیل اپنے والد ماجد سے کی اور درجہؒ کے سرہانے کھڑے
وصال بغداد میں ۲۵ ذی قعدہ ۶۰۰ھ کو ہوا۔ بیان ٹہر گئی

حضرت شیخ ابوعبدالرحمن عبداللہؒ

آپ بھی غوث الاعظمؒ کے صاحبزادے ہوتے ہیں آپ نے ظاہری و باطنی علوم کی تکمیل اپنے والد ماجد کی خدمت میں کی آپ اپنے
دور میں محدث بھی تھے اور فقیہہ بھی آپ نے ۲۷ ماہ صفر ۵۸۷ھ میں رحلت فرمائی۔ بغداد شریف میں آپ کی ابدی خواب گاہ ہے
آپ کے دو صاحبزادے ہوئے شیخ ابو محمد عبدالرحمٰن اور دوسرے شیخ ابو محمد عبدالقادر، آپ کی کنیت اور نام اپنے جد امجد سے ملتا جلتا
تھا تمام علوم اپنے والد ماجد اور عم محترم شیخ عبدالرزاقؒ سے حاصل کئے۔ آپ اپنے عہد میں کامل و اکمل شیخ گزرے ہیں۔

حضرت شیخ ابوزکریا یحییٰؒ

آپ غوث الاعظمؒ کے صاحبزادوں میں سے ہیں علم فقہ اور علم حدیث میں اپنے والد ماجد سے کسب فیض کیا اپنے وقت کے
کامل و فاضل شیخ گزرے ہیں آپ ۶ ربیع الاول ۵۵۰ھ میں پیدا ہوئے تھے۔ وصال شعبان المعظم میں ۶۰۰ھ کو ہوا۔ آپ کی خوابگاہ
بغداد شریف میں اپنے برادر بزرگ شیخ عبدالوہاب کے مزار عالیہ سے متصل ہے۔

حضرت شیخ ابونصر موسےٰؒ

غوث الاعظم شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانیؒ کے سب سے آخری نور نظر ہیں۔ آپ نے بھی اپنے والد ماجد سے علوم کی تحصیل
کی فقیہہ و محدث اور عارف کامل و درویش گزرے ہیں۔ ربیع الاول کے اواخر میں ۵۳۹ھ کو متولد ہوئے تھے۔ آپ نے دمشق میں
مستقل سکونت اختیار کر لی تھی وہیں جمادی الآخر کی پہلی تاریخ کو ۶۱۶ھ میں آپ نے وفات پائی۔ آپ کا مزار بھی دمشق میں ہے۔

بلا واسطہ اور بالواسطہ غوث الاعظمؒ کے مریدین کی تعداد ان گنت ہے بالخصوص ہندوستان کے اطراف
میں اکثر مشائخ اس سلسلۂ عالیہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ کفار و مشرکین کو بھی آپ سے عقیدت رہی ہے چنانچہ بالعموم شب جمعہ
کو مسلم اور غیر مسلم سب آپ کی یاد میں تقریب نذر و فاتحہ مناتے ہیں۔

یوحیب طامع

حضرت شیخ علی بن ہیتیؒ

آپ کی آخر یوم ار بطائح کے اولیائے کرام اور مشائخ کبار میں ہوتا ہے۔ تاج العارفین شیخ ابو الوفاؒ سے آپ کو شرف بیعت حاصل ہے۔ شیخ ابو محمد شنبکیؒ اور شیخ ابو بکر بن مراد سے نسبت اور باطنی رابطہ حاصل ہے۔ غوث الاعظمؒ کی خدمت بابرکت میں حاضر باش رہتے اور ان کی صحبت سے فیض یاب ہوتے۔ جس وقت غوث الثقلین نے قدمی ھٰذہٖ علیٰ رقبۃ کل ولی اللہ (میرا یہ قدم ہر ولی اللہ کی گردن پر ہے) کے الفاظ ارشاد فرمائے تھے تو پہلا شیخ جس نے منبر کے قریب جاکر حضرت کا قدم اپنی مبارک گردن پر رکھا اور آپ کے دامن میں یہ شرف حاصل کیا تو وہ آپ ہی کی ذات تھی۔

روایات میں آیا ہے کہ ایک دن غوث الاعظم وعظ فرمارہے تھے، شیخ علی ہیتیؒ آپ کے قریب بیٹھے تھے کہ ان کی آنکھ لگ گئی۔ غوث الاعظمؒ نے اہل مجلس سے کہا کہ چپ ہوجاؤ آپ خود بھی منبر سے نیچے اتر آئے اور شیخ کے سامنے باادب ایستادہ ہوگئے پوری توجہ سے شیخ کو دیکھتے رہے۔ جب شیخ نے آنکھیں کھولیں تو غوث الاعظمؒ نے دریافت کیا کہ آیا رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو آپ نے خواب میں دیکھا، انہوں نے اثبات میں جواب دیا، آپ نے فرمایا میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے احترام کے لئے کھڑا ہوگیا تھا، آپ نے شیخ سے پوچھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کن کن باتوں کی تلقین فرمائی، انہوں نے کہا اس بات پر زور دیا ہے کہ میں آپ کی صحبت میں رہوں۔

بعدازاں شیخ علی ہیتیؒ سے بعض اشخاص نے یہ پوچھا کہ غوث الثقلین کے اس ارشاد کا کیا منشا ہے کہ

"من از برائے آں باادب ایستادہ بودم"

جواب میں ارشاد فرمایا کہ میں جو کچھ خواب میں دیکھ رہا تھا غوث الاعظمؒ اس کا مشاہدہ بیداری کے عالم میں فرمارہے تھے (تعظیم کے لئے غوث الاعظمؒ کا کھڑا ہونا اس لئے تھا کہ آپ بیداری میں حضور علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی زیارت سے مشرف ہورہے تھے)۔

غوث الاعظمؒ شیخ کی تعریف وتوصیف کرتے اور یہ فرمایا کرتے تھے کہ عالم غیب وشہود جو اولیاء اللہ میرے پاس آئیں گے ان کی حیثیت میرے مہمانوں کی ہے لیکن میں شیخ علی ہیتی کا مہمان ہوں۔ جب شیخ اپنے مقام زیران سے غوث الاعظمؒ کی بارگاہ میں حاضری کا قصد کرتے تو اپنے مریدوں کو غسل کی تلقین فرماتے، آپ اپنے مریدوں سے فرمایا کرتے تھے کہ حضرت کی خدمت میں مودب رہا کرو اور یہ سوچ سمجھ کر زیارت کا قصد کیا کرو کہ ہم ایسے شیخ کی بارگاہ میں حاضری دے رہے ہیں جس کی چاکری پر مشائخ کو ناز ہے۔ جب شیخ غوث الاعظم کی خدمت میں پہنچتے تو آپ فرماتے کہ تم تو خود عراق کے مشائخ کبار میں سے ہو تم کو یہاں آنے کی زحمت گوارا کرتے ہو۔ شیخ علی ہیتی عرض کرتے شہنشاہ عراق تو آپ ہیں، ہم آپ کی زیارت کے لئے کیسے

نہ حاضر ہوں آپ کی سرپرستی میں ہمارے لئے امان ہے اور ہمارا قلب مطمئن ہوجاتا ہے۔ غوث الاعظمؒ ارشاد فرماتے تمہارے لیئے کوئی خدشہ نہیں ہے۔

منقول ہے کہ ایک روز آپ نہر کے پاس سے گزرے آپ نے دیکھا کہ وہاں کے باشندے ایک میت کے سرہانے کھڑے ہوئے آپس میں تکرار کر رہے ہیں شیخ علی ہیتیؒ نے میت سے خطاب کیا۔ اے اللہ کے بندے! یہ فرمانا تھا کہ اس میں جان پڑ گئی اور اس نے آنکھیں کھول دیں، نیز یہ کہا کہ مجھے فلاں بن فلاں نے تہ تیغ کیا ہے، حاضرین نے خود یہ ماجرا بچشم خود دیکھا۔ اس کرامت کے بعد پھر اس شخص پر موت طاری ہوگئی۔

شیخ علی ہیتیؒ کی کرامات میں مرقوم ہے کہ اگر کسی پر شیر حملہ کرتا اور اس کے سامنے آپ کا نام لے لیا جاتا تو شیر الٹے پاؤں لوٹ جاتا۔

آپ کا ۵۶۴ھ میں وصال ہوا اور آپ نے ۱۲۰ سال کی عمر پائی ہے۔ مزار مبارک وزیران میں ہے۔

حضرت شیخ ابو عمرو صریفینیؒ

آپ کا اسم شریف عثمان ہے اور آپ غوث الاعظمؒ کے مریدین میں سے تھے۔ آپ کا بیان ہے کہ ابتدا میں یہ صورت پیش آئی کہ ایک شب میں بستر پر لیٹا ہوا آسمان کی جانب دیکھ رہا تھا کہ مجھے پانچ کبوتر اڑتے ہوئے دکھائی دیے ایک کی زبان پر تھا۔ سبحان من عندہ خزائن کل شئ وما ننزلہ الا بقدر معلوم (پاک ہے وہ ذات جس کے پاس ہر شے کے خزانے ہیں اور ہم جو کچھ نازل کرتے ہیں جانے پہچانے اندازے کے مطابق نازل کرتے ہیں)۔ دوسرے کا ورد یہ تھا۔ (سبحان من اعطی کل شئ خلقہ ثم ھدی) پاک ہے وہ ذات جس نے ہر چیز کو اپنی بخشش سے نوازا، اس کی تخلیق کی پھر اس کی ہدایت کی) تیسرے کبوتر کی زبان پر یہ کلمہ تھا سبحان من بعث الانبیا حجۃ علی خلقہ وفضل علیہم محمدا (پاک ہے وہ ذات جس نے انبیا علیہم السلام کو اپنی مخلوق کے لئے حجت بنا کر بھیجا اور ان پر حضرت محمد علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو فضیلت دی) چوتھے کی زبان پر تھا کل ما فی الدنیا باطل الا ما کان للہ ورسولہ (دنیا میں جو کچھ ہے باطل ہے سوائے اس کے جو کچھ اللہ اور اس کے رسول کے لئے ہے) پانچواں کبوتر یہ پڑھتا جاتا تھا:۔ یا اھل الغفلۃ عن مولاکم قوموا الی ربکم رب کریم یعطی الجزیل ویغفر الذنب العظیم (اے وہ لوگو! جو اپنے مولا سے غافل ہو اپنے رب یعنی رب کریم کی اطاعت کے لئے آمادہ ہو جاؤ وہ (اپنے بندوں کو) بہت کچھ عطا کرتا ہے اور بڑے بڑے گناہ معاف کر دیتا ہے)۔ میں نے یہ کلمات سنے تو میرے ہوش اڑ گئے جب میں اپنے آپے میں آیا تو دنیا و مافیہا کی محبت میرے دل سے نکل چکی تھی، پو پھٹی تو میں نے اپنے مولا سے

یہ عہد کیا کہ خدایا مجھے کسی ایسی کامل ہستی کی خدمت میں پہنچا دے جو سرچشمہ ہدایت ہو۔ میں نے سفر اختیار کیا لیکن منزل مقصود کی مجھے خبر نہ تھی۔ اثنائے راہ میں اچانک میری آنکھیں ایک مرعوب کن اور باہیبت شخصیت سے چار ہوئیں اس نے کہا السلام علیک یا عثمان! میں نے سلام کا جواب دیا اور قسمیں دے کر پوچھا کہ آپ اپنے بارے میں کچھ بیان فرمائیں آپ کون ہیں اور آپ کو یہ کیسے پتہ چلا کہ میرا نام یہ ہے، اس بزرگ شخصیت نے جواب میں فرمایا کہ مجھے خضرؑ کہتے ہیں، میں غوث الثقلین حضرت شیخ عبدالقادرؒ کی خدمت میں حاضر تھا کہ آپ نے مجھے حکم دیا کہ جاؤ اور طرفین میں اس شخص کو ڈھونڈو آپ کے پاس ہفت سماوات کی بلندیوں سے یہ پیغام آیا کہ مرحبا بک عبدی۔ اس شخص نے اپنے رب سے یہ پیمان باندھا ہے کہ وہ اپنے آپ کو اس کی خاطر کسی کامل بزرگ کے حوالے کر دے۔ جاؤ اور اسے میرے پاس لے آؤ اسی لئے میں آپ کے پاس آیا ہوں۔ اے عثمان! آپ جلد از جلد غوث الثقلینؒ کی خدمت میں پہنچیں اور ان کی قدم بوسی کا شرف حاصل کریں۔ میں ابھی عازم بغداد بھی نہیں ہوا تھا کہ دفعتًہ میں نے اپنے آپ کو بغداد کی سرزمین میں پایا حضرت خضر علیہ السلام نگاہوں سے اوجھل ہو چکے تھے میں خود غوث الثقلین کی بارگاہ غوثیت میں حاضر ہوا آپ نے مرحبا اہلاً وسہلاً فرمایا اور ارشاد کیا، اے عثمان! اللہ تعالیٰ تجھے عنقریب عبدالغنی بن نقطہؒ نام کا ایک عقیدت کیش مرید مرحمت فرمائے گا اور وہ اس شان کا شیخ ہوگا کہ اولیاء اللہ میں اس کی قدر و منزلت کی جائے گی۔ اللہ تعالیٰ فرشتوں سے زیادہ اس پر نازاں ہوگا —— بعد ازاں مجھے طاقیہ اوڑھائی (طاقیہ ایک قسم کی ٹوپی ہے) جس سے میرے دل و دماغ تک اثرات پہنچے۔ میرے دل پر عالم ملکوت کے اسرار ہویدا ہو گئے میں نے سنا ہے کہ دنیا اور ما فیہا میں جو مخلوق ہے وہ اپنی اپنی زبان میں رب العزت کی تسبیح کر دی ہے۔ قریب تھا کہ میرے دل و دماغ کی صلاحیتیں جواب دے جائیں اور میرا سینہ شق ہو جائے۔ غوث الثقلینؒ نے اس عالم میں میرے سینے پر ہاتھ رکھا تو ہوش و حواس درست ہو گئے۔ پھر کچھ مدت تک خلوت نشینی کا سلسلہ رہا۔ بخدا کوئی ایسا بھید نہ تھا ظاہراً یا باطناً جو میرے افشا کرنے سے قبل آپ نے آشکارا نہ کر دیا ہو آپ نے مجھے ان حالات و واقعات سے مطلع کیا جو تیس ۳۰ سال کے بعد وقوع میں آئے۔ آپ کے ہاتھ پر بیعت کرنے اور ابن نقطہ کی میرے ہاتھ پر توبہ کے مابین ۲۵ سال کی مدت ہوتی ہے اس عرصے کے حالات آپ نے منکشف فرما دیئے تھے اور ابن نقطہؒ سے متعلق جو کچھ آپ نے ارشاد فرمایا تھا من و عن اسی کے مطابق ظہور پذیر ہوا۔

حضرت شیخ ابوسعید قیلویؒ

آپ حسنی النسب سید اور عراق کے بلند پایہ شیوخ میں سے تھے آپ کی کرامات مشہور ہیں۔ بلند مقام کے حامل تھے۔

غوث الثقلینؒ کے دست اقدس سے خرقۂ عقیدت وارادت پہنا تھا۔ آپ کا قول ہے کہ شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانیؒ کا مقام اولیاء اللہؒ میں بلند ترین ہے۔

ایک دفعہ آپ طہارت کے لئے تشریف لئے جاتے تھے پانی سے لبریز لوٹا کسی مرید کے ہاتھ میں تھا اتفاقاً لوٹا ہاتھ سے چھوٹا اور گر کر ٹوٹ پھوٹ گیا۔ حضرت نے ٹوٹے ہوئے لوٹے کو درست کر دیا، خود بخود پانی سے لبریز بھی ہوگیا اس سے آپ نے وضو فرمایا۔

آپ کا وصال ۵۷۰ھ میں ہوا۔ مزار مبارک قیلویہ میں ہے۔

حضرت شیخ قضیب البان موصلیؒ

ابو عبداللہ آپ کی کنیت تھی۔ غوث الاعظمؒ کے کامل و اکمل مریدین میں ان کا شمار تھا۔ آپ صاحب کرامات شیخ تھے۔ موصل کے قاضی کو آپ سے بعض وجوہ کی بنا پر شدید اختلاف تھا۔ ایک روز کی بات ہے کہ موصل کی کسی گلی سے آپ گزر رہے تھے کہ قاضی شہر سے آمنا سامنا ہوگیا۔ قاضی نے دل میں سوچا کہ آج انہیں گرفت میں لے کر حاکم وقت کی تحویل میں دے دینا چاہیئے تاکہ اس حکم سے انہیں عبرتناک سزا ملے، ابھی قاضی اسی حیص بیص میں تھا کہ اس نے دور سے گرد و غبار اڑتا ہوا دیکھا، جب یہ گرد وغبار کا چکر قریب پہنچا تو اس میں ایک شخص نمودار ہوا جو فقیہانہ لباس پہنے ہوئے تھا اس نے قاضی سے دریافت کیا کہ وہ کون سا قضیب البان ہے جسے حاکم سے سزا دلانے کی ٹھانی ہے۔ قاضی کو آپ کے بارے میں جو شکوک و شبہات تھے ان کا ازالہ ہوگیا اور اس نے اپنے فاسد عقیدہ سے توبہ کی نیز آپ سے بیعت بھی کی۔

غوث الاعظمؒ سے کسی نے آپ کی شکایت کی کہ قضیب البانؒ پابند نماز نہیں ہیں۔ اس پر غوث الاعظمؒ نے ارشاد فرمایا کہ ان کی جبین نیاز ہمیشہ آستانہ بیت اللہ پر خم رہتی ہے۔

آپ کا وصال ۵۷۰ھ میں ہوا۔ مزار عالیہ موصل میں ہے۔

حضرت شیخ احمد بن مبارکؒ

آپ غوث الثقلین حضرت محی الدین عبدالقادر جیلانیؒ کے خدام میں سے تھے، صاحب کشف بھی تھے اور صاحب کرامات بھی۔ یہی شرف کیا کم ہے کہ آپ کو غوث الاعظمؒ کی خدمت میں ہمہ وقت حاضر باشی کی سعادت حاصل تھی۔ یہ سعادت آپ کی عظمت کا بین ثبوت اور روشن دلیل ہے۔ جب حضرت غوث الاعظمؒ وعظ کے لئے مسند پر رونق افروز ہوتے تھے تو آپ حضرت کے پاس

مسند پر اپنی بابرکت چادر بچھا دیا کرتے تھے آپ نے ۵۷۰ھ میں رحلت کی۔

حضرت شیخ صدقہ بغدادیؒ

ابو الفرح کنیت تھی اور آپ کے والد ماجد کا اسم شریف حسین ہے۔ بغداد میں آپ کا مستقل قیام تھا۔ غوث الثقلینؒ کی خدمت بابرکت میں حاضری کا شرف حاصل تھا حضرت کے فیوض و برکات سے مستفیض ہوتے تھے۔ ایک دفعہ آپ غوث الاعظمؒ کی خانقاہ میں آئے اتنے میں حضرت غوث الثقلینؒ منبر پر متمکن ہوئے مگر زبان سے کچھ ارشاد نہیں فرمایا اور حسب معمول قاری سے بھی تلاوت کے لئے اشارہ نہیں کیا لیکن اس کے باوجود حاضرین پر وجدانی کیفیت طاری ہوگئی اور حالت کچھ سے کچھ نظر آنے لگی۔ شیخ صدقہؒ نے سوچا کہ جب حضرت غوث الاعظمؒ نے کچھ نہیں فرمایا اور قاری نے بھی تلاوت نہیں کی تو پھر حاضرین پر یہ تاثرات کیسے وارد ہوئے۔ غوث الاعظمؒ نے شیخ صدقہ کی جانب رخ کیا اور یہ ارشاد فرمایا، اے شیخ! میرے مریدوں میں ایک مرید بیت المقدس سے یہاں ایک قدم کی مسافت طے کر کے آیا ہے اس نے میرے ہاتھ پر توبہ کی ہے آج تمام حاضرین اس کی مہمانی میں ہیں، شیخ صدقہؒ کے دل میں پھر یہ خطرہ گزرا کہ جو شخص بیت المقدس صرف ایک قدم اٹھا کر بغداد آسکتا ہے اسے توبہ کی احتیاج ہی کیا ہے اور اسے شیخ سے کیا غرض ہو سکتی ہے۔ حضرت غوث الاعظمؒ نے پھر ارشاد فرمایا، اے شیخ! وہ اس لئے تائب ہو رہا ہے کہ پھر ہوائے نفس کے دام میں نہ پھنس جائے اور مجھ سے اس کی غرض یہ ہے کہ میں اسے خداوند قدوس سے محبت کا سلیقہ سکھاؤں۔

حضرت شیخ صدقہؒ کی وفات ۵۷۳ھ میں ہوئی۔

حضرت شیخ بقا ابن بطوؒ

آپ بڑے باکمال درویش اور صاحب کشف و شہود شیخ تھے، زہد و ورع میں آپ کا مقام نہایت بلند تھا، تاج العارفین شیخ ابو الوفا سے سلسلۂ بیعت تھا۔ حضرت غوث الاعظمؒ کی خدمت اقدس میں اکثر و بیشتر حاضر رہتے تھے اور چند در چند فیوض و برکات حاصل کرتے۔ آپ سے روایت ہے کہ ایک روز میں حضرت کی مجلس میں حاضر تھا، حضرت منبر کے پہلے پائے پر بیٹھے ہوئے وعظ فرما رہے تھے کہ اچانک آپ نے سکوت فرمایا اور منبر سے اتر آئے۔ کچھ توقف کے بعد منبر کے دوسرے پائے پر بیٹھ گئے میں نے بغور دیکھا کہ منبر کا پہلا پایہ میری نظر کی حد تک کشادہ نظر آتا ہے۔ وہاں ایک مسند تھی جس پر سبز رنگ کا فرش بچھا ہوا تھا کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم چند صحابہ سمیت اس پر تشریف فرما ہیں۔ اس اثنا میں

غوث الاعظمؒ کے قلب پر تجلیات ربانی کا پرتو پڑا آپ اس کی تاب نہ لا کر گرا چاہتے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو سنبھال لیا۔ پھر میں نے دیکھا کہ آپ کا جسم چھوٹا ہوتا جاتا ہے حتیٰ کہ آپ چڑیا سے نظر آنے لگے پھر اس میں اضافہ شروع ہوا اور آپ حسب معمول اپنی اصل ہئیت پر آ گئے۔ لیکن آپ کے چہرے سے یہ ظاہر ہوتا تھا کہ آپ پر خوف کی کیفیت طاری ہے چہرہ کا رنگ اُڑا ہوا تھا پھر یہ نقشہ میری نگاہوں سے اوجھل ہو گیا۔ شیخ بقاؒ سے لوگوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہؓ کی تشریف فرمائی سے متعلق روایت کی تحقیق طلب کی تو آپ نے جواب میں ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالےٰ آپ کا حافظ و ناصر ہے یہی وجہ ہے کہ ان کی مقدس ارواح مختلف اجسام اور نمایاں صورتوں میں نمودار ہوتی رہتی ہیں لیکن ان کا دیدار وہی کر سکتا ہے جسے اللہ تعالےٰ تاب نظارہ اور دید کی صلاحیت عطا فرمائے، آپ سے گرنے، چھوٹا اور بڑا ہونے کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا کہ تجلیات الٰہی کے نظارہ کی تاب اگر کسی کو ہو سکتی ہے تو صرف تائید نبوی، اگر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم آپ کو نہ سنبھال لیتے تو آپ یقیناً گر جاتے۔

دوسری تجلّی جو حضرت کے قلب پر نور ریز ہوئی اس کی شان جلالی تھی اور اس کی نوعیت کچھ اس طرح تھی کہ شیخ کا جسم تحلیل ہونا شروع ہوا یہاں تک کہ آپ نے ایک چڑیا کی شکل اختیار کر لی۔

تیسری تجلّی جس سے آپ کو نوازا گیا، اس کا مزاج جمالی تھا اسی لئے آپ کے جسم میں اضافہ ہونا شروع ہوا اور آپ آہستہ آہستہ اپنی اصل حالت پر عود کر آئے۔ یہ خدا کی دین ہے اور اس کا انعام ہے جسے چاہتا ہے وہ یہ فضل عطا کر دیتا ہے۔

آپ نے ۵۵۳ھ میں یا اس کے لگ بھگ رحلت فرمائی۔ آپ کا مزار عالیہ باب نوس میں ہے۔ یہ مقام نہر ملک کے قصبات میں سے ہے۔

حضرت شیخ محمد الاوانی المعروف بابن القایدؒ

غوث الثقلینؒ کے مریدین باکمال میں آپ شمار کئے جاتے ہیں۔ صاحب کشف و شہود شیخ تھے۔ فتوحات مکی میں تحریر ہے کہ غوث الاعظمؒ آپ کو مرید الحضرت فرمایا کرتے تھے نیز یہ بھی ارشاد فرماتے کہ محمد بن قائدؒ اپنے دور میں یگانہ اور امتیازی خصوصیات کے حامل ہیں۔ شیخ ابن القایدؒ کا بیان ہے کہ میں تمام علائق دنیوی سے منقطع ہو کر آپ کی خدمت میں چلا آیا تھا۔ اچانک ایک دن میں نے اپنے آگے اپنا نقش قدم دیکھا مجھے شرم کا احساس ہوا اور میں اس سوچ میں پڑ گیا کہ یہ کس کا پیر ہے کیونکہ میں اپنے خیال میں یہ سمجھتا تھا کہ مجھ سے کوئی بازی نہیں لے جا سکتا۔ بعد میں مجھے یہ پتہ چلا کہ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم مبارک کے نشان ہیں۔ اس سے مجھے اطمینان ہو گیا۔

حضرت شیخ ابوالسعود بن الشبلی رح

آپ سلسلۂ طریقیت میں حضرت غوث الثقلین سے نسبت ارادت رکھتے تھے۔ آپ کا شمار بلند پایہ شیوخ میں ہوتا ہے صاحب کشف و شہود شیخ تھے۔ کتاب خصوص میں آیا ہے کہ شیخ ابوالسعود نے اپنے مریدین سے واضح الفاظ میں فرمایا کہ پندرہ سال گزرے مجھے اللہ تعالیٰ نے تصرف کی دولت سے نوازا ہے لیکن میں نے اس قوت سے کبھی کام نہیں لیا۔ ابن قاید رح نے آپ سے دریافت کیا کہ معاملات میں آپ کے متصرف نہ ہونے کی وجہ کیا ہے فرمایا کہ میں تصرّف صرف اللہ تبارک و تعالیٰ کے لئے مخصوص سمجھتا ہوں، وہ جس طرح چاہتا ہے بندوں کے معاملے میں تصرّف کرتا ہے جیسی کچھ اس کی مشیت ہوگی اسی کے مطابق ظہور میں آئے گا۔

حضرت شیخ ابوعمرو قرشی رح

عثمان بن مرزوق بن حمید بن سلامہ اسم گرامی ہے۔ حنبلی المذہب شیخ ہے حضرت غوث الاعظم رح کے تلمیذ رشید اور مرید باصفا تھے۔ مصر کے مشایخ کبار میں آپ کا شمار ہوتا ہے۔ صاحب کشف و شہود بزرگ تھے۔ علوم ظاہری و باطنی پر دسترس رکھتے تھے۔ ایک دفعہ کی بات ہے کہ دریائے نیل میں طغیانی آئی، اہل مصر نے آپ سے رجوع کیا اور یہ درخواست کی کہ پانی کی سطح ذرا نیچی ہو جائے۔ آپ نے دریا کے کنارے بیٹھ کر وضو فرمایا اس کے باطنی اثر سے پانی کی سطح نیچی ہوگئی۔ اور جو خطرہ لاحق تھا ٹل گیا، آئندہ سال بھی طغیانی نہیں آئی اور پانی کم ہی رہا۔ مصر کے باشندوں نے پھر درخواست کی کہ پانی کی سطح کچھ اونچی ہو جائے۔ آپ نے پھر دریا کے کنارے وضو کیا اس سے پانی پھر بڑھنا شروع ہو گیا۔ آپ کی دعا کی برکت سے اور توجہ کے صدقے میں زراعت خوب اور حسب منشا ہوئی۔

آپ نے ۵۶۴ھ میں رحلت فرمائی، ستر سال سے زیادہ عمر پائی۔ آپ کا مزار امام شافعی رح کے مزار عالیہ سے متصل واقع ہے۔

حضرت شیخ موفق الدین المقدسی رح

آپ کا اسم شریف عبداللہ محمد بن احمد بن قدامہ حنبلی ہے۔ صاحب تصانیف بھی تھے، ظاہری و باطنی علوم میں اچھی خاصی دستگاہ رکھتے تھے۔ حضرت غوث الثقلین کے مریدین اور تلامذہ میں آپ کا شمار بھی ہوتا ہے۔ آپ نے

سنہ ۶۲۰ھ میں وفات پائی۔

حضرت شیخ محمد بن احمد الجوینیؒ

حضرت شیخ عبداللہ بطائحی کے مریدین میں سے تھے اور یہ شیخ عبداللہ حضرت غوث الثقلین حلقۂ ارادت میں شامل تھے کتاب بہجۃ الاسرار میں مرقوم ہے کہ نہایت خوش رو اور خوب صورت تھے گویا حسن صورت اور حسن سیرت کی دولت سے مالامال تھے۔ ـ

روئے خوش و خوئے نکو چوں دوست میدارد خدا
خرم کے کو را بود خوئے خوش و روئے نکو

آپ کا وصال سنہ ۵۸۰ھ میں ہوا۔

حضرت شیخ ابو مدین مغربیؒ

آپ کا اسم گرامی شعیب بن حسین یا شعیب بن حسن ہے۔ آپ حضرت شیخ ابو یعزائے مغربیؒ کے مرید با مراد اور حضرت شیخ محی الدین ابن عربیؒ کے شیخ ہوتے ہیں۔ سرزمین مغرب کے بلند پایہ مشائخ میں شمار کئے جاتے ہیں۔ صاحب کشف و شہود بزرگ تھے، ایک دن کی بات ہے کہ شیخ ابو مدینؒ دیار مغرب کے کسی مقام پر اپنی گردن خم کی اور اپنی زبان سے یہ یہ کلمات ادا کیئے:۔ اللھم انی اشھدک و اشھد ملائکتک انی سمعت و اطعت (اے اللہ! میں تیری شہادت دیتا ہوں اور تیرے ملائکہ کی شہادت دیتا ہوں۔ میں نے سنا اور اطاعت کی۔ آپ کے اصحاب و احباب نے ان کلمات کے پڑھنے کی وجہ دریافت کی، آپ نے فرمایا کہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ نے بغداد میں یہ فرمایا تھا۔ قدمی ھذہ علی رقبۃ کل ولی اللہ (میرا یہ قدم ہر ولی اللہ کی گردن پر ہے) بعد ازاں بغداد کے چند اکابر حاضر خدمت ہوئے اور انہوں نے یہ اطلاع دی کہ حضرت غوث الثقلین نے ٹھیک اسی وقت یہ الفاظ فرمائے تھے۔

آپ کا وصال سنہ ۵۹۰ھ میں ہوا۔

حضرت شیخ محی الدین عربیؒ

آپ کا اسم گرامی محمد بن علی بن عربی ہے آپ ایک واسطے سے حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ سے منسوب ہیں اور یہ

نسبت شیخ ابو محمد یونس القصار ہاشمی کے توسط سے ہے۔ بعض روایات میں آیا ہے کہ آپ کو حضرت غوث الثقلینؒ سے بلا واسطہ نسبت ہے لیکن قول اوّل زیادہ صحیح ہے۔ سلسلۂ طریقت میں دوسری نسبت آپ کو ایک واسطہ سے حضرت خضر علیہ السلام سے حاصل ہے، ایک نسبت ان سے بلا واسطہ بھی ہے۔ اصطلاحات کاشی میں مرقوم ہے کہ شیخ محی الدین عربیؒ نے اپنی کتاب الملابس میں تحریر فرمایا ہے کہ میں نے ابو الحسن علی بن عبداللہ بن جامعؒ کے دست اقدس سے خرقہ پہنا تھا اور انہوں نے حضرت خضر علیہ السلام سے یہ نسبت حاصل کی تھی، نفحات الانس میں مذکور ہے کہ آپ کی تصانیف کی تعداد پانچسوؔ سے متجاوز ہے۔

روایات میں آیا ہے کہ شیخ محی الدین عربیؒ کی ملاقات ایک موقع پر شیخ شہاب الدین سہروردی سے ہوئی، ہر ایک نے دوسرے کو بغور دیکھا اور کچھ کہے بغیر ایک دوسرے سے رخصت ہوئے۔ جب آپ سے شیخ شہاب الدینؒ کے بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا کہ وہ بحر حقائق ہے۔

آپ کی پیدائش دوشنبہ کی شب میں ۱۷ رمضان ۵۶۰ھ کو اندلس کے ایک شہر مرسیہ میں ہوئی اور وصال جمعہ کی شب میں ۲۲ ربیع الآخر ۶۳۸ھ میں بمقام دمشق واقع ہوئی۔ آپ کا مزار مبارک جبل قاسون میں ہے جسے آج کل صالحیہ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

حضرت شیخ صدر الدین محمد بن اسحاق قونویؒ

آپ ابو المعالی کنیت رکھتے ہیں۔ شیخ محی الدین عربیؒ کے خاص الخاص مریدین میں آپ کا شمار ہوتا ہے۔ علامہ قطب الدینؒ نے علم حدیث میں آپ ہی سے سند لی تھی۔ شریعت و طریقت دونوں میں آپ باکمال تھے۔ مولانا جلال الدین رومیؒ سے آپ کے دوستانہ روابط تھے۔ مولانا جلال الدین رومیؒ کی وفات پہلے ہوئی اور وصیت کے مطابق ان کے جنازہ کی نماز شیخ صدر الدینؒ قونویؒ نے پڑھائی۔

حضرت امام عبداللہ یافعی بن سعد یافعیؒ

آپ کی کنیت ابو السعادات اور لقب عفیف الدین تھا۔ آپ کا وطن مالوف یمن تھا۔ مذہباً شافعی ہیں۔ صاحب تصانیف بھی اور صاحب کشف و شہود بھی۔ ظاہری و باطنی علوم میں آپ کو امتیازی خصوصیت حاصل ہے۔ چند واسطوں سے آپ کا سلسلۂ طریقت حضرت عبدالقادر جیلانیؒ سے ملتا ہے۔ آپ کی اکثر تصانیف ہیں ان میں تاریخ یافعیؒ، تکملہ روضۃ الریاحین اور نشر المحاسن وغیرہا مشہور، آپ نے حضرت غوث الثقلینؒ کے حالات اور آپ کی کرامات کا تذکرہ بڑے ذوق و شوق سے

کیا ہے۔ آپ کو غوث الثقلین سے غایت درجہ کا اعتقاد تھا۔

آپ کا وصال یکشنبہ کی شب میں ۱۲ جمادی الآخر ۷۶۱ھ میں ہوا۔ آپ کا مزار حضرت فضیل بن عیاضؒ کے مزار عالیہ کے قریب مکہ معظمہ میں مزار معلّا میں واقع ہے۔

حضرت شیخ مخدوم عبد القادرؒ

آپ شیخ عبد القادر ثانی مشہور ہیں۔ آپ کو حضرت عبد القادر جیلانیؒ سے سات واسطوں سے نسبت طریقت حاصل ہے۔ آپ کے والد ماجد شیخ محمدؒ ہیں سلسلۂ نسب بایں طور حضرت غوث الثقلین تک منتہی ہوتا ہے، محمد بن سید شاہ میر بن سید علی بن سید علی بن سید مسعود بن سید احمد بن سید صفی الدین بن سید سیف الدین عبد الوہاب بن سید السادات سید عبد القادر جیلانیؒ۔ آپ صاحب کرامات تھے، ظاہری و باطنی علوم پر آپ کی گہری نظر تھی، معقولات و منقولات میں آپ کو دسترس حاصل تھی، بغداد سے خراسان اور پھر خراسان سے اچھ ملتان میں تشریف لائے اور یہیں آباد ہو گئے۔ آپ نے اکثر ممالک کا پاپیادہ سفر کیا، آپ کا مزار مقام اچھ میں ہے، ہندوستان کے مشائخ کبار میں شمار کئے جاتے ہیں، سیکڑوں مشرکین وکفار نے آپ کے ہاتھ پر توبہ کی اور اسلام قبول کیا۔ شیخ عبد الحق محدث دہلوی نے اپنی تصنیف اخبار الاخیار میں آپ کے ذکر کے سلسلے میں تحریر کیا ہے کہ شیخ عبد القادر ثانی ولایت میں حضرت غوث الثقلین کے حقیقی وارث تھے۔

آپ کا وصال ۷ اربیع الاوّل سنہ ۹۴۰ھ میں ہوا اور آپ نے ۸۰ سال کی عمر پائی، آپ کے دو صاحبزادے تھے۔ ایک شیخ زماں عبد الرزاق تھے، یہ اپنے زمانے کے بڑے خدا رسیدہ بزرگ ہوئے ہیں۔ ۵ جمادی الآخر سنہ ۹۴۲ھ میں ان کا وصال ہوا۔ دوسرے صاحبزادے سید زین العابدین تھے جن کا انتقال اپنے والد ماجد کی زندگی ہی میں ہو گیا، ان کا ایک لڑکا تھا جس کا نام سید محمد تھا۔ اس صاحبزادے کی اولاد آج تک چلی آتی ہے۔

شیخ عبد الرزاق کے صاحبزادے کا نام شیخ حامد تھا وہ اپنے والد ماجد کے حقیقی جانشین تھے، ان کا بھی ایک لڑکا تھا، شیخ جمال الدین ابو الحسن نامی جو اپنے والد ماجد کی اجازت سے زندگی ہی میں مسند نشین ہوئے، ان کی وفات ۲۹ ذی قعدہ ۹۷۸ھ کو ہوئی۔

حضرت شیخ عبد اللہ تہی رح

آپ کے والد ماجد کا اسم گرامی سید عمر بن سید حسن جیلیؒ ہے۔ بارہ واسطوں سے آپ کا سلسلہ حضرت غوث الاعظم سے

ملتا ہے۔ آپ نے اپنے آباؤ اجداد سے سلسلہ بہ سلسلہ خرقۂ ارادت پہنا، ابھی آپ کی عمر پندرہ سال کی تھی کہ اللہ تعالےٰ کے حکم سے بغداد سے عازم ہندوستان ہوئے۔ آپ نے ہندوستان کے اکثر بلند پایہ مشائخ سے ملاقاتیں کیں۔ ظاہری و باطنی علوم میں آپ کو پوری دسترس حاصل تھی، موضع تھہ میں آپ سکونت پذیر تھے۔ یہ موضع دہلی کے مضافات میں ایک چھوٹا سا موضع ہے۔ آپ کے مریدوں کا سلسلہ بہت دور تک پھیلا ہوا ہے۔ آپ ہمیشہ باوضو رہتے اور آپ کا مل استغراق کا عالم رہتا تھا۔ آپ سے بہت سی کرامات ظہور میں آئی ہیں۔ آپ کی مشہور کرامت یہ تھی کہ کوئی چور آپ کے گھر میں گھس آتا تو وہ یا تو اندھا ہو جاتا یا مردہ پڑا ہوا ملتا بلکہ جس موضع میں آپ رہتے تھے وہاں کسی چور کی مجال نہ تھی کہ گھس آئے۔

آپ کا انتقال بروز جمعہ ۱۰ ربیع الاول ۳۰۷ھ میں ہوا، آپ نے سو سال سے زیادہ عمر پائی، آپ کی خواب گاہ موضع تھہ میں ہے۔

حضرت شیخ محمد المشہور بہ میاں میرؒ

آپ کے والد ماجد کا اسم گرامی قاضی سائیں تہ ہے۔ آپ کا سلسلۂ نسب امیر المومنین حضرت عمر الفاروقؓ سے ملتا ہے، حضرت میاں میرؒ قطب دوراں، امام طریقت، عارف کامل، یکتائے روزگار شیخ گزرے ہیں۔ ظاہری و باطنی علوم پر آپ کی نظر اتنی گہری تھی کہ قابل سے قابل اور فاضل سے فاضل شخص کو بھی آپ کے حضور مجال دم زدن نہ تھی، آپ کے بھتیجے کے قول کے بموجب آپ ۹۵۷ھ میں بمقام سوستان متولد ہوئے۔ آپ کے والدین اور آپ کی ہمشیرہ بھی اصحاب کشف و کرامات تھے۔ آپ نے اپنی والدہ ماجدہ سے روایت کی ہے کہ جب میرے بڑے بھائی متولد ہوئے تو انہیں کشف سے یہ پتہ چلا کہ میرا یہ بیٹا خدا آگاہ نہیں ہوگا۔ لہٰذا میری والدہ ماجدہ نے میرے بارے میں یہ دعا کی کہ خدایا! میرے اس لڑکے اور اس لڑکی کو اپنی یاد کی چیٹک لگا دے۔ ندائے غیبی آئی کہ اللہ تعالےٰ تیرے لڑکے اور لڑکی دونوں کو معرفت کی دولت سے مالا مال کر دے گا اور جیسا کہ تیری خواہش ہے یہ دونوں خدا رسیدہ ہوں گے ——— اس کے بعد حضرت میاں میرؒ اور ان کی ہمشیرہ بی بی جمال پیدا ہوئے۔ یہ دونوں تا ایں دم بقید حیات ہیں۔ اللہ تعالےٰ نے ان دونوں کو خدارسی کے بلند ترین مقام تک پہنچا دیا۔

حضرت میاں میرؒ نے ساٹھ سال سے زیادہ لاہور میں قیام فرمایا آپ کی ذات مرجع خاص و عام تھی، آپ سلسلۂ قادریہ میں حضرت شیخ خضر سیوستانی سے منسوب تھے، یہ آخر الذکر سیوستان کے عالی و اکمل درویش ہوئے ہیں۔ عالم ملکوت کا کشفی علم اپنی والدہ ماجدہ سے حاصل کیا، آپ ایک نسبت سے اویسی بھی ہیں یہ نسبت آپ کو حضرت غوث الثقلینؓ

کی روح پر فتوح سے حاصل ہے۔

روایات میں آیا ہے کہ آپ حضرت غوث الاعظمؒ کے نام نامی اور اسم سامی کو بلا وضو نہیں لیتے تھے۔ فقر و غنا، توکل و قناعت اور زہد و عبادت میں یگانۂ روزگار تھے۔ دن رات ذکر الٰہی کی دھن تھی، آپ کا ارشاد تھا کہ صوفی وہ ہے جس کا وجود باقی نہ رہے۔ کسی وزیر نے آپ سے عرض کیا کہ حضرت اپنے کسی خاص وقت میں جب آپ کا مزاج اور طبیعت نسبتاً بہتر ہو، اس نیاز مند کو اپنی دعاؤں میں یاد رکھئے۔ آپ نے فرمایا کہ وہ وقت کتنا منحوس ہوگا جب یاد الٰہی سے غافل ہو کر مجھے ماسوا کا دھیان آئے۔ آپ سنت کی پابندی کا خاص لحاظ رکھتے تھے شریعت کے خلاف آپ کا کوئی عمل نہ تھا خلوت ہو یا جلوت آپ کی زبان سے خلاف شرع کوئی بات نہیں نکلتی تھی طریقت میں آپ جنیدؒ وقت تھے آپ آسانی سے کسی کو اپنے حلقۂ ارادت میں داخل نہیں کرتے تھے اور جب آپ کسی کو بیعت کر لیتے تو اسے اس کی منزل مقصود تک پہنچا دیتے تھے کبھی آپ نے کسی مرید کو مرید نہیں کہا بلکہ یہ فرماتے کہ ہمارے دوستوں کو ہمارے پاس بلاؤ۔ حکام وقت سے کسی قیمت پر نذر و نیاز قبول نہیں کرتے تھے۔ آپ جو باتیں کرتے ان کی بنیاد پند و نصائح پر ہوتی تھی۔ موقع و محل کے مطابق اشعار بھی پڑھتے تھے۔ ترک آپ کا شیوہ تھا اور یہ فرماتے تھے کہ تارک وہ ہے جو بے غرض ہو جس طرح جنبی کا ایک بال بھی اگر غسل میں خشک رہ جائے تو وہ پاک نہیں ہوتا، اسی طرح دل میں اگر خطرات میں سے کوئی خطرہ آئے گا تو اس کو بھی اس پر قیاس کیجئے ایسا شخص تارک اور خدا کا عاشق نہیں کہلایا جا سکتا ہے

شرط اول در طریق عاشقی دانی کہ چیست
ترک کردن ہر دو عالم را و پشت پا زدن

آپ کے معمولات میں سے یہ بات تھی کہ نماز فجر سے قبل اپنے مریدوں کو اپنے ہمراہ لے کر سیر باغات کے لئے تشریف لے جاتے تھے اور وہاں پہنچ کر علیحدہ علیحدہ درختوں کے نیچے اپنی اپنی نشستیں مخصوص کر لیتے تھے جب نماز کا وقت آتا تو سب با جماعت نماز ادا کرتے تھے پھر اپنے اپنے گھروں کا رخ کرتے۔ رات کو اپنے حجرہ کا دروازہ بند رکھتے تاہم ان میں سے کبھی کبھی دو تین مرید بھی ہمراہ ہوتے اور اکثر و بیشتر ساری ساری رات تنہا مصروف عبادت رہتے تھے۔

آپ کے مریدوں میں سے کسی کی روایت ہے کہ ایک دفعہ حضرت میاں میرؒ اپنے مرید با صفا ملا خواجہ کلاںؒ کے ہمراہ قبرستان تشریف لے گئے اور دعا میں مشغول ہو گئے۔ ملا خواجہ کلاںؒ کو کشف قبور کا مقام حاصل تھا۔ آپ نے حضرت سے عرض کیا آپ سنتے ہیں، اس میں سے کیا آواز آتی ہے؟ آپ نے فرمایا، کیا آواز آتی ہے؟ خواجہ کلاں نے عرض کیا کہ صاحب قبر یہ کہتا ہے کہ میں عالم شباب میں دنیا سے رخصت ہوا اور اس وقت سے آج تک بد اعمالیوں کی سزا بھگت رہا ہوں۔ آپ نے فرمایا، صاحب قبر سے

دریافت کرو کہ تیرا عذاب کس صورت میں دور ہوسکتا ہے؟ ملا خواجہ کلاںؒ نے مراقبہ کرکے معلوم کیا کہ صاحب قبر کہتا ہے کہ اگر ستر ہزار بار کلمہ طیبہ پڑھا جائے اور مجھے ایصال ثواب کیا جائے تو یہ عذاب رفع ہوسکتا ہے۔ حضرت نے سب کو ہدایت کی کہ کلمہ طیبہ کا ورد کریں اور خود بھی پڑھنے لگے۔ جب پورے ستر ہزار کی تکمیل ہوگئی۔ تو اس کا ثواب صاحب قبر کو پہنچا دیا گیا، ملا خواجہ کلاںؒ نے بربنائے کشف یہ عرض کیا کہ صاحب قبر کہتا ہے کہ کلمہ طیبہ اور آپ بزرگوں کے قدوم میمنت لزوم سے عذاب رفع کیا گیا مختصر یہ ہے کہ آپ سے اور آپ کے مریدین سے اس تعداد میں کرامات کا ظہور ہوا ہے کہ احاطہ تحریر میں نہیں آسکتا۔

حضرت میاں میرؒ کے ایک خادم کی روایت ہے کہ آپ موسم گرما میں حجرہ کی چھت پر مصروف عبادت رہتے تھے ایک دن مجھ سے فرمایا کہ پانی کا ایک آبخورہ اور ایک پنکھا میرے پاس رکھ کر سو رہو، خادم کہتا ہے کہ میں نے پنکھا تو رکھ دیا البتہ پانی کا کوزہ پاس رکھنا یاد نہیں رہا آدھی رات کو مجھے یہ بات یاد آئی تو میں آبخورہ لے کر اوپر پہنچا تو وہاں کیا دیکھتا ہوں کہ آپ موجود نہیں ہیں۔ کپڑے اور دوسرا سامان موجود تھا۔ تلاش کیا اور سوچا کہ ممکن ہے حجرہ میں تشریف فرما ہوں میں چراغ جلا کر حجرہ میں پہنچا وہاں بھی آپ موجود نہ تھے۔ حیران ہو کر میں بیٹھ گیا۔ فجر کی نماز کے وقت حضرت نے آواز دی کہ وضو کے لئے پانی لاؤ، میں فوراً پانی کا کوزہ لے کر اوپر پہنچا۔ میں نے دریافت کیا حضور کہاں تشریف لے گئے تھے پہلے تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ تم نے خواب دیکھا ہے۔ میں نے عرض کیا، حضور اگر آپ یہ راز منکشف نہیں فرمائیں گے تو تمام عمر یہ خطرہ رہے گا۔ فرمایا، بتاتا ہوں لیکن (ہماری زندگی میں) کسی سے نہ کہنا۔ اگر کسی پر یہ راز کھولے گا تو نقصان کا اندیشہ ہے۔ فرمایا میں اس وقت تک غار حرا میں تھا۔ میں نے دریافت کیا، غار حرا کہاں واقع ہے فرمایا، یہ ایک غار ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بعثت سے قبل خدا کی عبادت اور اس کی تسبیح و تہلیل میں مصروف رہتے تھے۔ مجھے حاجیوں پر افسوس ہوتا ہے کہ حج کے لئے جاتے ہیں اور تھوڑی دیر کے لئے بھی اس غار میں نہیں جاتے اگر کسی کی بارہ[۱۲] سال کی عبادت سے بھی انشراح نہ ہوا سے اس غار میں ایک ہی رات کے اندر جلوے نظر آتے ہیں اور اس کے سینے میں کشادگی آجاتی ہے۔

یہ احقر حضرت کی خدمت بابرکت میں دربار حاضری دے آیا ہے حضرت اس نیاز مند پر خاص توجہ فرماتے تھے بیس سال کی عمر میں جب مجھے بیماری نے آدبایا اور اطبا بھی علاج سے عاجز آگئے تو میرے والد ماجد شاہجہاں میرا ہاتھ پکڑ کر حضرت کی خدمت میں لے گئے اور عرض کیا کہ یہ میرا بڑا لڑکا ہے اور تمام اطبا اس کے علاج سے عاجز آگئے ہیں آپ توجہ فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ اسے شفا مرحمت فرمائے۔ حضرت نے ایک پیالہ میں پانی منگوایا اور کچھ پڑھ کر اس پر دم کیا اور مجھے دیا جب میں نے اس پیالہ کا پانی پیا تو مجھے شفا ہوگئی اور بیماری صحت سے تبدیل ہوگئی۔ میں نے اپنی کتاب سکینۃ الاولیاء میں حضرت اور آپ کے خلفاء کے حالات تفصیل سے سپرد قلم کئے ہیں اس لئے یہاں اسی پر بس کرتا ہوں۔

آپ کا وصال بروز سہ شنبہ بعد از نماز ظہر ۷، ربیع الاول ۱۰۴۵ھ کو شہر لاہور محلہ خانی پورہ میں ہوا۔ آپ کے جنازہ کی نماز میں ان گنت لوگوں نے شرکت کی۔ عمر کا اندازہ ۸۰ سال کے لگ بھگ کیا جاتا ہے، مزار مبارک شہر لاہور کے قریب موضع ہاشم پورہ میں ہے، آپ کے بلند مرتبہ مریدین میں سے جن کا وصال ہو چکا ہے ایک شیخ کامل حضرت حاجی نعمت اللہ سرہندیؒ بھی گزرے ہیں۔ شیخ نتھا، شیخ اسمٰعیل، ملا خواجہ کلاں، میاں حامد، ملا عبدالغفور دانشمند، اور حاجی صالح وغیرہم آج بھی بقید حیات ہیں حضرت کے کامل مریدین یہ ہیں حضرت ملا شاہ بدخشانی، حضرت ملا خواجہ بہاریؒ، حضرت شیخ محمد لاہوری، حضرت شیخ احمد سنائیؒ، اور حضرت شیخ احمد سامیؒ، اور حضرت شیخ احمد دہلویؒ وغیرہم ہیں۔ سلسلہ عالیہ قادریہ کے بعد دوسرے سلسلۂ خواجگان کے مشائخ کے تذکرہ کا آغاز کرتا ہوں۔

سلسلہ عالیہ قادریہ کے بلند پایہ شیوخ کے ذکر پر ہی سلسلۂ بیان ختم کرتا ہوں میری نظر سے ایسے کاملین نہیں گزرے اور آج بھی جو حضرات باقی ہیں ان کی صحبت میں اسی قسم کے فیوض و برکات حاصل کیے جا سکتے ہیں ؎

تا ابد ایں سلسلہ نگسستہ باد
گردن ایام پایں بستہ باد۔

سلسلۂ شریفہ خواجگان بنی گیارہ

سلطان العارفین حضرت شیخ بایزید بسطامیؒ

سلطان العارفین لقب تھا۔ آپ کا اسم گرامی طیفور عیسیٰ ہے اور نسب نامہ یہ :۔ طیفور عیسیٰ بن آدم بن شروسان
آپ کے جد امجد آتش پرست تھے۔ اواخر عمر میں انہوں نے اسلام قبول کر لیا تھا۔ وطن مالوف بسطام تھا۔

صاحب رشحات نے تحریر کیا ہے کہ آپ حضرت امام جعفر صادقؓ سے اویسی نسبت رکھتے ہیں۔ صاحب تذکرۃ الاولیا
کا بیان ہے کہ آپ نے اپنی زندگی میں ایک سو تیرہ مشائخ سے کسب فیض کیا ہے ان میں حضرت امام جعفر صادقؓ بھی شامل
ہیں حضرت ابو حفصؒ، یحییٰ معاذ رازیؒ اور شقیق بلخیؒ سے بھی آپ کی ملاقاتیں رہی ہیں۔

آپ کی والدہ ماجدہ سے روایت ہے کہ جب میں ایام حمل سے تھی اور شبہ کا کوئی لقمہ میرے منہ پہنچتا تو بایزید بسطامی
میرے پیٹ میں تلملا اٹھتے اور مجھے قے ہو جاتی۔

سید الطائفہ حضرت جنید بغدادیؒ نے فرمایا ہے کہ بایزیدؒ ہم میں ایسے ہیں جیسے ملائکہ میں جبریل امین۔ بایزید بسطامی
کی جانب جو مشہور و معروف روایات منسوب ہیں ان میں بروایت شیخ الاسلام ایک یہ بھی ہے کہ ان پر بڑے بڑے
الزامات عاید کئے گئے تھے۔ ان سے کسی نے دریافت کیا کہ سنت کی کیا تعریف ہے؟ اور فرض کسے کہتے ہیں؟ جواب
دیا کہ سنت ترک دنیا کا نام ہے اور فرض کے معنی ہیں خدا کی محبت۔

منقول ہے کہ ایک دن آپ دریائے دجلہ کے قریب تشریف لے گئے آپ کے اعزاز میں دجلہ کے دونوں
کنارے لبریز ہو گئے۔ آپ نے فرمایا کہ مجھے اس حقیقت کے اظہار میں کوئی فخر محسوس نہیں ہوتا کہ اگرچہ میری حیثیت کچھ
بھی نہیں لیکن میں اپنی زندگی کے تیس سال کسی صورت اور کسی عنوان اکارت نہیں جانے دے سکتا مجھے کریم کی طلب ہے
کرامت کی نہیں۔ آپ نے فرمایا، عارف وہ ہے جو دیدار الٰہی اور ایصال الی المطلوب کے علاوہ اور کسی شئے پر قانع نہ ہو۔
آپ کا ارشاد، نیکوں کی صحبت نیک اعمال سے کہیں زیادہ بہتر ہے اور بروں کی ہم نشینی بھی بد عملی سے زیادہ ضرر رساں
اور خطرناک ہے۔

رحلت کے بعد کسی نے آپ کو خواب میں دیکھا، دریافت کیا کہ کیا صورت حال ہے، فرمایا کہ مجھ سے پوچھا گیا، بوڑھے
کیا توشہ لایا ہے؟ میں نے جواب دیا اس سے نہ پوچھیئے کہ وہ کیا لایا ہے؟ بلکہ اس سے تو یہ کہیے کہ تو چاہتا کیا ہے؟ سلسلہ

طیفوریہ آپ کی ذات سے منسوب ہے، اس سلسلے کی بنیاد سکر و غلبہ پر ہے یعنی یہ درویش ہمیشہ مدہوش رہتے ہیں۔ آپ کی وفات ۲۶۱ھ میں ۱۵ شعبان کو ہوئی، دوسری روایت میں ۲۶۴ھ دیا گیا ہے، آپ کی وفات کی یہ ہر دو تاریخیں مستند کتب سے ماخوذ ہیں۔ مولانا جامیؒ نے آپ کی تاریخ وفات ۲۳۴ھ طبقات سے نقل کی ہے وہ غلطی سے خالی نہیں ہے، آپ کا مزار بسطام میں ہے۔

حضرت شیخ ابو الحسن خرقانیؒ

آپ کا اسم گرامی علی بن جعفرؒ ہے۔ قزوین کے قریب خرقان نام کا ایک موضع ہے آپ اسی مقام کے باشندے تھے اپنے دور کے غوث تھے۔ فقر و سلوک میں آپ کو سلطان العارفین حضرت بایزید بسطامیؒ سے نسبت ہے۔ سلوک کی راہ بھی موصوف نے حضرت بایزید بسطامیؒ سے حاصل کی ہے۔ شیخ ابو الحسن خرقانیؒ کی پیدائش حضرت بایزید بسطامیؒ کی وفات کے بعد ہوئی۔

آپ کا وصال ۱۰ محرم ۴۲۵ھ کو شب سہ شنبہ میں ہوا۔ آپ کا ارشاد ہے کہ ہرگز کسی ایسے شخص کے پاس نشست و برخاست نہ رکھو جو خدا کی یاد میں تمہارا ساتھ نہ دے۔ شیخ شبلیؒ نے فرمایا ہے کہ میں چاہتا ہوں کہ کچھ نہ چاہوں ع

آرزو ہے کہ آرزو نہ رہے

کسی نے کہا، یہ بھی تو آرزو ہے یعنی چاہنا ہے۔ ایک روز آپ نے اپنے احباب سے پوچھا کہ سب سے بہتر کون سی شئے ہے؟ انہوں نے عرض کیا، حضور آپ خود ہی فرمائیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا، وہ دل جس میں ہمہ وقت بس اسی کی یاد بسی رہے۔

حضرت شیخ ابو علی رودباریؒ

آپ کا پدری سلسلۂ نسب یہ ہے:-

محمد بن قاسم بن منصور۔ آپ کا تعلق شاہی خاندان سے تھا۔ اور سلسلۂ نسب کسریٰ تک منتہی ہوتا ہے۔ ابو عبد رودباری رشتے میں آپ کے بھانجے ہوتے ہیں۔ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ سے بے واسطہ سلسلۂ بیعت تھا۔

آپ نے ۳۲۲ھ میں رحلت فرمائی۔ مزار عالیہ مصر میں واقع ہے۔

حضرت شیخ ابو علی کاتبؒ

آپ کے آبا و اجداد مصری تھے۔ اکثر و بیشتر مشایخ سے آپ کو فیض یابی کے مواقع ملے ہیں۔ حضرت شیخ ابو علی رود باری کے دست اقدس پر آپ نے بیعت کی تھی۔ آپ کا ارشاد ہے جب کبھی مجھے کوئی مشکل پیش آتی حضرت محمد مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وسلّم کی خواب میں مجھے زیارت ہوتی اور آپ سے اس سے نجات کی صورت دریافت کر لیتا۔

آپ نے ۳۴۶ھ میں یا بروایت دیگر ۳۵۶ھ میں وفات پائی۔ مزار عالیہ مصر میں واقع ہے۔

حضرت شیخ ابو عثمان مغربیؒ

آپ کا اسم گرامی سعید بن سلام ہے۔ مغربی الاصل شیخ ہے۔ ابوالحسن صالح دینوریؒ سے مشرف تلمذ اور شیخ بو علی کاتبؒ سے بیعت کا اعزاز حاصل تھا۔ شیخ یعقوب نہر جوریؒ، حبیب مغربیؒ اور ابو عمرو زجاجؒ سے فیوض صحبت حاصل تھے۔ مکہ مکرمہ میں سالہا سال مجاورت کے فرائض سرانجام دیتے رہے۔ بروایت شیخ الاسلام آپ کامل تیس سال مکہ مکرمہ میں مقیم رہے احتراماً کبھی آپ نے حدود حرم میں پیشاب تک نہیں کیا۔

۳۷۳ھ میں آپ نے نیشاپور میں وفات پائی۔ آپ کا مزار حضرت ابو عثمان حیریؒ اور عثمان نصیبیؒ کے مزارات کے پہلو میں بمقام نیشاپور ہے۔

حضرت شیخ ابوالقاسم گرگانیؒ

آپ کا اسم شریف علی ہے آپ کو دو سلسلوں سے باطنی نسبت حاصل ہے اولاً شیخ عثمان مغربی سے جو دو واسطوں سے سید الطائفہ حضرت جنید بغدادیؒ تک پہنچتی ہے اور ثانیاً سلطان العارفین حضرت شیخ بایزید بسطامیؒ کے واسطے سے شیخ ابوالحسن خرقانیؒ تک۔ صاحب کشف المحجوب اپنے ابتدائی دور میں ان کی خدمت میں پہنچے۔ وہ اپنے وقت کے قطب اور مدار علیہ گزرے ہیں، شیخ ابو سعید ابوالخیرؒ کی صحبت سے موصوف نے کسب فیض کیا تھا۔ آپ نے ۴۵۰ھ میں رحلت فرمائی۔

حضرت شیخ ابو علی فارمدیؒ

آپ کا اسم گرامی فضیل محمد بن محمدؒ ہے۔ آپ فارمد کے باشندے ہیں جو طوس کے مضافات میں سے ہے، آپ خراسان کے

رئیس المشائخ اور شیخ الشیوخ تھے امام قشیری کے شاگرد تھے اور شیخ ابوالقاسم گرگانیؒ سے آپ کو بیعت کا شرف حاصل تھا۔ شیخ ابوسعید ابوالخیرؒ سے بھی آپ کو ملاقات کی عزت نصیب ہوئی۔
آپ کا وصال ۴۷۷ھ میں ہوا۔ آپ کی آرام گاہ طوس میں واقع ہے۔

حضرت خواجہ یوسف بن ایوب ہمدانیؒ

ابو یعقوب آپ کی کنیت تھی اور آپ کے آباء و اجداد ہمدان کے رہنے والے تھے حضرت شیخ ابو علی فارمدیؒ سے آپ کو شرف بیعت حاصل ہے۔ آپ نے شیخ ابواسحٰق شیرازیؒ سے بھی فیوض و برکات حاصل کیئے ہیں۔ شیخ عبداللہ جوینی اور شیخ حسن سمنانیؒ سے فیضان صحبت رکھتے تھے جب آپ بغداد تشریف لے گئے تو حضرت غوث اعظمؒ کی خدمت اقدس میں بھی حاضری دی آپ اکثر ان کی مجالس میں شرکت کرتے تھے حنفی المذہب تھے۔ سلسلہ خواجگان کے سردار ہیں۔ آپ کی پیدائش ۴۴۰ھ میں ہوئی تھی اور وصال ۵۳۵ھ میں، آپ کا مزار مرو میں ہے، آپ کے چار خلفا ہوئے ہیں۔ خواجہ عبداللہ برقیؒ خواجہ حسن اندانیؒ خواجہ احمد یسویؒ اور خواجہ عبدالخالق غجدوانیؒ۔

حضرت خواجہ حسن اندانیؒ

ابو محمد کنیت تھی اور اسم گرامی حسن بن حسین ہے۔ انداق کے رہنے والے تھے۔ انداق بخارا کے قرب و جوار میں ایک موضع ہے آپ کی ولادت ۴۶۲ھ میں ہوئی اور آپ نے ۵۵۲ھ میں وفات پائی، مزار مبارک بخارا میں بادکی شہر پناہ کے باہر شیخ ابوبکر اسحاق کلابادی کے مزار سے متصل ہے۔

حضرت خواجہ احمد یسویؒ

آپ کا مولد و منشا یسی جو ترکستان کے مشہور شہروں میں سے ہے۔ آپ صاحب کشف و شہود تھے اور فقر و سلوک میں بلند مقام پر فائز تھے۔ آپ نے لڑکپن میں حضرت باب ارسلانؒ کی نظر بہار اثر سے کسب فیض کیا ہے۔ مؤخر الذکر ترکستان کے مشائخ عظام میں سے تھے کہا جاتا ہے کہ حضرت باب ارسلانؒ نے آپ کی روحانی تربیت سید الانبیاء حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایات کے موجب کی۔ حضرت خواجہ احمد یسویؒ نے حضرت باب ارسلان کے فیض صحبت سے کچھ مراتب عالیہ طے کر لیے تھے۔ رہے سہے مقامات کی تکمیل حضرت خواجہ یوسف ہمدانیؒ کے فیض صحبت سے کی۔ آپ کا شمار حضرت یوسف ہمدانیؒ کے بلند پایہ خلفا میں

ہوتا ہے۔ آپ کے خلفا منصور اتاؒ، سعید اتاؒ، سلیمان اتاؒ اور حکیم اتاؒ ہوئے ہیں۔

حضرت خواجہ احمد یسویؒ کی وفات ۵۶۲ھ کو ہوئی۔ آپ کا مزار مبارک مقام یسی میں ہے۔

حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانیؒ

آپ کے والد ماجد کا اسم گرامی امام عبدالجمیلؒ ہے آپ کی والدہ محترمہ شاہان روم کی نسل سے تعلق رکھتی ہیں، سلسلۂ خواجگان کے سرگروہ تھے۔ حضرت خواجہ بہاءالدین نقشبندؒ کی نسبت خصوصیت کے ساتھ آپ کی جانب راجع ہے۔ علوم ظاہری و باطنی میں کامل دستگاہ رکھتے تھے، سنت کی اتباع اور شریعت کی پیروی آپ کی امتیازی خصوصیت تھی۔ حضرت خضر علیہ السلام نے آپ کو اپنی فرزندی میں قبول فرمالیا تھا۔ عرفان الٰہی کے بحر بے کراں کی غواصی اور ذکر الٰہی میں ہمہ تن مشغولیت کا گر آپ نے حضرت خواجہ خضر علیہ السلام سے سیکھا جب خواجہ یوسف ہمدانیؒ بخارا پہنچے تو آپ ان کی صحبت میں رہنے لگے، انہی سے آپ نے خرقۂ ولایت پہنا۔ ولایت کے اس مقام پر پہنچے ہوئے تھے کہ نماز کے لئے کعبۃ اللہ جاتے اور چشم زدن میں واپس آجاتے۔ آپ غجدوان میں پیدا ہوئے تھے۔ غجدوان توابع بخارا میں سے ایک بڑا قصبہ ہے۔ اس قصبہ میں آپ کی تربیت ہوئی۔ آپ نے فرمایا کہ ہمارے طریقہ میں ہوش در دم، نظر بر قدم، سفر در وطن اور خلوت در انجمن پر نظر رہتی ہے۔

آپ کا وصال ۵۷۵ھ میں ہوا۔ آپ کی آخری آرام گاہ غجدوان میں ہے

حضرت خواجہ عارف ریوگریؒ

حضرت خواجہ عارف ریوگریؒ حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانیؒ کے مرید و خلیفہ تھے، آپ کا مقام ولادت اور مقام وصال موضع ریوگر ہے۔ ریوگر بخارا کے مضافات میں سے ہے۔ آپ کی وفات ۷۱۵ھ میں ہوئی۔

حضرت خواجہ محمود انجیر فغنویؒ

آپ حضرت خواجہ عارف ریوگری کے مرید اور خلیفہ مجاز تھے۔ آپ کا مولد و منشا انجیر فغنہ ہے۔ یہ مقام بھی بخارا کے مضافات میں سے ہے۔

آپ کی وفات ۷۱۵ھ میں ہوئی اور آپ کا مزار بخارا میں ہے۔

حضرت خواجہ علی رامیتنیؒ

سلسلۂ خواجگان میں آپ کا لقب حضرت عزیزؒ مشہور ہے۔ آپ کو حضرت خواجہ محمود انجیر فغنویؒ سے نسبت ارادت ہے اور انہی سے آپ کو خرقۂ ولایت ملا۔ آپ کا درجہ نہایت بلند تھا اور آپ سے بہت سی کرامات ظہور میں آئیں۔ آپ کا ارشاد ہے کہ اگر شیخ عبدالخالق غجدوانی کے فرزندوں میں سے کوئی ایک بھی اس دور میں ہوتا تو حسین بن منصور حلاجؒ کو تختۂ دار پر ہرگز نہ چڑھایا جاتا، یہاں فرزندوں سے مراد مریدین باصفا ہیں۔ آپ کا مقام پیدائش قصبہ رامیتن ہے جو ولایت بخارا میں واقع ہے اور شہر سے دو کوس کے فاصلے پر ہے۔

آپ کی وفات ۷۲۱ھ میں ہوئی اور آپ نے ایک سو تیس سال کی عمر پائی۔ آپ کی ابدی خواب گاہ خوارزم میں ہے۔

حضرت خواجہ محمد بابا سماسیؒ

آپ حضرت خواجہ علی رامیتنیؒ (حضرت عزیزؒ) کے مرید بھی ہیں اور خلیفہ بھی۔ آپ ہی نے حضرت خواجہ بہاءالدین نقشبندکی تربیت فرمائی تھی، آپ اپنے مریدوں سے فرمایا کرتے تھے کہ یہ وہ شخص ہے کہ

بالائے سرش ز ہوشمندی

می تافت ستارۂ بلندی

وہ وقت جلد آرہا ہے کہ یہ شخص اپنے وقت کا عالی مقام شیخ ہوگا اور اسے تصوف میں امامت کی سند ملے گی۔ آپ نے اپنے مرید و خلیفہ سید امیر کلالؒ کو یہ خصوصی ہدایت فرمائی کہ دیکھنا تم میرے لڑکے (مرلوب) بہاؤالدین کی نگہداشت میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کرنا اگر تم نے ان سے ذرا سی بے توجہی برتی تو میں تم سے مواخذہ کروں گا۔ یہ سن کر سید میر کلالؒ کھڑے ہوئے اور اپنے سینے پر دونوں ہاتھ رکھ کر عرض کیا کہ اگر مجھ سے کوتاہی سرزد ہو تو میں مردوں میں نہیں ہوں۔ آپ کی ولادت رامیتن کے قصبے سماسی میں ہوئی۔ مزار بھی اسی قصبے میں ہے۔

حضرت سید امیر کلالؒ

آپ حضرت خواجہ محمد بابا سماسیؒ کے مرید اور خلیفہ ہیں۔ آپ کا مقام ولادت مقام سوفار ہے، ۸ جمادی الاول ۷۷۲ھ کو صبح کے وقت بروز جمعرات آپ کا انتقال ہوا۔ آپ کا مزار سوفار میں ہے۔

☆

حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبندؒ

آپ کا اسم گرامی محمد بن محمد البخاری تھا۔ نقشبند کے لقب کی شہرت کا سبب رسالہ بہائیہ میں یہ تحریر کیا گیا ہے (یہ رسالہ آپ کے مقامات کے سلسلے میں لکھا گیا ہے) کہ بروایت خود آپ اور آپ کے والد ماجد دونوں کمخواب کے کپڑے بُنتے اور ان پر نقوش بناتے تھے۔ مولانا عبدالرحمٰن جامیؒ کے مکتوبات میں بھی یہی روایت ملی ہے۔ آپ خواجگان نقشبند کے سرخیل ہیں۔ حضرت خواجہ بابا سماسیؒ نے آپ کو فرزندی میں قبول کیا تھا۔ حضرت میر سید کلالؒ سے آپ کو بیعت کا شرف حاصل ہے۔ آپ کی نسبت اویسی بھی ہے اور خواجہ عبدالخالق غجدوانیؒ سے بھی آپ روحانی رابطہ رکھتے تھے۔ آپ نے مشایخ ترکستان قثم شیخؒ اور فصیل اتاؒ سے فیضان صحبت حاصل کیا ہے۔ اپنے دور میں غوثیت کے منصب پر فائز رہے ہیں۔ اولیائے وقت کے امام و مخدوم تھے۔ خاص و عام آپ کے ساتھ حسن عقیدت سے پیش آتے تھے۔ شریعت مطہرہ کی پابندی آپ کا شعار تھا۔ حنفی المذہب شیخ تھے اور امام اعظم ابو حنیفہؒ سے آپ کو خصوصی عقیدت تھی۔ اس سلسلے کے جتنے مشائخ بھی گزرے ہیں وہ سب کے سب حنفی المشرب تھے۔

آپ سے دریافت کیا گیا کہ آیا آپ کے سلسلے میں جہر و خلوت اور سماع جائز ہیں۔ آپ نے اس سوال کا جواب نفی میں دیا۔ جب آپ سے پوچھا گیا کہ آپ کے طریقے کی اساس کس چیز پر ہے تو آپ نے فرمایا، ظاہر میں خلق خدا پر اور باطن میں حق تعالےٰ پر ہے

از دروں شو آشنا و ز بیروں بیگانہ باش
ایں چنیں زیبا روش کم می بود اندر جہاں

دیگر یہ ہے:۔

دائم ہمہ جا و با ہمہ جا کس درکار
میدار نہفتہ چشم و دل جانب یار

روایات میں ہے کہ حضرت خواجہ لاولد تھے نہ کوئی لڑکا تھا نہ لڑکی۔ جب آپ سے اس بارے میں دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ بندگی اور خواجگی میں کوئی جوڑ نہیں۔ آپ سے پوچھا گیا کہ آپ کا سلسلہ کسی ایک مقام پر منتہی ہوتا ہے فرمایا، کوئی سلسلہ کسی پر اختتام پذیر نہیں ہوتا ہے۔ آپ سے دریافت کیا گیا کہ سماع کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟ ارشاد فرمایا نہ انکار می کنم نہ ایں کار می کنم۔ نہ میں انکار کرتا ہوں اور نہ یہ کام کرتا ہوں۔

حضرت خواجہؒ کے کمالات و خوارق عادات اس انتہا کو پہنچے ہوئے ہیں کہ ان کا خلاصہ بھی احاطۂ بیان میں نہیں آسکتا۔ آپ کی والدہ ماجدہ سے روایت ہے کہ میرا لڑکا چار سال کا تھا کہ اس نے گائے کی بابت کہا، اس گائے کے سفید پیشانی کا بچہ ہوگا چند ماہ کے بعد اسی وضع قطع اور شکل و صورت کا بچہ گائے نے دیا۔

منقول ہے کہ جب حضرت خواجہؒ مکہ مکرمہ پہنچے تو حاجی رسم قربانی ادا کر رہے تھے، آپ نے فرمایا کہ ہمارے بھی ایک لڑکا ہے ہم نے بھی اسے راہ مولا میں بھینٹ چڑھا دیا۔ آپ کے ہمراہ جو مریدین تھے انہوں نے دن اور تاریخ کو حافظے میں محفوظ کر لیا جب بخارا کو واپسی ہوئی تو تحقیق کے بعد پتہ چلا کہ حضرت کے لڑکے نے اسی وقت اور اسی دن وفات پائی تھی، زندگی میں بھی آپ صاحب تصرف تھے، وفات کے بعد بھی اس تصرف میں فرق نہیں آیا۔

آپ کی ولادت محرم ۷۱۸ھ میں قصر عارفاں میں ہوئی۔ آپ نے ۷۳ سال کی عمر پائی۔ مزار عالیہ بخارا کے قریب قصر عارفاں میں ہے۔ حضرت نے وصیت فرمائی تھی کہ میرے جنازہ کے سامنے یہ شعر پڑھا جائے ؎

مفلسانیم آمدہ در کوئے تو

شیئاً للہ از جمال روئے تو

حضرت کے مریدین با صفا کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ ماوراء النہر کے اکثر و بیشتر باشندے آپ ہی کے مریدین میں شامل ہیں۔ ان میں زیادہ مشہور خواجہ پارساؒ، خواجہ علاء الدین عطارؒ، ملا یعقوب چرخیؒ اور خواجہ علاء الدین غجدوانیؒ ہوئے ہیں۔

حضرت خواجہ محمد پارساؒ

آپ کا اسم گرامی محمد بن محمد بن محمود البخاری ہے۔ اور آپ کا لقب پارسا تھا۔ آپ کو یہ لقب حضرت خواجہ بزرگ نے مرحمت فرمایا تھا۔ حضرت خواجہ بزرگ نے آپ کی عدم موجودگی میں ہنگام مرض موت اپنے مریدوں سے آپ کی بابت فرمایا: ہمارے وجود کی غرض و غایت حقیقت میں ان کی ہستی ہے انہیں ہم نے جذب و سلوک کی راہوں سے منازل طے کرائی ہیں۔ ان کے وجود کی روشنی سے ساری دنیا منور ہو سکتی ہے۔ محرم الحرام کے مہینے میں ۸۲۲ھ کو بیت الحرام کے طواف کے لئے نیز آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلّم کے مزار عالیہ کی زیارت کے لئے جب آپ نے عزم سفر کیا تو اثنائے راہ میں مختلف مقامات پر مشائخ و علماء نے بڑی گرمجوشی سے آپ کا خیر مقدم کیا جب آپ مکہ معظمہ پہنچے اور وہاں آپ نے ارکان حج ادا کئے تو آپ کو بیماری نے آگھیرا اس حالت میں آپ نے مدینہ منورہ کا قصد کیا، چہار شنبہ ۲۳ ذی الحجہ کو آپ مدینہ منورہ پہنچے اور

بروز پنجشنبہ ۲۴ ذی الحجہ کو آپ نے رحلت فرمائی۔ شب جمعہ کو آپ کی تجہیز و تکفین عمل میں آئی۔ آپ کا مزار مبارک جنت البقیع میں حضرت عباسؓ کے قرب و جوار میں ہے۔ آپ نے ۷۳ سال کی عمر پائی۔

حضرت خواجہ ابو نصر پارساؒ

برہان الدین اور حافظ الدین لقب ہے۔ آپ خواجہ محمد پارساؒ کے فرزند ارجمند ہوتے ہیں۔ آپ سے جن اشخاص کو نسبت ارادت رہی ہے وہ بڑے باکمال شیوخ گزرے ہیں۔ نفحات الانس میں تحریر ہے کہ علوم و معارف اور سلوک و طریقت میں اپنے والد ماجد کے ہم مرتبہ تھے۔ جہاں تک نفی وجود اور نزول موجود کا تعلق ہے اس میں آپ اپنے والد ماجد سے بڑھے ہوئے تھے۔ سفر حجاز میں آپ اپنے والد ماجد کے ہمراہ تھے۔ آپ کا بیان ہے کہ جب میرے والد ماجد کا انتقال ہوا تو میں آپ کے بالین پر موجود نہ تھا۔ جب میں حاضر ہوا اور آپ کے چہرہ انور کو دیکھنے کے لئے میں جھکا تو آپ نے آنکھیں کھول دیں اور تبسم فرمایا۔ اس سے میرے اضطراب میں کچھ اور اضافہ ہو گیا میں نے اپنا سر اپنے والد ماجد کے پائے اقدس پر رکھ دیا، آپ نے اپنے پاؤں ہٹا لئے۔

خواجہ ابو نصر پارسا کا وصال ۸۶۵ھ کو ہوا۔ مزار مبارک بلخ کے نواح میں کسی موضع میں ہے۔

حضرت خواجہ علاء الدین عطارؒ

آپ کا اسم گرامی محمد بن محمد البخاری ہے۔ آپ کے بزرگان خاندان خوارزم کے باشندے تھے۔ آپ خواجہ بزرگؒ کے بلند پایہ مرید اور عالی رتبہ خلیفہ تھے۔ خواجہ بزرگؒ نے اپنی زندگی میں انہیں ہدایت و ارشاد کا منصب سونپ دیا تھا اپنے پیر بھائیوں کی ہدایت پر مامور تھے۔ خواجہ بزرگ کا ارشاد ہے کہ علاء الدین نے ہمارا بوجھ ہلکا کر دیا ہے، خواجہ بزرگؒ کی دختر نیک اختر آپ کے صاحبزادے خواجہ حسن عطار کے عقد میں تھیں۔

خواجہ احرار سے روایت ہے کہ حضرت خواجہ حسن عطارؒ حضرت خواجہ بزرگؒ کے داماد ہوتے ہیں۔

آپ کا وصال عشاء کی نماز کے بعد چہار شنبہ کی شب میں ۲۰ رجب المرجب ۸۰۲ھ کو ہوئی۔ آپ کا مزار موضع نوچغانیاں میں ہے۔

آپ کی رحلت عید الاضحیٰ کی شب میں بروز دوشنبہ ۸۲۶ھ کو ہوئی۔

۞

حضرت مولانا یعقوب چرخیؒ

آپ کا مولد و منشا موضع چرخ ہے۔ چرخ غزنین کے نواح میں ایک قصبہ ہے اس فقیر نے اس مقام کی زیارت کی ہے۔ آپ کے آبا و اجداد کے مزارات بھی اسی جگہ میں ہیں۔ آپ کو خواجہ بزرگ سے بلا واسطہ شرف بیعت حاصل ہے پہلی بار جب آپ نے حضرت کی خدمت میں حاضری دی تو آپ نے فرمایا کہ ہم کوئی کام از خود نہیں کرتے۔ آج رات ہم دیکھتے ہیں اگر تجھے انھوں نے شرف قبول سے نوازا تو ہم بھی قبول کرنے میں تأمل سے کام نہیں لیں گے۔ مولانا یعقوب چرخیؒ نے فرمایا کہ یہ رات مجھ پر اتنی گراں گزری کہ بیان نہیں کر سکتا۔ میں اس حیص بیص میں تھا کہ دیکھئے میرے بارے میں کیا ارشاد ہوتا ہے۔ صبح سویرے جب میں حضرت کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا کہ تجھے قبول کی سند مل گئی ہے چنانچہ مجھے شیخ علاء الدین عطارؒ کے سپرد کیا گیا۔ خواجہ بزرگ کے وصال کے بعد علاء الدین عطارؒ کی خدمت و صحبت میں آپ نے مدارج طے کیے۔ ظاہری و باطنی علوم پر آپ کو کامل عبور حاصل تھا۔

آپ کی ولادت غزنین کے موضع چرخ میں ہوئی۔ مزار مبارک موضع ہلفتو میں ہے جو ولایت غزنین کے مواضعات میں سے ہے۔

حضرت خواجہ عبید اللہ احرارؒ

آپ اپنے لقب ناصر الدین احرار کے نام سے مشہور تھے۔ آپ کے پدر بزرگوار خواجہ محمود بن شہاب الدینؒ ہیں۔ آپ کے جد امجد کا شمار عالی قدر بزرگان دین میں ہوتا ہے۔ آپ حضرت خواجہ مولانا یعقوب چرخیؒ کے بلند مرتبہ مریدین میں سے تھے۔ سلسلہ احراریہ کے سرگروہ ہیں طریقت و حقیقت میں قائد و ہادی تھے۔ ماوراء النہر اور خراسان کے باشندے آپ کی بڑی قدر و منزلت کرتے تھے اور سر آنکھوں پر بٹھاتے تھے۔ آپ سے بے شمار کرامات کا ظہور ہوا ہے۔ حضرت مولانا عبد الرحمٰن جامیؒ آپ کے عقیدت کیش اور ارادت مند تھے چنانچہ آپ نے اپنی بعض تصانیف کو بھی انہی سے معنون کیا ہے۔ حضرت خواجہ کو بھی آپ سے بڑی محبت تھی۔ تین بار مولانا جامیؒ نے آپ سے ملاقات کی ہے۔ جب آخری بار مولانا جامیؒ کی آپ سے ملاقات ہوئی تو فرمایا۔ آپ نے تو تمام بال سفید کر لئے اس پر مولانا جامیؒ نے فی البدیہہ یہ شعر پڑھا۔

پیرانہ سر کشیدم سر در رہ سگانت
موئے سفید کردم جاروب آستانت

روایات میں آیا ہے کہ حضرت خواجہ احرار صاحب ثروت تھے اور ان کی زمینداری کا سلسلہ پھیلا ہوا تھا۔ فیاضی کا یہ عالم تھا کہ آپ اپنا مال راہ مولا میں صرف کر دیا کرتے تھے اس کے باوجود جب سال ختم کے قریب ہوتا تو لوگ انبار کے انبار لے جاتے تھے یہ بھی حضرت خواجہ کی کرامات میں سے ایک کرامت تھی۔ مولانا نے آپ کی شان میں یہ اشعار کہے ہیں ؎

ہزاراں مزرعہ در زیر کشت است | کہ زاد رفتن راہ بہشت است

دریں مزرعہ فشاند تخم دانہ | دراں عالم نہد انبار خانہ

آپ ماہ رمضان ۸۰۶ھ میں تاشقند کے ایک قریہ باغستان میں متولد ہوئے اور آپ نے بروز شنبہ ۲۹ ربیع الاول ۸۹۵ھ کو رحلت فرمائی۔ نوے سال سے چند ماہ کم آپ نے عمر پائی ہے۔ آپ کا مزار عالیہ سمرقند میں واقع ہے۔

حضرت مولانا نظام الدین خاموش رح

ظاہری و باطنی علوم پر آپ کو کامل عبور حاصل تھا، اتباع شریعت آپ کا طرۂ امتیاز تھا جب آپ خراسان تشریف لے گئے تو سید قاسم تبریزی، مولانا ابو یزید پورانی، اور شیخ بہاؤالدین کی صحبت میں عمر بھر رہے

مولانا عبدالرحمٰن جامیؒ نے نفحات الانس میں تحریر کیا ہے کہ ایک مرتبہ آپ اپنے مرید کو خواب و بیداری میں فرق بتا رہے تھے اور یہ ارشاد فرما رہے تھے کہ جب تک تم خود نہ سو جاؤ، یہ فرق نہیں معلوم ہو سکتا، خواب و بیداری دونوں عالم میں کیفیت یکساں رہتی ہے بلکہ خواب کے عالم میں بعض رکاوٹیں دور ہو جاتی ہیں مجھے کچھ ایسا نظر آتا ہے کہ جو کچھ آپ ارشاد فرما رہے تھے اس میں اپنی کیفیت کی جانب اشارہ مقصود تھا۔

آپ کا وصال بروز چہار شنبہ بحالت نماز ۷ جمادی الآخر ۸۶۰ھ کو ہوا۔ آپ کی خواب گاہ ہرات کے خیاباں میں ہے۔

حضرت مولانا عبدالرحمٰن جامیؒ رح

عماد الدین اصل لقب ہے لیکن آپ نورالدین کے لقب سے مشہور ہیں۔ تخلص جامی تھا۔ آپ کے پدر بزرگوار احمد دشتی رح تھے۔ دشت اصفہان (صفاہان) کے ایک محلے کا نام ہے۔ آپ مذہباً حنفی تھے اور یہ جو کہا جاتا ہے کہ آپ شافعی مذہب کے پیرو تھے صحیح نہیں ہے۔

کسی نے مولانا رضی الدین غفور سے اس سلسلے میں دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا کہ لوگوں میں یہ روایت غلط مشہور ہے اور اس کی کوئی اصل نہیں ہے۔ ہاں اتنی بات ہے کہ آپ شیخ سعید خوقانی رح کی تصنیف چار مذہب مکہ معظمہ سے لائے تھے

اور اس کے بعض محتاط مسائل پر عمل فرماتے تھے۔ مثلاً عورت کو اگر چھو لیا جائے تو وضو کرنا ضروری ہو جاتا ہے اعضائے نہانی کو اگر ہاتھ لگ جائے تو اس صورت میں بھی وضو کا اہتمام کرنا لازمی ہے۔ ان مسائل پر عمل کرنے کی وجہ سے لوگوں میں غلط فہمی پھیل گئی تھی کہ آپ شافعی مذہب کے پیرو ہیں۔ اگرچہ یہ بات نہیں تھی۔

حضرت مولانا حق آگاہ درویش تھے اور آپ کی نظر ظاہری و باطنی علوم پر تھی۔ ماوراء النہر اور خراسان میں آپ کو پیشوا اور امام تسلیم کیا جاتا تھا سلطان حسین مرزا آپ کے عقیدت کیشوں میں تھے۔ آپ حضرت سعد الدین کاشغری کے مریدین باصفا میں سے تھے جب آپ شروع شروع میں مولانا سعد الدینؒ کی خدمت میں پہنچے تو آپ نے فرمایا کہ آج ہمارے پنجے میں ایک شہباز پھنسا ہے۔ تین واسطوں سے آپ حضرت خواجہ بزرگ سے منسوب ہیں۔ ایام طفولیت میں آپ کی زندگی خراسان میں گزری۔ خواجہ محمد پارساؒ کی صحبت میں مدتوں رہے۔ حضرت خواجہؒ نے آپ کو بنات کا ایک ٹکڑا انبر کا عطا فرمایا تھا۔

خواجہ عبید اللہ احرارؒ آپ کا بیحد احترام کرتے تھے یہاں تک کہ اپنے مکتوبات میں لفظ عرضداشت لکھتے تھے اور یہ فرماتے تھے کہ خراسان میں ایک سورج ہے پھر لوگ چراغ کی روشنی میں ماوراء النہر کا رخ کیوں کرتے ہیں۔ آپ اپنی درویشی اور کمال فقر کا اظہار کبھی نہیں فرماتے تھے بلکہ یہ ارشاد فرماتے کہ کشف و کرامات پر بھروسہ نہیں کرنا چاہئے۔ اپنے آپ کو علوم ظاہری اور شعر و شاعری کے پردے میں پوشیدہ رکھتے تھے آپ کا ارشاد تھا کہ اس انداز کا اخفا سلوک کی شرط اول ہے۔ کبھی آپ کے ذہن پر شاعری عار نہیں ہوتی تھی۔ کبھی آپ ذکر قلبی سے غافل نہیں رہتے تھے۔ علم و فضل میں آپ بحر ناپیدا کنار تھے۔ آپ کی شان کے علماء کا ہمیشہ فقدان رہا ہے۔ اللہ تعالے نے آپ کو نفس قدسی سے نوازا تھا آپ نے اشعار کے جو دفاتر چھوڑے ہیں وہ حقائق و معارف کے مضامین پر مشتمل ہیں۔ ابتدائے حال سے آخر عمر تک آپ پر عشق و محبت کے جذبات کا غلبہ رہتا تھا چنانچہ آپ نے خود بھی اس حقیقت کا اظہار کیا ہے ؎

لذت عشق فرو رفتہ مرا در رگ و پے
عشق میگویم و جاں میدہم از لذت وے

دیگر :-

غم عشق از دل کس کم مبادا ۔۔۔ دلے بے عشق در عالم مبادا
متاب از عشق رو گرچہ مجاز یست ۔۔۔ کہ آں بہر حقیقت کارزیست

آپ کا دل حسن و جمال کا مظہر تھا۔ آپ کبھی کسی کے لعن اور کسی کی تعریف کی پروا نہیں کرتے تھے ؎

کار جامی عشق خوبانست ہر سو عالمے ۔۔۔ درپئے انکار او، پنہاں در کار خویش

اس جذبۂ حسن و جمال کا سبب یہ تھا کہ آپ فرمایا کرتے تھے کہ جب تک محبوب ازلی سے عشق و شیفتگی کا تعلق نہ ہوگا نہ کچھ نظر آسکتا ہے نہ کچھ حاصل ہوسکتا ہے اواخر عمر میں تمام علائق دنیوی سے قطع تعلق کر لیا تھا اور فرماتے تھے کہ محبت نام ہے ہر چیز سے بے تعلقی کا۔ خوشنودی باری تعالےٰ پر اس کی نظر رہنی چاہیئے۔ اس کی رضا میں اپنی رضا گم کردے ؎

با عشق توام ہوا نماند ست ہوس با آتش سوزندہ چساں ماند خس
خواہد ز تو مقصود دل خود ہمہ کس جامیؔ ز تو تنہا ہمیں خواہد و بس

اواخر عمر میں آپ کو طلب الٰہی کے سوائے اور کوئی طلب نہ تھی۔ آپ فرماتے تھے ؎

ہست مراد ہر کسے چیز دگر ازیں جہاں
نیست مراد غیر تو جامیؔ نامراد را

آپ پر ہمہ وقت کیفیت طاری رہتی تھی سماع کا ذوق بڑھا ہوا تھا کئی کئی مرتبہ اس کا شغل فرماتے تھے، اواخر عمر میں جب آپ انتہائی منزل پر فائز تھے۔ آپ فرماتے تھے ؎

خوش وقت کسے کہ در یں خمخانہ از خم بسبو کشد نہ از پیمانہ
صد بار اگر نیست شود عالم ہست واقف نہ شود کہ ہست عالم یا نہ

قدرت نے حضرت مولانا جامیؔ کو ایسا مزاج اور ایسی طبیعت بخشی تھی کہ بہت کم لوگ اس سے نوازے گئے ہیں، آپ نہایت خوش خلق اور خوش مزاج تھے۔ آپ بڑے شیریں سخن اور بذلہ سنج واقع ہوئے تھے۔ گفتگو میں ظرافت اور حکمت کے پھول جھڑتے تھے آپ کا کلام حکمت آمیز ہوتا تھا۔ تصانیف کی تعداد چوالیس ۴۴ کے قریب تھی لفظ جام کے جتنے عدد ہیں اتنی ہی تعداد میں آپ کی تصانیف ہیں۔ آپ کی تصانیف کو شہرت اور قبول عام کی سند ملی ہے کسی کو آپ کے خیالات سے اختلاف نہیں ہے۔ شواہد النبوۃ اور نفحات الانس آپ کی ایسی تصانیف ہیں جن میں دو آنکھوں سے تشبیہہ دی جاسکتی ہے۔ مثنوی یوسف زلیخا اور دیوان بھی عدیم النظیر ہیں۔ حضرت مولانا کے نظم و نثر کے مجموعے اس عاجز کے زیر مطالعہ اکثر رہتے ہیں۔ آپ کے کلام کی برکات اور اس کے فیوض سے بے شمار فوائد وابستہ ہیں۔ یہ کتاب (سفینۃ الاولیأ) بھی میں نے حضرت مولانا کی اتباع میں تصنیف کی ہے۔ حضرت مولانا کے کلام میں سوز و گداز اور فصاحت و بلاغت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے۔

اس زمانے کے علمأ میں سے ایک عالم آپ کے حق میں زبان طعن و تشنیع دراز کرتا تھا اور کچھ ایسی ایسی باتیں کہتا تھا جن سے آپ کے شان میں گستاخی کا پہلو نکلتا تھا اس احقر نے کئی بار اس کو اس قسم کی باتیں کہنے سے روکا اور سمجھایا لیکن اس کے کانوں پر جوں تک نہ رینگی، جب اس عالم کا انتقال ہوا تو ایک عالم باعمل اور ایک فاضل اجل نے اس عالم کو خواب میں دیکھا،

کہ سراسیمگی اور بدحواسی کا شکار ہے۔ جب اسے اس کا سبب دریافت کیا گیا تو اس نے کہا کہ میں جنت میں داخل ہونا چاہتا تھا کہ مولانا عبدالرحمٰن جامیؒ نے میرا دامن پکڑ کر کھینچ لیا اور جنت میں داخل نہیں ہونے دیا۔ اس فقیر حقیر کو حضرت مولانا جامیؒ سے جو عقیدت رہی ہے اس کا علم اس عالم کو تھا اس لئے میرا نام لیا اور یہ خواہش ظاہر کی کہ وہ مولانا جامیؒ سے میری معافی کی بابت سفارش کریں تاکہ میں جنت میں داخل ہو سکوں۔

آپ کی ولادت ۲۳ شعبان ۸۱۷ھ کو جرد جام میں ہوئی تھی آپ نے ۸۱ سال کی عمر پائی۔ وصال خواجہ احرارؒ کی وفات سے تین سال کے بعد ۸۹۸ھ ۱۸ محرم الحرام کو بروز جمعہ ہوئی۔ آپ کا مزار مبارک خیابان ہرات میں واقع ہے اپنے پیر و مرشد کے پہلو میں آرام فرما رہے ہیں۔ آپ کے جنازہ میں سلطان حسین مرزا بھی شریک تھے۔

حضرت مولانا عبدالغفور لاریؒ

رضی الدین آپ کا لقب تھا۔ لار سے آپ کی وطنی نسبت تھی اور وہاں کے اشراف و عمائد میں آپ شمار کئے جاتے تھے حضرت سعد بن عبادہؓ کی نسل سے آپ کا تعلق تھا۔ وہی حضرت سعدؓ جو قبیلہ خزرج کے انصاری تھے آپ مولانا جامیؒ کے ارشد تلامذہ کی فہرست میں شامل ہیں۔ حضرت مولانا نے آپ کے حق میں فرمایا تھا ؎

آنجا کہ فہم و دانش مرعی بود شکارے
بازیست تیز رفتار عبد الغفور لارے

مولانا جامیؒ نے بہت کم مریدوں کو اپنے حلقے میں شامل کیا تھا آپ کا ارشاد تھا کہ ایک کامل مرید کے ہوتے ہوئے دائرۂ مریدین میں توسیع چنداں ضروری نہیں ہے۔ یہ اشارہ مولانا عبدالغفور لاریؒ کی جانب تھا۔ آپ ظاہری و باطنی علوم پر کامل عبور رکھتے تھے آپ ہی نے شرح ملّا اور نفحات الانس پر حاشیہ آرائی کی ہے۔ اس ضمن میں آپ نے الفاظ و لغات کا حل بھی کیا ہے اپنے پیر سے کمال عقیدت رکھتے تھے وصال کے وقت اپنے شیخ کی خدمت میں موجود تھے۔ آپ کی وفات طلوع آفتاب کے بعد بروز یکشنبہ ۵ شعبان ۹۱۲ھ میں ہوئی۔ آپکا مزار بھی خیابان ہرات میں واقع ہے اور آپ اپنے شیخ کی آرام گاہ کے متصل ابدی نیند سوئے ہوئے ہیں۔ کسی مرید کی یہ کتنی خوش قسمتی ہے کہ وفات کے بعد بھی اسے اپنے پیر و مرشد کی خدمت میں جگہ ملی۔

حضرت خواجہ عبدالشہیدؒ

آپ حضرت خواجہ عبیداللہ احرارؒ کی نسل سے ہیں یعنی رشتہ میں حضرت خواجہ احرارؒ حضرت خواجہ عبدالشہیدؒ کے جد امجد

ہوتے ہیں۔ جب آپ پیدا ہوئے تو آپ کے والد ماجد آپ کو حضرت خواجہ عبید اللہ احرارؒ کی خدمت اقدس میں لے کر حاضر ہوئے حضرت نے اسے اپنی آغوش میں لے کر فرمایا کہ یہ بچہ اپنے زمانے میں خدارسیدہ بزرگ ہوگا۔ حضرت کے ارشاد کے بموجب اللہ تعالے نے خواجہ عبدالشہیدؒ کو مقامات عالیہ پر سرفراز کیا، آپ سے اکثر کرامات ظہور میں آئیں، آپ وارد ہندوستان ہوئے تو یہاں کے لوگوں نے آپ کا پرجوش خیر مقدم کیا اور بہت سوں نے آپ کے دست اقدس پر بیعت بھی کی آپ کا طریقۂ سلوک حضرت خواجہ کے طریقے کے مطابق تھا ۹۸۲ھ تک اٹھارہ ۱۸ سال تک آپ نے ہندوستان میں قیام کیا بعدازاں آپ یہ کہہ کر سمرقند روانہ ہوئے کہ ہمیں حکیم غیبی ملا ہے کہ ہم اپنی ہڈیوں کا پنجر سمرقند کی خاک کو سونپ دیں سمرقند پہنچکر دو تین ماہ کے بعد آپ نے رحلت فرمائی۔ آپ کی آرام گاہ حضرت خواجہ عبید اللہ احرارؒ کے مزار عالیہ کے پہلو میں ہے۔

حضرت خواجہ باقیؒ

آپ کو حضرت بہاءالدین نقشبندؒ سے اویسی نسبت ہے۔ ظاہر میں آپ مولانا خواجگی الکنیؒ سے نسبت بیعت رکھتے ہیں حضرت خواجہ کے کسی مرید کا بیان ہے کہ آپ نے وصال کے وقت اپنے تمام فرزندوں کو اپنے قریب بلایا اور دریافت کیا کہ ان برخورداروں کے بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں فرمایا ؎

فرزند بندہ ایست خدا غمش مخور

آپ نے ۱۰۱۲ھ میں رحلت فرمائی۔ چالیس سال کی عمر پائی ہے۔ آپ کا مزار دہلی میں ہے۔

حضرت ہاشم خواجہ و صالح خواجہ دہبیدیؒ

سمرقند کے قرب وجوار میں دہبید ایک موضع ہے۔ یہ دونوں حقیقی بھائی اسی موضع کے رہنے والے تھے یہ دونوں اپنے زمانے کے بلند پایہ شیوخ اور مقتدا تسلیم کیے جاتے تھے ماوراء الہند کے تمام باشندوں کو ان دونوں سے بڑی عقیدت تھی۔ ہاشم خواجہ بڑے بھائی اور چھوٹے بھائی صالح خواجہ تھے۔ یہ دونوں اپنے والد ماجد سے بیعت تھے خواجہ کلاں حضرت خواجہ کلاں جوئباریؒ کے مرید تھے اور وہ حضرت خواجہ محمد کاشانیؒ کے حلقۂ ارادت میں داخل تھے انہیں مولانا محمد قاضیؒ سے باطنی نسبت تھی اور وہ حضرت خواجہ عبید اللہ احرارؒ سے وابستہ تھے۔ ہاشم خواجہؒ کی وفات بروز دوشنبہ ماہ ربیع الاول ۱۰۴۶ھ کو ہوئی ان کا مزار دہبید میں ہے صالح خواجہؒ بلخ میں رہے ان دونوں بھائیوں سے بڑی کرامات ظہور میں آئیں آپ کی وفات محرم ۱۰۴۸ھ میں ہوئی۔ مزار بلخ میں ہے۔ ۷۰ سال کی عمر پائی ——— مشائخ سلسلہ نقشبندیہ رحمہم اللہ اجمعین کے حالات اختتام پذیر ہوئے۔

سلسلۂ عالیہ چشتیہ از حضرت خواجہ حسن بصریؒ

تا

امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ

حضرت خواجہ عبدالواحد بن زیدؒ

آبائی وطن بصرہ ہے۔ حضرت خواجہ حسن بصریؒ کے مرید اور امام اعظمؒ کے شاگرد رشید ہوتے ہیں۔ سلسلۂ طریقت میں آپ نے جو کچھ حاصل کیا ہے حضرت خواجہ حسن بصریؒ سے کیا ہے۔ چونکہ حضرت خواجہ حسن بصریؒ کا ذکر خیر ہم صحابہ کرامؓ کے تذکرہ کے بعد کر چکے ہیں اس لئے یہاں ہم نے شروع میں ان کے بارے میں کچھ نہیں تحریر کیا۔

حضرت خواجہ عبدالواحدؒ بڑے عالی مقام شیخ تھے آپ سے بے شمار کرامات کا ظہور ہوا ہے۔ روایات میں آیا ہے کہ ایک دفعہ فقرا کی ایک جماعت پر شدت گرسنگی کا غلبہ تھا حضرت کی خدمت میں حاضر تھے انہوں نے خواہش ظاہر کی کہ حلوا کھانے کو ملے یہاں کچھ بھی نہ تھا۔ آپ نے آسمان کی جانب رخ کیا اور اللہ تعالےٰ سے اس جماعت کے بارے میں دعا کی۔ دعا کی دیر تھی کہ آسمان سے سرخ سرخ دیناروں کی بارش ہونے لگی۔ حضرت نے فرمایا، حلوہ کے لئے جتنے دینار درکار ہیں، اٹھا لو اور حلوہ خرید لاؤ چنانچہ اس کے مطابق عمل کیا گیا۔ ان سب فقرا نے حلوہ کھایا لیکن خواجہ نے اسے ہاتھ تک نہ لگایا۔ بعد میں آپ کے عدم تناول کا سبب معلوم ہوا اور وہ یہ کہ حلوہ چونکہ آپ کی کرامت کے ظہور کا نتیجہ تھا اس لئے آپ نے یہ گوارا نہیں کیا کہ جسے جو بزور کرامت حاصل کی گئی ہے اسے بطور غذا استعمال کریں کیونکہ آپ کا شمار ان مشائخ میں سے تھا جو اپنی محنت و مشقت سے اپنی روزی حاصل کرتے ہیں۔ کسی درویش کو جنگل میں پیاس نے ستایا اس پر قدرت نے یہ کرم کیا کہ آسمان سے ایک سنہری پیالہ پانی سے لبریز بھیجا۔ درویش نے پانی نہیں پیا، اور کہا، خدا کی قسم میں اس پانی سے اپنے ہونٹ تر نہیں کروں گا البتہ اس اعرابی کے ہاتھ سے مجھے پانی پینا گوارا کرے جو میرے منہ پر ایک طمانچہ رسید کرے اور پھر پانی پلائے میری کرامت سے پانی نہیں آسکتا بلکہ یہ سب تیری قدرت کے کھیل ہیں تو قادر قیوم ہے تو چاہے تو چاہے تو میرے پیٹ میں بھی پانی پیدا کر سکتا ہے۔

ظاہر میں جو کرامات ظہور میں آتی ہیں وہ فریب و ریا کے خطرہ سے خالی نہیں۔ آپ کا وصال ۱۷۷ھ میں ہوا۔

☆

حضرت فضیل بن عیاضؒ

ابو علی کنیت تھی اور آپ کا وطن مالوف کوفہ تھا۔ بعض روایات میں آپ کا اصل وطن خراسان بتایا گیا ہے جو مرو کے قرب وجوار میں ہے۔ آپ کی ولادت سمرقند ہوئی اور باورد میں آپ نے تربیت پائی۔ ایک دوسری روایت کے مطابق آپ بخاری الاصل ہیں۔ آپ خواجہ عبدالواحد بن زیدؒ کے مرید اور امام اعظمؒ کے شاگرد رشید ہیں۔ ابراہیم بن ادھمؒ، بشر حافیؒ، سفیان ثوریؒ اور داؤد طائی کے معاصرین میں تھے۔ حقائق ومعارف پر آپ کی گہری نظر تھی۔

روایات میں ہے کہ ایک دن آپ نے اپنے چھوٹے لڑکے کو گود میں لیا اور اس کے منہ پر بوسہ دیا جیسا کہ والدین کی عام عادت ہوتی ہے۔ بچے نے کہا، باپ! آپ کو مجھ سے محبت ہے کہا، ہاں، بچے نے کہا اور خدا سے بھی آپ کو محبت ہے فرمایا، ہاں بچے نے کہا، باپ کیا یہ ممکن ہے کہ ایک دل میں دو محبتیں سما جائیں، آپ پر اب یہ حقیقت منکشف ہوئی کہ یہ باتیں کس نے بچے کے دل میں القا کی ہیں سر پر ہاتھ مارا اور بچہ کو زمین پر ڈال ذکر الٰہی میں مشغول ہو گئے۔ آپ کا ارشاد ہے کہ جو شخص خدا سے ڈرتا ہے وہ کسی چیز سے نہیں ڈرتا۔ آپ نے فرمایا کہ حبیب خداوند قدوس کسی بندے کو اپنا دوست بنالیتا ہے تو اسے آلام ومصائب میں مبتلا کر دیتا ہے اور حبیب کسی سے اُسے دشمنی ہوتی ہے تو دنیا کو اس کے لئے فراخ کر دیتا ہے۔ آپ کا ارشاد ہے جو اپنی قدر وقیمت کا احساس کرتا ہے، تواضع اس کے نصیب میں نہیں۔ آپ نے فرمایا اگر ممکن ہو تو ایک جگہ ٹھہر جاؤ تا کہ کوئی تم کو نہ دیکھ سکے اور نہ تم کسی کو دیکھو کیونکہ تمہارے حق میں یہ بات بہت بہتر ہے۔ فرمایا کہ جس طرح یہ عجیب بات ہے کہ بہشت میں کوئی روئے اسی طرح یہ بھی عجیب ہے کہ دنیا میں کوئی ہنسے۔ آپ نے فرمایا، دنیا میں آنا تو کچھ اتنا مشکل نہیں لیکن دنیا سے سبکدوشی حد درجہ مشکل ہے۔ فرمایا اگر کوئی تجھ سے یہ سوال کرے کہ تجھے خدا سے محبت ہے تو خاموش ہو جانا کیونکہ اگر تو نے انکار کیا تو کفر لازم آئے گا اور اگر تو نے تائید کی تو تیرا یہ فعل محبان الٰہی کے طریق کے خلاف ہو گا۔

آپ نے ماہ محرم ۱۸۷ھ میں وفات پائی۔ آپ کا مزار عالیہ مکہ مکرمہ کے مزارات معلیٰ میں شامل ہے۔

حضرت سلطان ابراہیم بن ادھمؒ

کنیت ابو اسحاقؒ تھی آپ کے والد ماجد کا اسم گرامی ادھم بن سلیمان بن منصور بلخی ہے آپ کا تعلق شاہی خاندان سے ہے۔ شروع شروع میں فرماں روائے بلخ تھے۔ جوانی میں توبہ کی۔

روایات میں آیا ہے کہ ایک تخت شاہی پر محو خواب تھے۔ آدھی رات کے قریب چھت ہلنے لگی آپ نے آواز دی، کون ہے؟

آواز آئی، میرا اونٹ گم ہوگیا ہے اسے تلاش کر رہا ہوں، آپ نے فرمایا، اونٹ چھت پر کیسے آسکتا ہے۔ اے غافل! تو خدا کو اطلس کا لباس زیب تن کر کے تخت شاہی پر تلاش کرتا ہے۔ کیا یہ چھت پر اونٹ تلاش کرنے سے زیادہ عجیب بات نہیں ہے؟ یہ بات سنی تو سلطان ابراہیم بن ادھم بلخیؒ پر ہیبت طاری ہوگئی اور فکر کے سمندر میں غرق ہوگئے۔ دوسرے دن آپ نے عام دربار کیا اس میں ارکان سلطنت موجود تھے، اچانک ایک مرعوب کن شخصیت اندر آئی اور کوئی شخص بھی اسے نہ روک سکا۔ جب یہ ہیبت ناک شخصیت تخت شاہی کے قریب آئی تو سلطان نے پوچھا کہ کیا ارادے ہیں؟ اس شخصیت نے کہا، کیا میں اس سرائے میں قیام کر سکتا ہوں۔ سلطان نے جواب دیا، یہ عام سرائے نہیں ہے بلکہ میری اقامت گاہ ہے، پوچھا یہ سرائے تیرے پاس کیسے آئی؟ تجھ سے پہلے اس پر کس کا تصرف تھا؟ سلطان نے جواب دیا، یہ میرے باپ کی ملکیت تھی، پھر پوچھا کہ اس سے پہلے اس پر کون قابض تھا، سلطان نے کہا، میرے باپ کا باپ، پوچھا کہ اور اس سے پہلے، سلطان نے جواب دیا کہ فلاں کے پاس تھی۔ اس کے بعد چند افراد کے نام اور بتائے گئے جو اپنے اپنے زمانے میں اس قصر شاہی کے مالک و قابض رہے تھے۔ اس ہیبت ناک شخصیت نے سوال و جواب کے بعد کہا، یہ اقامت گاہ تیرے پاس بھی نہ رہے گی، یہاں کسی کا کوچ اور کسی کا مقام ہوتا ہے۔ سلطان اس انداز گفتگو سے بہت سراسیمہ ہوا، پوچھا آپ کی کیا تعریف؟ جواب دیا، میں خضرؑ ہوں۔ اس سے سلطان پر اور بھی زیادہ ہیبت طاری ہوئی اور اتنا زیادہ اثر ہوا کہ تخت شاہی پر لات مار جنگل کی راہ لی۔ لوگوں نے ہاتف غیبی کو یہ پیغام دیتے ہوئے سنا، بیدار ہو پہلے اس سے کہ موت کے بعد تجھ پر افسوس بیداری پھونکا جائے۔ اسی طرح چند مرتبہ ہاتف نے اعلان کیا۔ اچانک سلطان نے ایک ہرن آتا ہوا دیکھا سلطان نے اس کا تعاقب کیا۔ ہرن کو قدرت نے زبان گویائی بخشی اور اس نے کہا میں تو خود تجھے شکار کرنے کے لئے بھیجا گیا ہوں تو مجھے کیسے شکار کرے گا۔

یہ سنا تو سلطان کی قلبی کیفیت بدل گئی۔ لباس جو زیب تن تھا اتار پھینکا اور بادشاہت کا تصور بھی دل سے نکال دیا۔ طریقت کی راہ پر عمل درآمد شروع کر دیا، مکہ مکرمہ پہنچے امام اعظمؒ، سفیان ثوریؒ، اور ابو یوسف غولیؒ کی ہمنشینی اختیار کی۔ امام اعظمؒ سے اکتساب علم کیا لیکن اس کے باوجود امام اعظمؒ آپ کو "سیدنا" فرمایا کرتے تھے۔ سید الطائفہ حضرت جنید بغدادیؒ فرماتے تھے کہ خواجہ ابراہیم بن ادھمؒ اس جماعت کے لئے علم کی مفتاح ہیں۔ حضرت خضرؑ کی صحبت کا شرف آپ کو نصیب تھا۔ آپ نے خرقہ ولایت و خلافت حضرت فضیل بن عیاضؒ کے ہاتھ سے پہنا تھا۔ تمام عمر اپنے گاڑھے پسینے کی کمائی سے گزر بسر کرتے تھے۔ یگانۂ روزگار اور اپنے معاصرین میں قیادت و سیادت کے منصب پر فائز تھے۔

آپ سے اس تعداد میں کرامات کا ظہور ہوا ہے کہ شمار میں نہیں آسکتیں۔ جب غیب سے نوازشیں ہوتیں تو فرماتے کہ دنیا کے بادشاہ کہاں ہیں، آئیں اور دیکھیں کہ یہ دنیائے فقر کتنی بابرکت ہے اور یہ سلسلہ کیا ہے تاکہ انہیں اپنی حکومت و سلطنت کی زندگی پر شرم آئے اور

وہ اس سے سبکدوش ہوں۔

روایات میں آیا ہے کہ ایک مرتبہ آپ نے کشتی میں سفر کیا۔ جیب میں پیسے نہ تھے۔ ملاح نے آپ سے کرایہ طلب کیا آپ نے دو رکعت نماز ادا کی اور خدا سے دعا کی، یا اللہ! مجھ سے یہ کچھ مطالبہ کرتے ہیں، دریا کے دونوں کناروں پر جو ریت پڑا ہوا تھا سونے میں منتقل ہو گیا۔ آپ نے ایک مٹھی بھر سونا لیا اور ملاح کے حوالے کیا۔

نقل ہے کہ ایک دفعہ دریا کے کنارے بیٹھے ہوئے اپنے پھٹے کپڑے سی رہے تھے اتفاقاً آپ کے ہاتھ سے سوئی چھوٹ کر دریا میں گر پڑی۔ دریا کو آپ نے حکم دیا کہ میری سوئی لاؤ۔ دفعتہً ہزاروں مچھلیوں نے سر باہر نکالا اور ہر ایک کے منہ میں سونے کی ایک سوئی تھی۔ فرمایا میں اپنی سوئی چاہتا ہوں اس پر ایک دبلی پتلی مچھلی آپ کی سوئی منہ میں لئے ہوئے حاضر ہوئی اور سلطان کے سامنے رکھ دی فرمایا، کہ بلخ کی سلطنت چھوڑ کر ادنےٰ سا کمال جو مجھے حاصل ہوا وہ یہ ہے۔

آپ کا وصال ۲ جمادی الاول ۱۶۲ھ کو ہوا۔ آپ کا مزار مبارک جبلہ شام میں ہے، ایک روایت میں یہ ہے کہ آپ بغداد میں ابدی نیند سوئے ہوئے ہیں لیکن پہلا قول درست ہے۔

حضرت خواجہ حذیفہ مرعشیؒ

شام کے قریب مرعش ایک شہر کا نام ہے آپ اسی شہر کے باشندے تھے آپ کا شمار مشائخ کبار میں ہوتا ہے سلطان ابراہیم بن ادھم بلخیؒ کے مریدین میں سے ہیں۔ آپ کا ارشاد ہے کہ اخلاص یہ ہے کہ انسان کے افعال ظاہر و باطن میں یکساں ہوں۔

آپ کی وفات ۱۴ شوال کو ہوئی۔ سنہ وفات معلوم نہیں ہو سکا۔

حضرت خواجہ ہبیرہ بصریؒ

آپ بصرہ کے رہنے والے تھے۔ آپ کا شمار اپنے زمانے کے اکابر میں ہوتا ہے۔ حضرت خواجہ حذیفہ مرعشیؒ سے آپ کو نسبت بیعت تھی۔ آپ سے کرامات و خوارق کا کثرت سے ظہور ہوا۔ فقر و سلوک میں آپ کا مقام بہت بلند ہے۔

آپ کا وصال ۱۰ شوال کو ہوا۔ سنہ وفات نامعلوم ہے۔

حضرت شیخ علو دینوریؒ

آپ حضرت ہبیرہ بصریؒ کے خاص الخاص مریدین میں سے تھے۔ اپنے دور کے مشائخ کبار میں ان کا شمار ہوتا تھا علوم ظاہری

و باطنی پر آپ کی گہری نظر تھی۔ آپ صاحب کشف و شہود شیخ تھے۔ آپ سے بے شمار کرامات ظہور میں آئیں۔ چنانچہ روایات میں آیا ہے کہ آپ اپنے یوم ولادت سے لے کر آخر عمر تک روزہ دار رہے۔ آپ صائم الدہر تھے بچپن میں دن کے وقت ماں کا دودھ نہیں پیتے تھے۔

تذکرۃ الاصفیا اور مشائخ چشت کے بعض ملفوظات میں مرقوم ہے کہ شیخ علو دینوری اور شیخ ممشاد دینوری دونوں ایک ہی ہیں اور ان دونوں کو شیخ ممشاد علو دینوری کہتے ہیں۔ نفحات الانس اور بعض دیگر کتب کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ شیخ علو دینوری وہ نہیں ہیں جو شیخ ممشاد دینوری ہیں۔ شیخ ممشاد دینوری کا ذکر خیر سلسلۂ سہروردیہ کے ضمن میں آئے گا۔

حضرت شیخ ابو اسحاق شامیؒ

آپ اپنے دور کے قطب وقت تھے حضرت شیخ علو دینوریؒ کے خاص الخاص مریدین میں شمار کیے جاتے ہیں۔
وفات ۱۴ ربیع الثانی کو ہوئی مزار عالیہ شام کے علاقہ عکہ میں ہے۔

حضرت خواجہ احمد ابدال چشتیؒ

سلسلۂ چشتیہ کے سردار ہیں، سلطان فرسنافہ کے لڑکے ہیں۔ حضرت شیخ ابو اسحاق شامیؒ کے مریدین میں سے ہیں۔ بیان کیا جاتا ہے کہ جب شیخ ابو اسحاقؒ قصبہ چشت میں پہنچے تو خواجہ نے فوراً آپ کے دست حق پرست پر توبہ اور بیعت کی۔

روایات میں آیا ہے کہ ایک روز خواجہ ابو احمد جب کہ ان کی عمر بیس سال کی تھی اپنے والد ماجد سلطان فرسنافہ کے ہمراہ شکار کے ارادہ سے پہاڑ کی طرف گئے راستے میں اپنے والد ماجد سے بچھڑ گئے۔ چلتے چلتے ایک پہاڑ پر پہنچے جہاں چالیس رجال الغیب ایک پتھر پر کھڑے ہوئے تھے۔ حضرت شیخ ابو اسحاق شامیؒ بھی اسی جماعت میں شریک تھے یہ دیکھ کر انہوں نے گھوڑے سے نیچے اترے اور شیخ ابو اسحاقؒ کے پاؤں پر گر پڑے، گھوڑا اور ہتھیار جو کچھ ساتھ تھے سب دے دیں چھوڑ دیے اور ایک کمبل اوڑھ کر ان کے ہمراہ چل کھڑے ہوئے۔ آپ کے والد صاحب نے اور دوسرے لوگوں نے آپ کی جستجو کی لیکن اس تلاش میں انہیں ناکامی ہوئی کچھ عرصے کے بعد انہیں پتہ چلا کہ آپ شیخ ابو اسحاق شامیؒ کے پاس ہیں اور فلاں فلاں جگہ موجود ہیں۔ باپ نے کچھ آدمیوں کو بھیجا کہ انہیں جا کر لے آئیں۔ ہر چند سمجھایا بجھایا لیکن آپ نہیں لوٹے، کوئی نصیحت بھی ان پر کارگر نہیں ہوئی۔ کہتے ہیں کہ آپ کے والد محترم کا ایک شراب خانہ تھا، ایک دن موقع پا کر آپ اندر پہنچ گئے اور تمام مٹکے توڑنے شروع کر دیے۔ باپ کو معلوم ہوا تو غصہ میں چھت پر چڑھا اور ایک بڑا سا پتھر اٹھایا اور یہ ارادہ کیا کہ سوراخ سے آپ پر وار کرے، اس سوراخ نے پتھر کو اپنی گرفت میں

لے لیا اور پتھر سمیت ان کو ہوا میں اٹھا لیا جب یہ حالت دیکھی تو توبہ کی۔

اس قسم کی بہت سی کرامات آپ سے ظہور میں آئیں جن کے لئے کافی تفصیل درکار ہے۔ آپ کی ولادت ۲۶۰ھ میں اور وفات ۱ جمادی الآخر ۳۵۵ھ میں ہوئی۔ آپ کا مزار چشت میں واقع ہے۔

حضرت خواجہ محمد چشتیؒ

حضرت خواجہ ابو احمد ابدال چشتی کے صاحبزادے اور مرید ہیں۔ علوم دینیہ میں اچھی خاصی دست گاہ رکھتے تھے۔ زہد و عبادت میں یگانۂ روزگار تھے۔

روایات میں آیا ہے کہ معرکۂ سومنات میں بحکم الٰہی آپ نے سلطان محمود غزنویؒ کی امداد کے لئے شرکت کی تھی۔ آپ کے قدوم میمنت لزوم کی برکت سے منات کی تسخیر عمل میں آئی۔

آپ کی وفات رجب المرجب میں ۴۱۱ھ کو ہوئی۔ آپ کا مزار عالیہ مقام چشت میں ہے۔

حضرت خواجہ یوسف بن سمعانؒ

ناصر الدین لقب ہے حضرت خواجہ محمد بن خواجہ ابو احمد چشتیؒ کے ابن عم، مرید اور فیض یافتہ ہیں۔

روایت ہے کہ خواجہ محمد کی ہمشیرہ جن کی عمر چالیس ۴۰ کے لگ بھگ تھی۔ اپنے بھائی کی خدمت و رفاقت کے سبب شادی کا ارادہ نہیں رکھتی تھیں۔ ہمہ وقت طاعت و عبادت سے شغل تھا۔ ایک شب خواجہ محمد بزرگوارؒ نے حضرت خواجہ ابو احمدؒ کو خواب میں دیکھا وہ فرماتے تھے کہ شام میں ایک شخص محمد سمعان نامی ہے جو علم و عمل اور زہد و ورع میں اپنی مثال آپ ہے اپنی ہمشیرہ کا عقد اس سے کر دو۔ خواجہ محمدؒ نے انہیں بلا کر ان سے اپنی ہمشیرہ کا عقد کر دیا۔ خواجہ یوسفؒ اس جوڑے سے متولد ہوئے۔ آپ پر اواخر عمر میں اتنا غلبہ تھا کہ کبھی ایسا ہوتا کہ خادم وضو کراتا اور آپ اثنائے وضو میں روپوش ہو جاتے تھوڑی دیر کی روپوشی کے بعد پھر موجود ہوتے اور وضو کی تکمیل کرتے۔

آپ کی وفات ۳ ربیع الاول ۴۵۹ھ میں ہوئی۔ آپ نے ۸۴ سال کی عمر پائی۔ رحلت کے وقت اپنے بڑے صاحبزادے خواجہ قطب الدین مودود کو اپنا جانشین مقرر کیا۔

آپ کا مزار چشت میں واقع ہے۔

حضرت خواجہ مودود چشتیؒ

آپ قطب الدین کے لقب سے مشہور ہیں۔ سات سال کی عمر میں آپ نے قرآن کریم بقید قرأت حفظ کیا۔ اس کے بعد آپ نے دینی علوم کی تحصیل کی۔ ابھی آپ ۲۶ سال کے تھے کہ آپ کے والد ماجد حضرت خواجہ یوسفؒ کا سایہ سر سے اُٹھ گیا۔ وصیت کے مطابق آپ اپنے باپ کی جگہ بیٹھے۔ اخلاق حسنہ اور حسن سیرت میں آپ کی نظیر نہ تھی۔ آپ کے معاصرین آپ سے بڑی عقیدت رکھتے تھے۔ اگرچہ آپ کو طریقت میں اپنے والد ماجد سے حصہ ملا تھا لیکن جب والد کے انتقال کے بعد شیخ الاسلام حضرت احمد جامؒ ہرات پہنچے اور وہ معاملہ پیش آیا جس کا ذکر مولانا عبدالرحمٰن جامیؒ نے نفحات الانس میں کیا ہے یعنی حضرت خواجہ مودودؒ نے اپنی تربیت کے سلسلے میں حضرت شیخ جامؒ سے درخواست کی تو حضرت شیخ جام نے آپ کو اپنی آغوش میں بٹھا لیا اور تین بار فرمایا "بشرط علم"۔ تین دن تک آپ حضرت شیخ جامؒ کی خدمت بابرکت میں رہے اور چند در چند فیوض و برکات سے مالا مال ہوئے۔

سلسلۂ چشتیہ حضرت خواجہ مودود چشتیؒ سے حضرت شیخ جامؒ تک بھی پہنچا ہے۔

آپ کی وفات ماہ رجب المرجب ۵۲۷ھ میں ہوئی۔ آپ کا مزار مبارک بھی چشت میں واقع ہے۔

حضرت خواجہ احمد بن مودود چشتیؒ

قطب وقت تھے اور مشائخ کبار میں آپ کا شمار ہوتا تھا اپنے والد ماجد کے دست حق پرست پر بیعت کا شرف حاصل تھا۔ ظاہری و باطنی علوم پر عمیق نظر رکھتے تھے۔ آپ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا۔ حضورؐ فرماتے تھے اے احمد! اگر تجھے ہم سے عشق نہیں ہے، ہم کو تجھ سے عشق ہے۔

ایک رات کو آپ بھیس بدل کر حرمین شریفین کی زیارت کے لیے تشریف لے گئے۔ جب ارکان حج سے فراغت ہوئی تو مدینہ منورہ گئے۔ چھ ماہ وہاں قیام کیا۔ روایات میں آیا ہے کہ مدینہ میں آپ کا اتنا طویل قیام حرم کے مجاوروں پر گراں گزر رہا تھا اس لئے وہ چاہتے تھے کہ آپ کو مدینہ سے روانگی پر مجبور کریں اور تنگ کرنا چاہتے تھے۔ انہی ایام گنبد خضرا سے آواز آئی جسے سب نے سنا کہ ہمارے مشتاق کی دل آزاری کا باعث نہ ہو۔ واپسی میں بغداد آئے تو حضرت شیخ شہاب الدین سہروردیؒ کی خانقاہ میں ٹھہرے۔ حضرت شیخ نے آپ کی بڑی قدر و منزلت کی اور خاطر و مدارات سے پیش آئے۔

آپ کی ولادت ۵۰۸ھ میں ہوئی اور وفات ۵۷۷ھ میں بمقام چشت واقع ہوئی۔

حضرت شاہ سنجان رح

رکن الدین لقب ہے اور اسم گرامی محمود ہے۔ آپ سنجان خواف نامی ایک قصبے کے باشندے تھے۔ حضرت خواجہ مودود چشتی رح سے بیعت تھے۔ شاہ کا لقب بھی آپ کو حضرت خواجہ محمود رح نے عطا کیا تھا۔

روایات میں آیا ہے کہ جتنی مدت تک آپ کا قیام چشت میں رہا۔ آپ نے باقاعدگی کے ساتھ باوضو رہنے کا اہتمام کیا جب ضرورت پیش آتی تو چشت کی حدود سے باہر جاکر قضائے حاجت کا بندوبست کرتے اور اہتمام وضو کے بعد واپس آتے۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ یہ مقام، مقام ادب ہے۔

آپ کی وفات ۵۹۷ھ میں ہوئی۔

حضرت خواجہ حاجی شریف زندنی رح

آپ حضرت خواجہ مودود چشتی رح کے حلقہ مریدین میں داخل ہیں۔ خواجہ خواجگان حضرت معین الدین چشتی اجمیری رح کا سلسلہ آپ کی طرف سے حضرت خواجہ مودود چشتی پر منتہی ہوتا ہے۔

روایات میں آیا ہے کہ کسی شخص نے وصال کے بعد شاہ سنجر کو خواب میں دیکھا اور دریافت کیا، خدا نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ کیا۔ شاہ سنجر نے جواب دیا کہ دوزخ کے فرشتوں کو یہ حکم دے دیا گیا تھا کہ اسے دوزخ میں ڈال دو اسی اثنا میں پھر یہ حکم آیا کہ فلاں روز دمشق میں یہ شخص حاجی شریف زندنی رح کی صحبت سے فیضیاب ہوا تھا۔ اس برکت سے ہم نے اسے بخش دیا۔

آپ کی وفات ۱۰ رجب المرجب کو ہوئی۔

حضرت شیخ عثمان ہارونی رح

آپ حضرت خواجہ حاجی شریف زندنی رح کے خاص الخاص مریدین میں سے ہیں۔ اپنے زمانے کے شیخ کامل اور قطب وقت گزرے ہیں۔ اکثر بیشتر مشائخ کی صحبت سے فیضیاب ہوئے ہیں۔

حضرت خواجہ معین الدین چشتی رح سے مروی ہے کہ ایک دن حضرت شیخ عثمان ہارونی رح اثنائے سفر میں ایک مقام پر پہنچے یہ آتش پرستوں کی بستی تھی وہاں آتشکدہ تھا جس میں روزانہ بیس اونٹ لکڑیاں جلتی تھیں اس آتشکدہ کی آگ کبھی ٹھنڈی نہیں ہوتی تھی۔ آپ نے آتش پرستوں سے پوچھا اس آگ سے کیا فائدہ ہے تم لوگ خدا کی عبادت کیوں نہیں کرتے جس نے

اس آگ کو خلق کیا ہے۔ انھوں نے جواب دیا ہمارے مذہب میں آگ کو دیوتا مانا گیا ہے ہم اس کا احترام کرتے ہیں۔ شیخ نے فرمایا، اچھا تو یہ بتاؤ کہ تم اپنے ہاتھ پاؤں آگ میں ڈال سکتے ہو۔ انھوں نے کہا، آگ کا کام جلانا ہے کس کی مجال ہے جو اس کے قریب بھی جائے۔ شیخ نے ایک بچے کو جو کسی آتش پرست کی گود میں تھا لے لیا اور بسم اللہ الرحمٰن الرحیم قلنا یا نار کونی برداً وسلاماً علیٰ ابراہیم پڑھتے ہوئے آگ میں داخل ہو گئے اور چار گھنٹے کے بعد واپس آئے نہ آپ کے خرقہ کو آگ لگی اور نہ اس بچہ پر آگ سے کوئی آنچ آئی۔

یہ نقشہ دیکھ کر تمام آتش پرست آپ کے قدموں پر گرے اور اسلام قبول کر لیا وہ بچہ اور اس کا باپ منصب ولایت پر فائز ہوئے۔

علاوہ ازیں حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری سے روایت ہے کہ حضرت شیخ عثمان ہارونیؒ فرماتے تھے کہ اللہ تعالےٰ کے کچھ عاشق ہیں جو ایک لمحہ کے لئے بھی خدا سے غافل نہیں رہتے اگر تھوڑی دیر کے لئے بھی وہ خدا سے غافل ہو جائیں تو نیست و نابود ہو جائیں نیز شیخ نے یہ فرمایا، جس میں یہ تین خصلتیں ہوں گی اسے خدا اپنا دوست بنا لیتا ہے۔ سخاوت دریا کی طرح شفقت آفتاب صفت اور تواضع زمین کی مانند۔

آپ کی وفات ۵ شوال کو ہوئی۔ آپ کا مزار مکہ معظمہ میں واقع ہے۔

حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ

مقام ولادت اور وطن مالوف سجستان ہے۔ خراسان میں آپ کی تربیت ہوئی۔ آپ کے والد ماجد خواجہ غیاث الدین حسنؒ تھے جن کا شمار حسینی سادات میں ہوتا ہے۔ آپ شیخ عثمان ہارونیؒ کے مرید باصفا تھے۔ ہندوستان میں سلسلہ چشتیہ کے سرگروہ تسلیم کیے جاتے ہیں۔

شیخ عثمان ہارونیؒ فرماتے ہیں کہ ہمارے معین الدین خدا کے پیارے ہیں۔ مجھے اپنے ایسے مرید پر سو سو ناز ہیں جو اپنے وقت کا قطب اور صاحب تصرف شیخ ہو۔ باشندگان ہند بالعموم آپ کے عقیدت کیش تھے ظاہری و باطنی علوم میں آپ یکتائے روزگار تھے۔ آپ سے بے شمار خوارق و کرامات کا ظہور ہوا ہے۔

روایات میں آیا ہے کہ جب آپ کو توبہ کی توفیق ہوئی تو آپ نے اپنا تمام اثاثہ اور مال و اسباب فقرا میں تقسیم کر دیا۔ ابتدا میں آپ سمرقند اور بخارا تشریف لے گئے وہاں آپ نے حفظ قرآن کی منزل طے کی، نیز علوم دینیہ کی تکمیل کی پھر وہاں سے آپ نے عراق عرب کا رخ کیا۔ جب آپ نیشاپور کے قصبہ ہارون پہنچے تو آپ شیخ عثمان ہارونیؒ کی خدمت میں حاضری دی اور پورے بیس

سال تک آپ کی خدمت میں رہے۔ حضرت خواجہؒ نے دور دراز ممالک کی سیاحت کی اور بڑے بڑے مشائخ سے آپ نے کسب فیض کیا چنانچہ حضرت غوث الثقلینؒ سے جیلان میں ملاقات کی۔ تقریباً چھ ماہ تک ان کی صحبت سے فیضیاب ہوئے۔ بخارا میں شیخ نجم الدین کبریٰؒ سے ہمدان میں خواجہ یوسف ہمدانیؒ سے تبریز میں شیخ ابوسعید تبریزیؒ سے اور لاہور میں شیخ حسین زنجانیؒ سے ملاقاتیں کیں۔ آپ بلخ سے لاہور آئے تھے (یہاں مؤلف سے غلطی ہوئی ہے لاہور میں آپ کی ملاقات شیخ یعقوب زنجانیؒ سے ہوئی تھی۔ شیخ حسین زنجانیؒ تو ۵۳۷ھ میں ہوئے ہیں)۔

لاہور سے دہلی کا سفر کیا اور پھر وہاں سے اجمیر شریف پہنچے اور وہاں مستقل سکونت اختیار کرلی۔ آپ کی تبلیغ اسلام کے صدقے میں لاتعداد کفار و مشرکین دولت اسلام سے مالا مال ہوئے۔ جو لوگ اسلام نہیں لائے تھے وہ بھی حضرت سے دلی عقیدت رکھتے تھے اور تحفے تحائف اور ہدایا بھیجتے تھے۔ آج تک یہ دستور چلا آتا ہے کہ کفار و مشرکین آپ کے مزار شریف کی زیارت کے لئے کشاں کشاں آتے ہیں اور خدام و مجاورین کو نذر و نیاز پیش کرتے ہیں۔

حضرت خواجہؒ ۵۳۷ھ میں متولد ہوئے تھے۔ آپ کا وصال بروز شنبہ ۶ رجب المرجب ۶۳۲ھ کو ہوا۔ ایک دوسری روایت میں تاریخ وفات ۱۰ ذی الحجہ دی گئی ہے لیکن قول اول صحیح نظر آتا ہے۔ جب آپ نے انتقال فرمایا تو لوگوں نے آپ کی پیشانی پر یہ لکھا ہوا دیکھا حبیب اللہ مات فی حب اللہ۔ حضرت کا عرس ہندوستان کے مشائخ ۶ رجب المرجب کو کرتے ہیں اور یہ وہ مہینہ ہے کہ دور دراز سے لوگ گروہ در گروہ عام اس سے کہ وہ مسلمان ہو یا کافر عرس میں شرکت کے لئے آتے اور اپنی عقیدت مندی کا اظہار کرتے ہیں ان کی تعداد ہزاروں تک پہنچتی ہے۔

ہر سال لوگوں کی حاضری کا یہی انداز ہے حضرت نے ۱۰۴ سال کی عمر پائی ہے۔ آپ کا مزار عالیہ اجمیر شریف میں ہے یہ نیاز مند بھی کئی بار روضہ پر حاضر ہوا ہے۔ اجمیر شریف کی فضا بڑی دلکش اور یہاں کی آب و ہوا میں نور و سرور کے اثرات گھلے ملے ہوئے ہیں۔ اس کے چاروں طرف ایک بڑا طویل و عریض تالاب ہے جو دریا کی سی وسعت لئے ہوئے ہے۔ اس کا نام ساگر تال ہے اس فقیر کی ولادت بھی خطۂ اجمیر میں ساگر تال کے قریب ہوئی ہے اور اس فقیر کی تاریخ پیدائش دوشنبہ ماہ صفر ۱۳۲۴ھ ہے قبلہ والد ماجد کے گھر میں تین لڑکیاں تھیں کوئی لڑکا متولد نہیں ہوا تھا اور ان کی عمر ۴۲ سال کی ہو چکی تھی والد ماجد نے اس اعتقاد کی بنا پر جو انہیں خواجہ خواجگان سے تھا نذر و نیاز کی پیشکش کے بعد لڑکے کے لئے دعا کی اللہ تعالیٰ نے اس دعا کے صدقے میں اس فقیر کو پیدا کیا۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے اور اس کی رحمت سے امید ہے کہ وہ اپنی اور اپنے دوستوں کی محبت سے نوازے۔ اور نیکی کی توفیق ارزانی فرمائے۔

حضرت شیخ حمید الدین الصوفی السعدی ناگوریؒ

کنیت ابو احمد ہے اور لقب سلطان التارکین ناگور ہندوستان کے شہروں میں سے ایک مشہور شہر کا نام ہے۔ آپ اسی شہر کے باشندے تھے اور خواجہ خواجگان معین الدین چشتی اجمیریؒ کے خلیفہ ہیں۔ آپ اپنے زمانے میں صاحب مقام درویش تھے۔ مشائخ میں آپ کا مقام بلند ہے۔ ظاہری و باطنی علوم میں کامل دستگاہ رکھتے تھے۔ صاحب کشف و شہود تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بڑے مراتب سے نوازا تھا۔ شیخ بہاؤ الدین ذکریا ملتانیؒ اور آپ کے درمیان فقر و غنا کے سلسلے میں بڑی خط و کتابت رہی ہے۔ ناگور اور عناب میں آپ کی کچھ زمین تھی جس کی خود کاشت فرماتے تھے اور اہل و عیال کی پرورش کے لئے آپ کی یہی وجہ معاش تھی۔

آپ کی وفات ۲۹ ربیع الثانی ۶۷۳ھ میں ہوئی۔ مزار مبارک قصبہ ناگور میں ہے۔

حضرت خواجہ قطب الدین اوشی کاکیؒ

آپ کا اسم گرامی بختیار بن احمد بن موسےٰ ہے۔ آپ کا مقام ولادت اوش فرغانہ جو اندجان کے مضافات میں ایک قصبہ ہے۔ کاکی آپ اس لئے مشہور ہیں کہ جب آپ دہلی میں تھے اور کسی کا نذرانہ قبول نہیں فرماتے تھے اور ہمہ وقت ذکر الہٰی آپ کا شغل تھا تو آپ کے اہل و عیال بڑی عسرت اور تنگ دستی کے عالم میں زندگی بسر کرتے تھے اس زمانے میں پڑوس کی ایک بقال عورت سے کچھ ادھار لے کر بسر کی سبیل نکالی جاتی تھی۔ ایک دن اس بقال عورت نے آپ کی اہلیہ سے طنزاً یہ بات کہی کہ اگر میں تمہارے پڑوس میں نہ ہوتی تو تم سب کے سب بھوکوں مر جاتے۔ حضرت کی اہلیہ پر یہ بات بڑی شاق گزری اور یہ پختہ عہد کیا کہ آئندہ ہم اس سے قرض نہ لیں گے۔ ایک دن اس واقعہ کا ذکر حضرت قطب الدینؒ کے سامنے بھی آیا، آپ نے فرمایا میں کسی سے قرض لینے کے حق میں نہیں ہوں۔ آپ نے فرمایا جب کسی طرح کی ضرورت پیش آئے تو ہمارے حجرہ کے طاق میں ہاتھ ڈال کر پکی پکائی روٹی حاصل کر لیا کریں اور سے اپنی ضرورت میں صرف کریں اور جسے چاہیں اسے بھی اس میں سے دیں چنانچہ اس کے بعد سے جب ضرورت پیش آتی تو اس طاق سے روٹی حاصل کی جاتی اس روٹی کو کاک کہتے ہیں اسی نسبت سے آپ کاکی کہلاتے ہیں۔

روایات میں آیا ہے کہ حضرت قطب الدین ابھی ایک سال کے تھے کہ سر سے باپ کا سایہ اٹھ گیا۔ حضرت خضر علیہ السلام نے آپ کو شیخ ابو حفصؒ کے حوالے کر دیا تاکہ علوم ظاہری و باطنی کی تکمیل ہو۔ خواجہ خواجگان حضرت معین الدین چشتی اجمیریؒ

جب اوش پہنچے تو حضرت قطب الدین آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ کے دست مبارک پر بیعت کی۔ حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری آپ پر خصوصی توجہ فرماتے تھے۔ آپ حضرت خواجہ خضر علیہ السلام کی صحبت میں رہتے اور اپنے وقت کے بڑے پائے کے قطب تھے۔ صاحب کمالات باطنی بھی تھے اور حال اوصاف عالیہ بھی۔

منقول ہے کہ مرید ہونے سے قبل بیس سال کی عمر میں آپ نے حضرت خواجہ معین الدین چشتی کی صحبت میں بڑے بڑے مجاہدے کئے اور دور دراز سفر میں بھی آپ کے ہمراہ رہتے تھے۔

روایت ہے کہ جب آپ بغداد پہنچے تو شیخ شہاب الدین سہروردی کی خدمت میں بھی حاضری دی۔ چونکہ آپ کو اپنے پیرومرشد سے کامل عقیدت تھی اس لئے وہاں سے واپسی پر ہندوستان کا رخ کیا۔ ملتان میں شیخ بہاؤالدین ملتانی سے ملاقات ہوئی۔ ملتان میں حضرت فریدالدین گنج شکر نے آپ سے بیعت کی۔ جب دہلی آئے تو اپنے پیرومرشد کو اجمیر شریف میں اس مضمون کا ایک عریضہ ارسال کیا کہ میں آپ کی خدمت اقدس میں حاضری کا مشتاق ہوں۔ خواجہ خواجگان حضرت معین الدین چشتی اجمیری نے جواب میں تحریر کیا، اگرچہ ظاہری ہمارے درمیان دوری ہے لیکن یہ دوری قلبی اور باطنی نہیں ہے وہاں قرب ہے اس لئے تم وہیں مقیم رہو۔ کچھ دنوں دہلی میں قیام کے بعد اجمیر شریف کا قصد کیا اور وہاں کی راہ لی۔ راستے میں باشندگان دہلی نے فریاد کی اور صدمہ فراق کی تاب نہ لاکر نالہ و شیون کا آغاز کر دیا۔ حضرت خواجہ نے جب یہ رنگ دیکھا تو حضرت خواجہ قطب الدین کو ہدایت فرمائی کہ ہم نے دہلی کو تمہارے سپرد کر دیا ہے، یہیں رہو تمہارے نہ رہنے سے لوگوں میں بے چینی پھیلتی ہے۔ حضرت خواجہ کے ارشاد کے بموجب آپ نے دہلی لوٹ آنے کا ارادہ کیا اور یہیں فروکش ہو گئے۔

آپ کو سماع سے خاص شغف تھا کیونکہ سلسلۂ چشتیہ میں اس کا عام رواج ہے اور اس سلسلہ کے پیرو بالعموم محافل سماع میں ذوق و شوق سے شریک ہوتے ہیں بعض سلاسل میں اس کی اجازت نہیں مثلاً سلسلۂ قادریہ میں سیدالطائفہ حضرت جنید بغدادی بھی سماع کی محفلوں میں شریک نہیں ہوتے تھے۔ بعض اکابر نے شیخ الاسلام کے ارشاد کے بموجب سماع کی اجازت دی ہے۔ یہ اکابر ذوالنون مصری، شیخ شبلی، فرازؒ اور لوزیؒ وراج وغیرہ ہم ہیں۔

سلطان المشائخ سے مروی ہے کہ ایک دفعہ شیخ سجستانی کی خانقاہ میں سماع کی محفل گرم تھی۔ صاحب حال اور ارباب کمال کا مجمع تھا۔ اثنائے سماع میں شیخ احمد جام کا یہ شعر قوال نے پڑھا

کشتگان خنجر تسلیم را

ہر زماں از غیب جانے دیگر است

حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ پر حالت طاری ہوگئی اور نوبت با ینجا رسید کہ آپ بے ہوش ہوگئے وہ مشائخ جو اس محفل میں شریک تھے یعنی قاضی حمید الدین ناگوریؒ اور شیخ بدر الدین غزنویؒ آپ کو دولت خانے پر لے گئے اور قوال اس شعر کی تکرار کرتے رہے۔ حضرت خواجہ پر اسی حالت میں کئی دن اور کئی راتیں گزر گئیں۔ حضرت خواجہ کی حالت سنبھلنے ہی نہیں آئی حتیٰ کہ بروز دوشنبہ ۱۴ ربیع الاول ۶۳۳ھ میں آپ کا وصال ہوگیا۔

حضرت شیخ فرید الدین گنج شکرؒ

آپ کا اسم گرامی مسعود بن عزیز الدین محمود ہے۔ پدری سلسلۂ نسب حضرت فاروق اعظمؓ سے ملتا ہے۔ آپ کی والدہ ماجدہ خجندیؒ کی دختر نیک اختر تھیں۔ پاک نفس اور صاحب کمال خاتون تھیں۔ حضرت شیخ ہمیشہ روزہ سے رہتے تھے۔ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ سے نسبت بیعت حاصل تھی۔ صحت ہو یا علالت ہر حال میں عبادت و ریاضت سے شغف رکھتے تھے۔ گنج شکر کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ آپ نے ایک دفعہ پورے ایک ہفتے سے افطار نہیں کیا تھا آپ پر اتنا ضعف اور اتنی نقاہت غالب تھی کہ چلنا پھرنا دوبھر تھا جوں توں کر کے اپنے شیخ کی خدمت اقدس میں روانہ ہوئے راستے میں پھسلن تھی ضعف اور نقاہت کے باعث آپ کا پیر پھسل گیا اور آپ زمین پر گر گئے۔ زمین پر گرنا تھا کہ آپ کے منہ میں مٹی کا ڈھیلا آ گیا اس نے منہ میں شکر گھول دی وہاں اٹھ کر آپ اپنے پیر و مرشد کی خدمت میں پہنچے۔ انہوں نے فرمایا، مٹی کا جو ڈھیلا تمہارے منہ میں مٹھاس گھول گیا ہے اس کا سبب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں گنج شکر بنا دیا ہے تم ہمیشہ شیریں رہو گے جب آپ اپنے پیر و مرشد کے پاس سے باہر آئے تو جو بھی آپ سے ملتا۔ آپ کو گنج شکر کے لقب سے پکارتا۔ جب آپ خواجہ خواجگان حضرت معین الدین چشتیؒ کی زیارت سے مشرف ہوئے تو انہوں نے فرمایا قطب الدین نے ایک ایسے شاہباز کا شکار کیا ہے جس کی پرواز سدرۃ المنتہیٰ تک ہے۔ جب اس کی شمع ولایت روشن ہوگی تو اندھیرے اُجالوں میں تبدیل ہو جائیں گے۔

آپ اپنے وقت کے غوث اور قطب مدار تھے۔ آپ سے بے شمار کرامات کا ظہور ہوا ہے۔ آپ کے معاصر اولیاء آپ کے مقام تک نہیں پہنچ سکے۔ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ آپ کے حال پر خاص کرم فرماتے تھے۔ چنانچہ روایات میں ہے کہ جب حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ کا آخری وقت آپہنچا تو انہوں نے اپنے لائق و فائق مرید کو ہانسی سے جو حصار میں ہے طلب فرمایا اور یہ ارشاد کیا کہ ہم تو رخصت ہو رہے ہیں، ہماری جانشینی کے فرائض تم ادا کرو گے۔ پیر و مرشد کی وفات کے بعد آپ نے ملتان کے مضافات اور دیپالپور کے متصل قصبہ اجودھن میں مستقل سکونت اختیار کی

یہاں ہزاروں کو آپ نے اپنے چشمۂ فیض سے سیراب کیا۔

حضرت شیخ فریدؒ نے اکثر و بیشتر مشائخ سے کسب فیض کیا۔ حضرت شیخ بہاؤالدین ذکریا ملتانیؒ سے آپ کی ملاقاتیں ثابت ہیں۔

روایات میں آیا ہے کہ جب شیخ فریدؒ نے عبادت و ریاضت میں کمال حاصل کیا تو آپ نے فرمایا جو خدا کرتا ہے وہی ہوتا ہے، ہاتف نے اعلان کیا، جو کچھ فرید کہتا ہے، وہی ہوتا ہے۔

آپ کے اہل و عیال پر فقر و فاقہ سے یہ نوبت پہنچی کہ ایک دن آپ کی اہلیہ نے آپ سے کہا، آپ کا فلاں بیٹا شدّت گرسنگی سے دم توڑ رہا ہے، اس پر آپ نے فرمایا، بندہ مسعود کیا کر سکتا ہے۔ اگر خدا کا فیصلہ یہی ہے اور اس کی موت آجائے تو اس کے پاؤں میں رسی باندھو اور کھینچ کر باہر پھینک دو۔ آپ نے فرمایا جب درویش لباس زیب تن کرتا ہے تو اس کا تصوّر یہ ہوتا ہے کہ میں کفن پہن رہا ہوں۔

آپ کی پیدائش ملتان کے قریب قصبہ کھوتوال میں ہوئی تھی اور آپ نے ۵ محرم ۶۶۴ھ کو رحلت فرمائی۔ ۹۵ سال کی عمر پائی۔ آپ کا مزار عالیہ پاکپتن شریف میں ہے۔ یہ آبادی ملتان اور لاہور کے مابین واقع ہے۔

حضرت شیخ نظام الدین اولیاؒ

آپ کا اسم گرامی محمد بن احمد بن دانیال بدایونی ہے۔ بدایوں سنبھل کے قرب و جوار میں ایک قصبہ کا نام ہے۔ آپ سلطان المشائخ کے لقب سے مشہور ہیں۔ حضرت شیخ فریدالدین گنج شکرؒ کے مرید بامراد تھے۔ خرقۂ خلافت بھی آپ نے انہی کے ہاتھوں سے پہنا ہے۔ صاحب کمال درویش اور عالم باعمل ہوئی تھے۔ تمام علوم پر گہری نظر رکھتے تھے۔ مشائخ کبار میں آپ کا شمار ہوتا ہے۔ خواص و عوام ہی نہیں بلکہ شاہان وقت بھی آپ کا بے حد احترام کرتے تھے۔ ہر شخص کو آپ سے بے پناہ عقیدت تھی۔

آپ کا مستقل قیام دہلی میں تھا جہاں آپ اپنے مریدین کی تعلیم و تربیت کا اہتمام فرماتے تھے۔ آپ سے ان گنت کرامات اور خوارق عادات کا ظہور ہوا ہے۔ ایک دفعہ آپ نے وضو فرمایا اور یہ چاہا کہ داڑھی میں شانہ کریں۔ خانقاہ میں اتفاق سے کوئی خادم نہ تھا، شانہ خود طاق سے سرک کر آپ کے ہاتھ میں آگیا۔

حضرت شیخ کی مجالس میں وعظ و تلقین کے سلسلے بھی تھے اور سماع کا شغل بھی۔ آپ مجلس سماع میں احتراماً سرو قد کھڑے ہو جاتے تھے اگر کوئی دوسرا شخص آپ کی تقلید میں کھڑا ہوتا تو آپ بھی پاس ادب سے کھڑے ہو جاتے تھے۔ سماع کے جملہ آداب کو ملحوظ

خاطر رکھتے تھے۔

روایات میں آیا ہے کہ ایک شخص کی دستاویز کھو گئی وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ نے فرمایا حضرت فرید گنج شکرؒ کی روح پُر فتوح کی خوشنودی کے لئے بہ نیت ایصال ثواب حلوہ کی فاتحہ کراؤ۔ وہ شخص ایک کاغذ میں حلوہ لے کر حاضر خدمت ہوا۔ کاغذ کھولا تو اس کی تہ میں کھوئی ہوئی دستاویز مل گئی۔

آپ نے اپنے وصال سے چالیس دن قبل کھانا پینا موقوف کر دیا تھا اور آپ نے اپنے خدام سے کہا کہ جو کچھ گھر میں ہے خیرات کر دو تاکہ کچھ بھی باقی نہ رہے۔

آپ کی پیدائش قصبہ بدایوں میں ہوئی اور وصال بروز چہار شنبہ ۱۸ ربیع الاول ۷۲۵ھ کو ہوئی۔ آپ نے ۹۴ سال کی عمر پائی۔ آپ کی نماز جنازہ شیخ رکن الدین ابوالفتح بن صدرالدین عارف نے پڑھائی اور یہ فرمایا کہ میں صرف نماز پڑھانے کی غرض سے ملتان سے رخت سفر باندھا تھا۔

آپ کا مزار مبارک دہلی میں اس مقام پر ہے جہاں آپ سکونت پذیر تھے۔ یہ مقام زیارت گاہ خلق ہے۔ یہ ناچیز بھی کئی بار مزار عالیہ پر حاضر ہوا ہے۔ بروز چہار شنبہ کثرت سے زائرین کی آمد و رفت رہتی ہے اور نذر و نیاز بکثرت پیش کی جاتی ہیں۔ سال میں ایک بار عرس کی تقریب بھی ہوتی ہے۔ دور دور سے لوگ اس تقریب میں شرکت کے لئے دہلی آتے ہیں۔ مجالس سماع گرم ہوتی ہیں۔ اکثر مشائخ سلسلہ شریک ہوتے ہیں اور مجالس سماع میں حصہ لیتے ہیں حضرت محبوب الٰہیؒ کے مریدین کی تعداد بہت زیادہ ہے لیکن ان میں حضرت امیر خسروؒ، حضرت نصیرالدین چراغ دہلوی، حضرت شیخ برہان الدین غریبؒ اور شیخ حسن دہلوی (صاحب مناقبؒ)۔

حضرت امیر خسرو دہلوی

آپ کا خاندانی تعلق ہزارہ کے امیرزادوں سے ہے۔ بلخ کے قرب و جوار میں جو ترک خاندان آباد تھا آپ کے آباؤ اجداد اسی کے افراد ہیں۔ آپ کا مقام ولادت مومن آباد ہے جسے آج پٹیالی کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ پٹیالی سنبھل کے مضافات میں سے ہے مختلف علوم و فنون پر آپ کی عمیق نظر تھی، سلطان المشائخ حضرت محبوب الٰہی کے خاص الخاص مرید تھے اور شیخ کے چہیتے اور لاڈلے تھے۔ ایک دن آپ نے اپنے شیخؒ سے عرض کیا کہ حضرت! خسرو تو بادشاہوں کا نام ہوتا ہے اور میں گدائے گوشہ نشین ہوں میرے لئے کوئی دوسرا نام تجویز فرمائیں۔ حضرت شیخ نے فرمایا! اچھا ہم اس سلسلہ میں خدا سے استخارہ کریں گے جو جواب ملے گا اسی کے مطابق عمل ہوگا۔ دوسرے دن جب خسرو حاضر دربار ہوئے تو حضرت محبوب الٰہیؒ نے فرمایا کہ خسرو! جواب یہ ملا ہے کہ قیامت میں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم تمہیں کاسہ لیس کہہ کر خطاب کریں گے۔

سلطان المشائخ آپ پر بڑی شفقت فرماتے تھے اپنے مریدوں میں سے نظر انتخاب انہی پر تھی۔ فرمایا کرتے تھے کہ جب قیامت میں مجھ سے دریافت کیا جائے گا کہ تو کیا لایا ہے تو میں جواب میں یہ عرض کروں گا کہ ایک ترک کے سینہ کی جلن اور اس کے دل کا گداز۔ حضرت امیر خسروؒ کے سوز کا یہ عالم تھا کہ آپ کے سینے پر کپڑے کا جو حصہ رہتا تھا جلتا رہتا تھا۔ آپ چالیس سال صائم الدہر رہے۔ سلطان المشائخ کے ہمراہ سیر و سیاحت بھی کی اور حج بیت اللہ بھی ادا کیا۔ سلطان المشائخ نے آپ کے حق میں یہ شعر فرمایا تھا ؎

این خسرو مانیست ناصر خسرو نیست

زیرا کہ خدا لئے ناصر خسرو ماںیست

بیان کیا جاتا ہے کہ آپ کی تصانیف کی تعداد (نظم و نثر) ۹۹ تک پہنچتی ہے آپ کے اشعار کی تعداد کم و بیش پانچ لاکھ ہے۔ پراکرت ہندی میں جو تصانیف ہیں اس کے علاوہ ہیں۔ سلطان المشائخ کے لعاب دہن کے اعجاز سے آپ کی طبیعت میں جودت اور کلام میں شیرینی اور عذوبت پیدا ہو گئی تھی۔ آپ کو شعر گوئی پر اتنی قدرت تھی کہ آپ نے مخزن اسرار کے جواب میں مطلع انوار صرف دو ہفتے میں لکھ ڈالی تھی۔ آپ کے اشعار میں جو خوبی پائی جاتی ہے اس کی نظیر نہیں ملتی۔ یہ شعر بھی آپ کے انہی اشعار میں شامل ہے ؎

زلفت ز ہر دو جانب خونریز عاشقاں ست

چیزے نمی تواں گفت روئے تو در میاں ست

آپ نے اپنے اشعار میں ایسے اعلیٰ اور نفیس مضامین نظم کیے ہیں کہ اگر انہیں یکجا کیا جائے تو آپ کی تصانیف میں اضافہ ہو سکتا ہے۔ پیرایہ بیان اور فصاحت سخن کے اعتبار سے آپ کا کلام اپنی مثال آپ ہے۔ ایسی جامعیت اور کمال کم دیکھنے میں آتا ہے ــــــــ چونکہ آپ کے شیخ حضرت محبوب الٰہیؒ کو سماع کا بے حد ذوق تھا اس لئے آپ نے نئی نئی طرزیں اور دھنیں ایجاد کیں۔ آپ خود گاتے اور سلطان المشائخ سنتے تھے۔

روایات میں آیا ہے کہ جب شیخ مصلح الدین سعدی شیرازیؒ ہندوستان آئے تو دہلی میں آپ کی ملاقات حضرت امیر خسروؒ سے بھی ہوئی۔ ایک رات اس ملاقات میں صرف ہوئی۔ امیر خسروؒ نے حضرت سعدیؒ کی خدمت میں ایک درہم کی نذر پیش کی اور عرض کیا کہ دنیا کے مال و اسباب میں سے ہمارے پاس یہی کچھ ہے اور جو کچھ ارشاد ہو اس کا بندوبست کیا جائے۔ شیخ سعدیؒ نے فرمایا چراغ کے لئے تیل مول لے لو تاکہ آج کی شب تمہارے ساتھ بسر کی جائے۔

منقول ہے کہ امیر خسرو کو اپنے پیر و مرشد سے اتنا اعتقاد تھا کہ اس کی مثال دیکھنے میں کم آئی ہے۔ بیان کیا جاتا ہے

کہ ایک درویش فقر و افلاس سے تنگ آکر حضرت سلطان المشائخ کی خدمت میں حاضر ہوا اور مدد کے لیئے سوال کیا۔ حضرت نے فرمایا، آج تو ہمارے پاس کچھ نہیں ہے، البتہ کل کچھ بندوبست ہو جائے گا۔ اتفاق سے کل آئی تو پھر کچھ سلسلۂ فتوحات نہ ہوا، اسی صورت میں کئی دن گزر گئے۔ آخر کار حضرت شیخ نے اپنے نعلین اس درویش کو بخش دیئے۔ اس درویش نے بڑی عقیدت سے یہ نعلین لے کر دہلی سے باہر کی راہ لی۔ اثنائے راہ میں اس درویش کی ملاقات حضرت امیر خسروؒ سے ہوئی۔ آپ کہیں آ رہے تھے۔ آپ نے اس درویش سے پوچھا کہ سلطان المشائخ کے بارے میں کچھ خیر خبر ہے تو سناؤ۔ درویش نے خیریت کی اطلاع دی۔ پھر آپ نے اس درویش سے پوچھا، اچھا تو یہ بتائیے شیخ کی کوئی نشانی تمہارے پاس ہے۔ اس درویش نے جواب دیا کہ یہ نعلین ہیں جو حضرت نے مجھے مرحمت فرمائے ہیں۔ آپ نے دریافت کیا، یہ نعلین فروخت کرتے ہو۔ اس درویش نے آمادگی ظاہر کی، آپ نے پانچ لاکھ درہم جو سلطان محمد نے آپ کو قصیدہ کے صلے میں دیئے تھے سب کے سب نعلین کے بدلے میں اس درویش کو دیدیئے۔ یہ نعلین اپنے سر پر رکھے ہوئے سلطان المشائخ کی خدمت میں حاضر ہوئے، سلطان المشائخ نے دیکھتے ہی فرمایا، خسرو! بڑا سستا سودا کیا ہے۔

جب سلطان المشائخ نے رحلت فرمائی تو امیر خسروؒ دہلی میں موجود نہ تھے لوگوں نے حضرت کی وفات کا راز آپ سے پوشیدہ رکھا لیکن جب خسرو دہلی آئے اور یہ روح فرسا خبر آپ نے سنی تو سر کے بال منڈوا دیئے، اپنا منہ کالا کیا اور پیر و مرشد کے مزار کے سامنے آ کھڑے ہوئے، عرض کیا! سبحان اللہ! آفتاب زیر زمیں ہے اور خسرو بالائے زمین یہ کہا اور اپنا سر مزار سے ٹپکا، ہوش و حواس جاتے رہے چھ ماہ تک اس غم و اندوہ کے عالم میں رہے۔

بروز چہار شنبہ ۱۸ شوال ۷۲۵ھ کو آپ نے رحلت فرمائی، آپ کا مزار مبارک آپ کے پیر و مرشد کے مزار کے زیر قدم واقع ہے۔

حضرت شیخ نصیر الدین چراغ دہلویؒ

آپ کا اسم شریف محمود تھا۔ اودھ سے آپ کی وطنی نسبت ہے۔ سلطان المشائخ حضرت نظام الدین اولیاؒ کے مرید باصفا اور خلیفہ مجاز تھے۔ ۲۵ سال تک ترک و تجرید کے عالم میں رہے۔ آپ نے ریاضات شاقہ برداشت کی ہیں۔ جب آپ کی عمر چالیس سال کی تھی آپ سلطان المشائخ کی صحبت سے فیضیاب ہوئے۔ حضرت شیخ کو آپ سے خاص ربط خاطر تھا۔ جتنی کرامات کا ظہور آپ سے ہوا ہے حضرت محبوب الٰہیؒ کے کسی اور مرید سے نہیں ہوا۔ کمال کی بات یہ ہے کہ آپ وجد و سماع کے قائل نہ تھے۔ کبھی مجالس سماع میں شریک نہیں ہوتے تھے اور نہ قوالی سنتے تھے۔

حالانکہ جس سلسلہ سے آپ منسوب تھے اس میں سماع کا رواج تھا لیکن اس کے باوجود آپ کا یہ عقیدہ تھا کہ یہ سنت نبویہ کے خلاف ہے۔ سلطان المشائخ پر آپ کا یہ اعتقاد اور سماع سے اجتناب گراں نہیں گزرتا تھا۔ بلکہ آپ فرماتے تھے کہ نصیر الدین اپنے خیال میں حق بجانب ہے۔

روایات میں آیا ہے کہ آپ محویت و استغراق کے عالم میں تھے ایک قلندر نے چھری سے آپ پر گیارہ بھرپور وار کیے جب خون نالی سے بہہ کر باہر آیا تو مریدین نے دیکھا اور قلندر کو اپنی گرفت میں لے کر چاہا کہ قرار واقعی سزا دیں مگر آپ نے انہیں روک دیا اور فرمایا اس سے تعرض نہ کیا جائے۔ آپ نے اسے کچھ روپے انعام میں دیے اس خیال سے کہ چھری سے وار کرتے وقت اسے تکلیف ہوئی ہوگی۔

اس واقعہ سے تین سال کے بعد ۱۸ رمضان المبارک کو چاشت کے وقت ۷۵۷ھ کو آپ نے رحلت فرمائی۔ آپ کا مزار عالیہ نئی دہلی کے باہر ہے۔ یہ عاجز بھی آپ کے مزار پر کئی بار حاضر ہوا ہے۔ آپ کے خلفائے خاص میں حضرت سید محمد گیسو درازؒ ممتاز حیثیت کے حامل ہیں۔

حضرت خواجہ برہان الدین غریبؒ

سلطان المشائخ حضرت نظام الدین اولیا محبوب الٰہی کے مریدین میں شامل ہیں۔ حضرت محبوب الٰہی نے آپ کو برہان پور اور دولت آباد کی جانب تبلیغ اسلام کے لئے روانہ فرمایا اور یہ ہدایت دی کہ ان اطراف کے باشندوں کو راہِ ہدایت دکھائیں۔ شیخ حسن دہلوی کو بھی چند مریدوں سمیت آپ کے ہمراہ بھیجا گیا تھا۔ آپ کی تبلیغ سے سیکڑوں اشخاص مشرف بہ اسلام ہوئے تھے اور انہوں نے آپ کے دست اقدس پر بیعت بھی کی تھی۔

آپ کو اپنے شیخ سے کمال درجے کی عقیدت و ارادت تھی۔ آپ نے عمر بھر موضع غیاث پور کی جانب جو سلطان المشائخؒ کا وطن مالوف ہے کبھی پیٹھ نہیں کی۔

تاریخ ولادت اور سنہ وفات کا پتہ نہیں چل سکا۔ آپ کا مزار دولت آباد دکن میں ہے۔ اس ناچیز نے آپ کے مزار پر حاضری دی ہے۔

حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہیؒ

آپ حضرت امام اعظمؒ کی نسل سے ہیں۔ شیخ محمد بن شیخ عارف بن شیخ احمد عبدالحقؒ کے مریدین میں آپ کا مقام بہت

بلند ہے۔ ظاہری و باطنی علوم پر گہری نظر رکھتے تھے۔ وجد و سماع کی محفلوں میں شریک ہوتے تھے۔ حضرت شیخ احمد عبد الحق رحؒ
سے روحانی رابطہ رکھتے تھے۔ آپ کی اولاد بکثرت ہوئی اور ان کے حصہ میں علم بھی آیا اور عمل بھی خصوصیت کے ساتھ شیخ
دینؒ فقر و سلوک کی راہ میں اپنے والد ماجد کے نقش قدم پر چلتے رہیں۔

آپ سے بے شمار کرامات ظہور میں آئیں۔ ۹۴۵ھ میں آپ نے رحلت فرمائی۔ دہلی کے مضافات میں گنگوہ نام کا ایک
قصبہ ہے۔ اس قصبہ میں آپ کا مزار عالیہ ہے۔

حضرت شیخ جلال تھانیسریؒ

پدری اور مادری سلسلے سے آپ کا نسب حضرت فاروق اعظمؓ سے ملتا ہے۔ آپ کا وطن مالوف بلخ ہے۔ آپ نے
سات سال کی عمر میں قرآن شریف حفظ کر لیا تھا۔ سترہ سال کی عمر میں آپ نے علوم دینی کی تعلیم سے فراغت حاصل کی۔ درس و تدریس
اور افتاء کے منصب پر فائز ہوئے۔ آپ حضرت شیخ عبد القدوس گنگوہیؒ کے مریدین میں شامل ہیں۔ سلسلۂ طریقت یہ ہے:
شیخ جلال تھانیسریؒ مرید حضرت شیخ عبد القدوس گنگوہیؒ مرید حضرت شیخ محمد عارفؒ مرید حضرت احمد عبد الحقؒ مرید حضرت شیخ جلال
پانی پتی مرید حضرت شیخ شمس الدین ترک پانی پتیؒ مرید حضرت مخدوم علی صابر پیران کلیریؒ مرید حضرت شیخ فرید الدین گنج شکرؒ۔

روایات میں آیا ہے کہ اوائل عہد شباب میں آپ نے ایک خوش الحان شخص کو ایک غزل گاتے ہوئے سنا تو آپ بے
ہوش ہو گئے۔ اس عالم میں چھت سے نیچے گر گئے۔ مرغ بسمل کی طرح لوٹ پوٹ ہونے لگے۔ کافی دیر کے بعد آپ ہوش میں
آئے۔ آپ سے بے شمار کرامات کا ظہور ہوا ہے۔ آپ محویت و استغراق کے عالم میں رہتے تھے اور یہ کیفیت آپ پر اتنی
غالب تھی کہ نماز کا وقت آتا تو مریدین اللہ اکبر اللہ اکبر کہہ کر آپ کو ہوش میں لاتے تھے۔ وجد و سماع کا ذوق رکھتے تھے۔ آپ کا
مستقل قیام قصبہ تھانیسر میں رہتا تھا۔ سلسلۂ چشتیہ کے مشائخ متاخرین میں آپ کا ہم پایہ درویش کوئی نہیں ہوا۔

منقول ہے کہ شیخ جلال کے مریدین میں سے ایک مرید نے آپ کی بے حد خدمت کی لیکن اس عرصہ میں اس
نے کوئی کرامت نہیں دیکھی۔ ایک دن شیخ سے گفتگو کے دوران اس کے دل میں یہ خیال آیا کہ عہد ماضی میں شیخ نجم الدین کبریٰ ایسے
باکمال شیخ تھے کہ جس پر ایک نظر ڈالتے تھے اسے مقام ولایت پر فائز کر دیتے تھے۔ آج اس مرتبے کا کوئی درویش نظر نہیں آتا۔
شیخ کو اس مرید کے خطرہ پر آگاہی ہوئی۔ آپ نے فرمایا آج بھی ایسے لوگ ہیں جو ایک نظر میں فقر و سلوک کے مقامات طے کرا
سکتے ہیں۔ یہ سنتے ہی وہ مرید بے ہوش ہو گیا اور جب ہوش میں آیا تو ولایت کے اعلیٰ مقام تک پہنچا ہوا تھا۔ تھوڑی دیر زندہ
رہ کر جاں بحق تسلیم ہو گیا۔ شیخ نے فرمایا کہ ہر شخص یہ بار ولایت برداشت نہیں کر سکتا۔

شیخ جلال تھانیسریؒ کا وصال بروز جمعہ ۲۵ ذی الحجہ ۹۸۹ھ کو ہوا۔ آپ نے ۹۰ سال کی عمر پائی۔ آپ کا مزار مبارک تھانیسر میں واقع ہے۔

سلسلۂ چشتیہ کے مشائخ کا ذکر اختتام پذیر ہوا۔

سلسلۂ کبرویہ ——— حضرت شیخ نجم الدین کبریٰ سے منسوب

حضرت شیخ ابوبکر بن عبداللہ نساجؒ

آپ کا آبائی وطن طوس ہے۔ حضرت شیخ ابوالقاسم گرگانیؒ سے نسبت بیعت ہے۔ حضرت شیخ ابوالقاسم گرگانی کی نسبت اور ان کے تعلق کی بابت خواجگان بزرگوار کے ضمن میں آچکا ہے۔ سلسلہ کبرویہ خواجگان بزرگوار کے سلسلے سے حضرت شیخ ابوالقاسم گرگانیؒ پر جاکر ملتا ہے۔ حضرت شیخ ابوبکر نساجؒ حضرت شیخ ابوبکر دینوری کے صحبت یافتہ تھے۔

کسی نے حضرت شیخ ابوبکر نساجؒ سے دریافت کیا کہ مطلوب کا دیدار کس طرح کیا جاسکتا ہے۔ آپ نے فرمایا، صدق کی آنکھ سے طلب کے آئینے میں مطلوب کا دیدار کیا جاسکتا ہے۔

حضرت شیخ احمد غزالیؒ

آپ بھی طوسی الاصل ہیں حضرت شیخ ابوبکر نساجؒ کے مریدوں میں آپ کا شمار ہوتا ہے۔ حجۃ الاسلام امام محمد غزالیؒ کے برادر حقیقی تھے۔ عالم باعمل شیخ تھے۔ ظاہری و باطنی علوم پر گہری نظر رکھتے تھے۔

آپ کا وصال ۵۲۰ھ میں ہوا۔ مزار عالیہ قزوین میں ہے۔

حضرت شیخ ابوالنجیبؒ

اسم گرامی عبدالقاہر اور لقب ضیاءالدین تھا آپ کا سلسلۂ نسب بارہ واسطوں سے حضرت ابوبکر صدیقؓ سے جا ملتا ہے آپ کا سلسلۂ طریقت ایک طرف تو حضرت شیخ احمد غزالیؒ سے ملتا ہے اور دوسری طرف اپنے عم محترم حضرت شیخ وجیہ الدین سے ان کا ذکر سلسلہ سہروردیہ میں کیا جائے گا۔ آپ نظر تمام علوم پر تھی۔ آپ کی تصانیف بکثرت ہیں۔ آپ کو حضرت شیخ

عبدالقادر جیلانیؒ کی صحبت سے فیضیاب ہونے کا موقع ملا ہے۔

روایات میں آیا ہے کہ ایک دن آپ بغداد میں ایک قصاب کی دوکان پر گئے وہاں ایک بکری لٹکی ہوئی تھی۔ آپ نے فرمایا کہ یہ بکری کہتی ہے کہ میں مری ہوئی ہوں مجھے ذبح کیا گیا ہے یہ سنتے ہی قصاب بے ہوش ہو کر گر پڑا۔ ہوش آیا تو شیخ کے قول کی صداقت کا اعتراف کیا اور توبہ کی۔ درویش کے دل میں جو خطرہ گزرے اس کا اظہار کرامت ہوتی ہے۔ اور ظاہر کرامت میں دو حکمتیں ہوتی ہیں مثلاً اس واقعہ میں ایک تو یہ حکمت تھی کہ مسلمان حرام کا گوشت کھانے سے باز رہیں دوسرے یہ کہ قصاب کی توبہ کا وقت قریب آچکا تھا۔

آپ کا وصال شنبہ کی شب میں ۱۲ ماہ جمادی الثانی ۵۶۳ھ کو ہوئی۔ مزار بغداد شریف میں ہے۔

حضرت شیخ عمار یاسرؒ

آپ شیخ ابو النجیب سہروردیؒ کے مرید با صفا ہیں۔ مریدوں کی تعلیم و تربیت اور کشف حال میں انتہا کو پہنچے ہوئے تھے۔ اپنے زمانے کے شیخ اور صاحب کرامات بزرگ تھے۔

حضرت شیخ نجم الدین کبریٰ

ابوالجناب کنیت ہے یہ کنیت آپ کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے خواب میں مرحمت فرمائی تھی۔ آپ کا اسم شریف احمد بن عمر الخیوقی ہے اور نجم الدین کبریٰ کے لقب سے یاد کیے جاتے ہیں۔ کبریٰ کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ ابتدائے جوانی میں جب آپ حصول علم میں مشغول و مصروف تھے تو جس کسی سے بھی آپ کی کسی مسئلہ پر بحث ہوتی آپ اس پر غالب آجاتے تھے۔ اس لیے لوگ آپ کو طامۃ الکبریٰ کہنے لگے۔ استعمال کی کثرت سے لفظ طامہ تو عنقا ہو گیا صرف کبریٰ باقی رہ گیا۔ آپ کو شیخ ولی تراش بھی کہتے ہیں۔ اس نسبت سے عالم وجد میں جس پر آپ کی نظر پڑ جاتی وہ ولایت کے منصب پر فائز ہو جاتا۔ چنانچہ ایک دن ایک سوداگر آپ کی خانقاہ میں آ گیا۔ اس وقت شیخ کی حالت کچھ غیر سی تھی اس پر آپ کی نظر پڑی اسی وقت اس کی نگاہیں روشن ہو گئیں اور ولایت کے انتہائی بلند مقام تک اس کی رسائی ہو گئی۔ آپ نے پوچھا کہاں کے رہنے والے ہو۔ اس نے جواب دیا فلاں ملک سے تعلق ہے آپ نے اسے اس ملک میں ہدایت و تبلیغ کے لئے اجازت نامہ لکھ دیا۔

ایک دن کی بات ہے کہ ایک باز نے بلندی پر ایک چڑیا کو اپنے قبضہ میں لیا تھا۔ اتفاق سے آپ کی نظر اس چڑیا پر پڑی۔ اس کے اثر سے وہ چڑیا باز پر غالب آگئی اور باز کو اپنی گرفت میں لیے ہوئے آپ کے سامنے زمین پر اتار لائی۔

ایک دن آپ خانقاہ کے دروازہ پر کھڑے ہوئے تھے۔ ایک کتا آیا آپ کی نظر اس پر پڑی۔ اس کی حالت کچھ سے کچھ ہوگئی۔ دیوانہ ہوکر اس نے سیدھا شہر کے قبرستان کی راہ لی۔ اپنا سر زمین پر مارتا تھا اور جہاں سے اس کا گزر ہوتا تھا محلے کے کتے اس کے گرد جمع ہو جاتے تھے اور دست بستہ اس کے حضور میں کھڑے رہتے۔ کچھ دنوں بعد یہ کتا مر گیا۔ آپ کے حسب الارشاد اس کی رسم تدفین ادا کی گئی اس کی قبر پر ایک عمارت بھی تعمیر کی گئی۔ مولانا جلال الدین رومیؒ کے اس شعر میں اس جانب اشارہ کیا گیا ہے ؎

یک نظر فرما کہ مستغنی شوم ز ابنائے جنس
سگ کہ شد منظور نجم الدین سگاں را سرور است

فقر و سلوک میں آپکا مقام بہت بلند تھا۔ آپ کی کرامات شہرۂ آفاق ہیں۔ آپ کو فیضان ولایت دو نسبتوں سے حاصل ہے ایک تو شیخ عمار یاسرؒ سے بطریق منقول اور جو شیخ ابوالقاسم گرگانیؒ تک پہنچتی ہے اور دوسری شیخ اسمٰعیل حضرمیؒ سے علی الترتیب محمد مانکیلؒ، محمد بن داؤدؒ، ابوالعباسؒ، ادریسؒ، ابوالقاسم بن رمضانؒ، ابو یعقوب طبریؒ، ابوعبداللہ بن عثمانؒ، ابو یعقوب نہر جوریؒ، ابو یعقوب سوسیؒ، عبدالواحد بن زیدؒ، کمیل بن زیادؒ، امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم تک۔

آپ نے ۱۰ جمادی الاول ۶۱۸ھ کو رحلت فرمائی جب ہلاکو نے خوارزم پر یلغار کی تو اس وقت آپ کی عمر ساٹھ سے متجاوز تھی۔ شیخ نے اپنے مریدین و اصحاب شیخ سعدالدین حمویؒ اور شیخ رضی الدین علی لالا وغیرہم کو طلب فرما کر یہ ہدایت فرمائی کہ تم اپنے اپنے وطن کی راہ لو۔ مشرق سے آتش سوزاں کے شعلے بھڑکتے ہوئے آرہے ہیں جو مغرب تک صفایا کر دیں گے۔ مجھے یہیں رہنا ہے۔ یہ ایک قضائے جرم ہے اس کا کوئی توڑ اور کوئی علاج نہیں ہے۔ جب ہلاکو کی فوج حملہ آور ہوئی تو آپ نے نیزہ اپنے ہاتھ میں لیا اور کفار سے جنگ شروع کی یہاں تک کہ آپ نے جام شہادت نوش کیا۔ روایت آیا ہے کہ شہادت کے وقت ایک کافر کے گیسو آپ کے ہاتھوں میں تھے۔ اور کسی کی یہ مجال نہ تھی کہ آپ کے ہاتھوں سے انہیں چھڑا سکے۔ آخرکار یہ گیسو تراشے گئے۔

آپ کی نظر بہار اثر کا یہ عالم تھا کہ جس پر بھی پڑی اسے کمال ولایت تک پہنچا دیا۔ آپ کے مریدین بڑے بڑے مراتب و مدارج پر فائز ہوئے۔ ان میں سے اکثر نے اچھی خاصی شہرت پائی۔ مثلاً شیخ مجدالدین بغدادیؒ، شیخ سعدین حمویؒ، بابا کمال خجندیؒ، شیخ رضی الدین علی لالا، شیخ سیف الدین باخرزیؒ، شیخ نجم الدین رازیؒ، شیخ جمال الدین کیلیؒ وغیرہم۔ بعض نے حضرت مولانا جلال الدین رومیؒ کے والد ماجد حضرت شیخ بہاؤالدین ولد کو بھی آپ کے مریدین میں شامل کیا ہے۔

حضرت شیخ مجد الدین بغدادیؒ

کنیت ابوسعید اور اسم گرامی شرف بن المؤید بن ابو الفتحؒ ہے۔ آپ کا اصل وطن بغداد شریف ہے۔ حضرت شیخ نجم الدین کبریؒ کے کامل ترین مریدوں میں آپ کا شمار ہوتا ہے۔ حضرت شیخ نجم الدین کبریؒ آپ کے حال پر نظر شفقت فرماتے تھے اور یہی ربطِ خاطر تھا جس کی بدولت آپ نے بلند و بالا مقامات طے کئے۔ اواخر عمر میں آپ سے شیخ کی شان میں گستاخی ہوگئی جس کی سزا یہ ملی کہ ان کی زبان سے یہ الفاظ نکل گئے، تیرا سر جائے، تو دریا میں غرق ہو اور اسی عالم میں تیری موت آئے۔ چنانچہ خوارزم شاہ نے کسی جرم کے بغیر شیخ مجد الدین کو سمندر کی لہروں کی سپرد کر دیا۔ اس غرقابی کے عالم میں آپ اس دنیا سے سدھارے۔

آپ کی وفات ۶۰۶ھ یا ۶۱۶ھ میں ہوئی۔ آپ کا مزار اسفرائن میں ہے۔

حضرت شیخ سعد الدین حمویؒ

آپ کا اصل نام محمد بن موید بن ابی بکر بن ابی حسن ہے۔ حضرت شیخ نجم الدین کبریؒ کے کامل ترین مریدوں میں آپ کا شمار ہوتا ہے۔ اپنے دور کے عارف کامل اور فاضل تھے۔ آپ نے تصانیف بھی یادگار چھوڑی ہیں اور ان کی تعداد بہت زیادہ بتائی جاتی ہے۔

آپ کا وصال عید الاضحیٰ کے دن ۶۵۰ھ کو ہوئی۔ آپ نے ۶۳ سال کی عمر پائی۔ آپ کا مزار بحر آباد خراسان میں ہے۔

حضرت شیخ سیف الدین باخرزیؒ

حضرت شیخ نجم الدین کبریؒ کے چیدہ و برگزیدہ مریدوں میں ہیں۔ آپ کو چلّے میں بٹھایا گیا جب دوسرا چلّہ شروع ہوا تو ایک دن ان کے شیخ نے دروازہ پر دستک دی اور فرمایا کہ باہر آجاؤ ؎

منم عاشق مرا غم سازوار است

تو معشوقی ترا باغم چہ کار است

آپ نے ۶۵۸ھ میں وفات پائی، ۷۳ سال کی عمر پائی آپ کا مزار بخارا میں ہے۔

حضرت شیخ نجم الدین رازیؒ

آپ دایہ کے نام سے مشہور ہیں۔ حضرت شیخ نجم الدین کبریٰؒ کے خاص الخاص مریدین میں آپ کا شمار ہوتا ہے۔ حضرت شیخ صدر الدین قونویؒ اور حضرت مولانا جلال الدین رومیؒ سے شرفِ ملاقات حاصل تھا۔ تفسیر بحر الحقائق جس میں رموز و نکات ہیں اور اشارات و کنایات سے کام لیا گیا ہے آپ ہی کے قلم سے ہے۔ آپ کے کمالِ علم اور علمی فضیلت کا بیّن ثبوت یہی تفسیر ہے۔

آپ نے ۶۵۴ھ میں وفات پائی۔ آپ کا مزار بغداد شریف میں ہے۔

حضرت شیخ رضی الدین علی لالاؒ

رضی الدین لقب اور اسمِ گرامی علی بن سعید بن عبد الجلیل لالا تھا۔ آپ غزنی الاصل ہیں۔ آپ کے والد ماجد مشہور عارف باللہ حکیم سنائی غزنویؒ سے تعلق رکھتے ہیں۔ آپ حضرت شیخ نجم الدین کبریٰؒ کے مریدوں میں شامل ہیں۔ شیخ احمد یسویؒ اور خواجہ ابو یوسف ہمدانیؒ اور ان کے علاوہ دیگر مشائخ سے فیضیاب ہوئے ہیں۔ آپ نے ۱۲۴ مشائخ سے خرقۂ ولایت حاصل کیا۔ ظاہری و باطنی علوم پر آپ کی گہری نظر تھی۔ اپنے وقت کے شیخِ کامل ہوئے ہیں۔ آپ نے ہندوستان کا سفر بھی کیا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ آپ نے ابو الرضا حضرت رتن ہندیؒ سے بھی کسبِ فیض کیا جن کا مزار نواحِ حصار میں بمقام تلبدہ (بٹھنڈہ) میں واقع ہے۔

آپ نے ۱۳ ربیع الاول ۶۴۲ھ کو وفات پائی۔ آپ کا مزار سلطان محمود غزنویؒ کے روضہ کے قریب غزنی میں واقع ہے۔ اس عاجز نے بھی آپ کے مزار کی زیارت کی ہے۔ نمازِ عصر بھی اسی مقام پر ادا کرنے کا اتفاق ہوا۔ میں نے بہت سے مشائخ غزنی مثلاً بابا پرزہؒ، خواجہ شمس العارفینؒ، شیخ اجلی سرخ پوشؒ، حکیم سنائیؒ، امام محمد حدادؒ، ابی محمد اعرابیؒ، خواجہ محمد باغبانؒ (متوفی ربیع الاول ۵۲۸ھ)، خواجہ علی ساتیؒ، خواجہ احمد مکیؒ، شیخ بہلولؒ، خواجہ ابی بکر بلقاریؒ (حضرت صدیق اکبرؓ کی اولاد سے ہیں)، شیخ علی ہجویریؒ (داتا گنج بخش) کے والد ماجد، شیخ عثمانؒ، حاجی بلخیؒ، شمس الاولیاؒ، خواجہ تیالؒ اور تاج الاولیا شاہ میر فائیز باقی رحمہم اللہ اجمعین کے مزاراتِ مقدسہ کی زیارت بھی کی ہے۔

حضرت شیخ جمال الدین احمد جوقانیؒ

آپ شیخ رضی الدین علی لالاؒ کے مریدین میں سے ہیں۔ آپ کا شمار مشائخ کبار میں ہوتا ہے۔ فقر و سلوک میں آپ کا مقام بلند ترین تھا۔ حضرت شیخ رضی الدینؒ کا ارشاد ہے کہ جو شخص چاہے جمال الدین احمد کی صحبت میں صبر و تحمل کے ساتھ کچھ وقت بسر کرے تو اسے وہی فیض

ہو سکتا ہے جو دوسروں نے جنیدؒ و شبلیؒ سے حاصل کیا تھا۔

آپ نے اواخر ربیع الآخر ۶۶۲ھ میں وفات پائی۔

حضرت شیخ نورالدین عبدالرحمن اسفرائنی کسرقیؒ

آپ کسرق کے باشندے تھے۔ کسرق اسفرائن کے قرب و جوار میں ایک موضع کا نام ہے آپ نے شیخ جمال الدین احمدؒ سے کسب فیض کیا اور آپ کی نسبت ارادت بھی انہی سے ہے۔ اپنے دور کے مشائخ کبار میں شمار کیے جاتے تھے۔

آپ کی ولادت شوال ۶۳۷ھ یا ۶۳۹ھ میں ہوئی اور وفات یکشنبہ کی شب ۴ جمادی الاولیٰ ۷۱۷ھ کو ہوئی آپ کا مزار بغداد شریف میں ہے۔

حضرت شیخ رکن الدین علاؤالدولہ سمنانیؒ

کنیت ابوالمکارم ہے اور اسم گرامی احمد بن محمد بیابانگی۔ آپ سمنانی سلوک میں سے تھے۔ پندرہ سال کی عمر میں آپ سلطان وقت کی معیت میں تھے۔ ۶۸۷ھ میں بمقام بغداد آپ نے شیخ نورالدین عبدالرحمن کسرقی کے دست حق پرست پر بیعت کی۔ مجاہدات و ریاضات کی بہت سی منزلیں آپ نے طے کی ہیں۔ بڑے صاحب مقام درویش تھے۔

روایات میں آیا ہے کہ آپ نے اپنی عمر میں ۱۳۰ چلے کیے تھے۔ آپ ۶۵۹ھ میں متولد ہوئے اور جمعہ کی شب ۲۲ رجب المرجب ۷۳۶ھ کو رحلت فرمائی۔ آپ نے ۷۷ سال کی عمر پائی ہے۔ عماد الدین عبدالوہاب کے مقبرہ میں آپ کا مزار واقع ہے۔ ان ایام میں ایک رسالہ نظر سے گزرا جس کی بابت کہا جاتا ہے کہ وہ شیخ علاؤالدولہ سمنانی کی تصنیف ہے اس میں آپ نے اپنے عقائد کا بیان کیا ہے۔ اس رسالہ میں بعض مسائل اہل سنت والجماعت کے مسلک کے خلاف بھی ہیں اور انہیں آپ کے اپنے اجتہاد کا حاصل کہنا چاہیئے۔ اگر وہ رسالہ فی الحقیقت آپ ہی کی تصنیف ہے پس میں ایسے آدمی سے جو اس کے احکام کی خلاف ورزی کرے خدا سے استعاذہ کرتا ہوں وہ آدمی بھی کیا جو ائمہ اربعہؒ کے مسلک کے خلاف ہو۔

حضرت شیخ نجم الدین محمد الادکانیؒ

آپ حضرت شیخ علاؤالدولہ سمنانیؒ کے مریدین میں سے ہیں۔ بڑے صاحب کشف و شہود بزرگ تھے۔ آپ نے ۷۷۸ھ میں وفات پائی۔ ۸۰ سال کی عمر پائی آپ کا مزار اسفرائن کے صوبہ حصار میں ہے۔

حضرت شیخ محمود خرد کانیؒ

شرف الدین آپ کا لقب ہے اور آپ کے والد ماجد کا اسم گرامی عبداللہ تھا۔ آپ بھی شیخ علاؤ الدولہ سمنانی رحمۃ اللہ علیہ کے مریدین میں سے تھے۔

حضرت امیر کبیر سید علی ہمدانیؒ

شہاب الدین محمدؒ آپ کے والد ماجد کا اسم گرامی ہے۔ آپ کو شیخ شرف الدین محمود خرد کانیؒ سے نسبت بیعت ہے۔ فقر و سلوک کی منازل آپ نے شیخ تقی الدین علی دوستیؒ کی صحبت میں طے کی ہیں یہ خود بھی حضرت علاؤ الدولہ سمنانیؒ کے مریدین میں سے تھے اپنے شیخ کے حسب الارشاد آپ نے تین بار ایک ربع دنیا کی سیر و سیاحت کی۔ ایک ہزار چار سو اولیاء اور مشائخ کبار سے ملاقاتیں کیں۔ آپ کو ایسی ایسی مجالس میں شرکت کا اتفاق ہوا جہاں چار سو اولیاء کرام جمع ہوتے تھے شروع شروع میں آپ نے کشمیر میں بھی قیام کیا۔ وہاں آپ کی خانقاہ آج بھی موجود ہے۔

آپ کی وفات ۶ ذی الحجہ ۷۸۶ھ میں ہوئی۔ آپ کا مزار مقام ختلان میں واقع ہے۔

حضرت شیخ بہاؤ الدین ولدؒ

آپ کو حضرت شیخ نجم الدین کبریٰؒ سے نسبت بیعت تھی۔ آپ کا اسم سامی اور نام نامی محمد بن حسین احمد الخطیؒ البکریؒ ہے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ کی اولاد میں سے ہیں آپ کی والدہ ماجدہ علاؤ الدین محمد بن خوارزم شاہ کی دختر نیک اختر ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے غیبی اشارہ سے علاؤ الدین محمد نے اپنی صاحبزادی کا عقد حسین بن احمد سے کیا تھا اس جوڑے سے شیخ بہاؤ الدین ولدؒ متولد ہوئے۔ آپ نہایت بزرگ اور خدا رسیدہ شیخ تھے بہت سی کرامات بھی آپ سے ظہور میں آئی ہیں آپ نے شیخ شہاب الدین سہروردی سے ملاقات کی تھی۔

آپ کی رحلت ۶۲۵ھ میں ہوئی۔ مزار شریف قونیہ میں ہے۔

حضرت مولانا جلال الدین رومیؒ

آپ مولوی معنوی مشہور ہیں۔ آپ کا اسم شریف محمد بن بہاؤ الدین محمد ہے۔ بلخ آپ کا آبائی وطن ہے۔ روم میں تعلیم و تربیت

پائی۔ آپ کو اپنے والد محترم سے نسبت بیعت تھی۔ صاحب کشف وشہود اور حامل اوصاف جلیلہ تھے۔ آپ کے حلقۂ درس میں روزانہ چار سو طلبا حصول علم کے لئے حاضر رہتے تھے۔ شاعری میں آپ کا مقام بہت بلند ہے۔ آپ کے کلام میں حکمت ومعرفت کے جواہر کوٹ کوٹ کے بھرے ہوئے ہیں۔

بیان کیا جاتا ہے کہ چھ سال کی عمر میں تین چار دن کے بعد افطار کرتے تھے اسی زمانہ کا واقعہ ہے کہ آپ چند لڑکوں کے ہمراہ چھت پر تھے کہ ایک لڑکے نے کہا، آؤ اس چھت سے کود کر دوسری چھت پر چڑھیں۔ مولانا نے فرمایا اس قسم کی اچھل کود تو کتے بلیاں کرتی ہیں۔ اگر انسان بھی ان بیہودہ اور لغو حرکات کا مرتکب ہو تو اس کو شرم آنی چاہیئے۔ ہاں اگر تم میں سکت ہے تو آسمان کی جانب پرواز کرو یہ فرمایا اور آپ سب لڑکوں کی نظر سے اوجھل ہو گئے۔ لڑکوں نے شور مچانا شروع کر دیا اور لگے فریاد کرنے۔ اتنے میں مولانا لوٹ آئے۔ آپ کی آنکھوں اور چہرے کا رنگ بدلا ہوا تھا۔ فرمایا کہ جب میں تم سے مصروف گفتگو تھا تو میں نے دیکھا کہ سبز پوشوں کی ایک جماعت جو میرے قریب آئی اور اس نے مجھے اٹھا لیا۔ آسمان کی سیر کرائی۔ ملکوتی عجائبات کا مشاہدہ بھی کرایا۔ جب میں نے تمہاری فریاد سنی تو واپس آ گیا۔ مولانا نے فرمایا کہ جو جانور زمین سے اوپر اڑتا ہے اگرچہ اس کی رسائی آسمان تک نہیں ہو سکتی تاہم وہ جال سے ضرور بچ جاتا ہے اور اس طرح اسے ہلاکت سے نجات مل جاتی ہے۔ اسی طرح اگر کوئی درویش ہو جاتا ہے تو وہ خواہ اعلیٰ مدارج طے نہ کر سکے پھر بھی وہ عام مخلوق سے ضرور بے نیاز اور ممتاز ہو جاتا ہے۔ دنیا کے مخمصوں سے اسے نجات مل جاتی ہے۔

آپ کی ولادت ۶ ربیع الاول ۶۰۴ھ میں ہوئی اور وصال غروب آفتاب کے وقت ۵ جمادی الآخر کو ۶۷۲ھ میں آپ کا مزار قونیہ میں ہے۔

حضرت شیخ حسام الدین چلپیؒ

آپ کا اسم گرامی حسن محمد بن حسن بن اخی ترکست ہے۔ حضرت مولانا جلال الدین رومیؒ آپ کو دل وجان سے چاہتے تھے مولانا کے سربرآوردہ خلفا میں آپ کا شمار ہوتا ہے۔ جب مولانا کا وصال ہوا تو ساتویں دن آپ اپنے تمام احباب، واصحاب کو ہمراہ لے کر حضرت سلطان ولد کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ میں چاہتا ہوں کہ آپ والد مرحوم کی جانشینی کے فرائض سرانجام دیں اور مریدین ومخلصین کی قیادت وسیادت فرمائیں میں آپ کی غلامی میں نعلین بکف اور غاشیہ بدوش رہوں گا پھر آپ نے یہ شعر پڑھا ؎

بہ خانۂ دلی اے جہاں کیست ایستادہ ۔۔۔ بر تخت شہ کہ باشد جز شاہ شہزادہ

حضرت سلطان ولدؒ پر رقت طاری ہوگئی پھر فرمانے لگے الصوفی اولیٰ بخرقتہ والملوم خریٰ بخرقتہ ۔ آپ جس طرح ہمارے والد محترم کے زمانے میں خلیفہ اور ہمارے بزرگ تھے ۔ آج بھی اسی طرح ہمارے خلیفہ اور قابل احترام شخصیت کے حامل ہیں۔

آپ نے ۶۸۳ھ میں وفات پائی۔

حضرت سلطان ولدؒ

آپ حضرت مولانا جلال الدین رومیؒ کے فرزند ارجمند ہوتے ہیں۔ مولانا کے دست حق پرست پر آپ نے بیعت کی تھی۔ صاحب سجادہ بھی ہیں۔ ظاہری و باطنی علوم اپنے والد محترم، شیخ حسام الدین چلپیؒ اور حضرت خواجہ شمس الدین تبریزیؒ سے حاصل کیے۔ مولانا رومی نے ایک دفعہ فرمایا تھا کہ ہمارا ظہور اس لئے ہوا ہے کہ سلطان ولدؒ جیسا بیٹا پیدا ہو۔ جو کچھ میں کہتا ہوں میرے اقوال ہیں۔ لیکن اے سلطان ولد! تو میرا فعل اور عمل ہے۔ سلطان ولدؒ فرماتے ہیں کہ ایک روز میرے والد ماجد نے ارشاد فرمایا۔ اے بہاؤ الدینؒ اگر تو چاہتا ہے کہ بہشت میں ہمیشہ تیرا قیام رہے تو تجھے چاہیئے کہ ہر ایک سے محبت رکھ، کسی کی طرف سے دل میں بغض نہ رکھ پھر یہ رباعی پڑھی

بیشے طلبی زہیچکس بیش مباش

چوں مرہم و موم و چوں پیش مباش

خواہی کہ زہیچکس بتو بد نہ رسد

بدگوئی و بدآموز و بداندیش مباش

آپ کی ولادت لارنہ میں ۶۲۳ھ میں ہوئی اور رحلت شنبہ کی شب ۱۰ رجب المرجب ۷۱۲ھ کو ہوئی منقول ہے کہ جس رات کو آپ کا وصال ہوا آپ کی زبان پر یہ شعر تھا ۔

امشب شب آں ست کہ بینم شادی

دریابم از خدائے خود آزادی

سلسلۂ کبرویہ کے مشائخ کبار کا ذکر اختتام پذیر ہوا۔

سلسلۂ سہروردیہ جس کی نسبت حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی سے ہے

حضرت ممشاد دینوریؒ

قرمیسین کے قرب و جوار میں بلادِ جبل میں سے ایک شہر کا نام دینور ہے۔ حضرت ممشاد دینوریؒ عراق کے مشائخ کبار میں شمار کئے جاتے ہیں۔ ظاہری و باطنی علوم اور کرامات و تصرفات میں اپنی مثال آپ ہیں۔ آپ حضرت جنید بغدادیؒ کے کامل و اکمل مریدوں میں سے ہیں اور حضرت رویم نوریؒ کے معاصرین میں آپ کا شمار ہوتا ہے۔

آپ سے روایت ہے کہ چالیس سال سے بہشت اور اس کی نعمتیں میرے سامنے پیش کی جاتی ہیں میں نے نظر بھر کر بھی ان کی طرف نہیں دیکھا۔ آپ نے ۲۹۹ھ میں انتقال فرمایا۔

حضرت شیخ احمد اسود دینوریؒ

آپ کے والد ماجد کا اسم گرامی عطارؒ ہے۔ حضرت ممشاد دینوریؒ کے باکمال مریدین میں آپ کا شمار ہوتا ہے۔ آپ اپنے وقت کے شیخ کامل تھے۔ آپ نے ماہ ذی الحجہ ۳۶۷ھ میں رحلت فرمائی۔

حضرت شیخ محمد عمویہؒ

عبداللہ آپ کے والد ماجد کا اسم گرامی ہے۔ آپ اپنے وقت کے شیخ کامل تھے۔ حضرت شیخ احمد اسود دینوریؒ کے مریدین میں شمار کئے جاتے ہیں۔

شیخ الشیوخ حضرت رویمؒ

ابو محمد، ابو الحسین اور ابو سیبان کی کنیت سے مشہور ہیں۔ آپ کے والد محترم کا اسم گرامی احمد بن یزید بن رویم تھا۔ بغداد سے نسبت توطن ہے۔ اپنے وقت کے جید عالم اور بلند پایہ فقیہ تھے، ظاہری و باطنی میں کامل دستگاہ رکھتے تھے آپ نے ہمیشہ کسر نفسی اور تواضع سے کام لیا۔ اپنے آپ کو ظاہر نہیں ہونے دیا۔ حضرت جنید بغدادیؒ کے مرید باصفا تھے اور انہیں سے شرف تلمذ حاصل ہے۔ حضرت خواجہ عبداللہ انصاریؒ کا بیان ہے کہ اگرچہ رویمؒ اور جنیدؒ میں شاگردی اور استادی

کا تعلق ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ آپ اپنے استاد سے زیادہ کامل تھے میں ان کے ایک بال کو بھی جنیدؒ جیسے سو مشایخ سے زیادہ عزیز رکھتا ہوں۔

حضرت شیخ ابو عبداللہ خفیفؒ کا بیان ہے کہ رویمؒ سے زیادہ کسی نے بھی مجھے قریب سے نہیں دیکھا آپ ہمیشہ توحید کے مضامین بیان کرتے تھے۔ منقول ہے کہ آپ اواخر عمر میں اہل دنیا کی نگاہوں سے پوشیدہ ہو گئے تھے لیکن اپنے مشاغل سے آپ کا تعلق بدستور قائم تھا حضرت جنید بغدادیؒ کا ارشاد ہے کہ ہم فراغت کے باوجود مشغول ہیں اور رویم مشغولیت کے باوصف بھی فارغ ہیں۔

آپ نے ۳۰۳ھ میں وفات پائی۔ آپ کا مزار بغداد شریف بمقام شونیز ہے۔

حضرت شیخ ابو عبداللہ بن خفیفؒ

آپ کا اسم گرامی محمد اور وطن مالوف شیراز ہے۔ آپ شاہی خاندان سے تعلق رکھتے تھے اپنے زمانے کے امام اور قطب گزرے ہیں۔ ارباب طریقت کے مخدوم تھے۔ مجاہدات و ریاضات میں آپ بڑھے چڑھے تھے۔ حضرت رویمؒ کے مریدین میں آپ کا شمار ہوتا ہے۔ حسین بن منصور حلاجؒ سے آپ کی صحبت گرم رہی ہے۔ ابوالحسین مالکیؒ، ابوالحسین مزینؒ اور ابوالحسین دراجؒ وغیرہم مشایخ سے آپ کی ملاقاتیں رہی ہیں۔ ظاہری و باطنی علوم میں آپ کا مقام بہت بلند تھا، مذہباً شافعی تھے۔ علم تصوف میں بہت سی تصانیف آپ نے یادگار چھوڑی ہیں طریقہ خفیفہ آپ سے منسوب ہیں آپ کا مسلک حضور و غیبت تھا۔

روایات میں آیا ہے کہ شیخ ابو عبداللہ خفیفؒ نے فرمایا میں نے ابتدائے حال میں حج بیت اللہ کی زیارت کا ارادہ کیا چنانچہ میں ایک جنگل میں پہنچا میرے پاس ڈول بھی تھا اور رسی بھی۔ پیاس کی شدت ہوئی تو میں ایک کنوئیں پر پہنچا، ایک ہرن پانی پی رہا تھا، میرے پہنچتے ہی پانی گہرائی میں چلا گیا۔ میں نے اپنے دل میں کہا، خدایا! عبداللہ کا مرتبہ اس ہرن سے بھی گرا ہوا ہے۔ ہاتف غیبی نے آواز دی کہ اس ہرن کے پاس ڈول اور رسی نہیں ہے اس کا توکل صرف ہماری ذات پر ہے اور تو ڈول اور رسی پر بھروسہ کرتا ہے۔ یہ سن کر مجھے اطمینان ہوا اور میں نے ڈول اور رسی پھینک دیے پھر غیب سے آواز آئی ہم نے تو تیرا امتحان لیا تھا۔ اب جب کہ تو نے اپنی حالت بدل ڈالی ہے ہم بھی تیری جانب رجوع ہوتے ہیں۔ اتنے میں کیا دیکھتے ہیں کہ پانی کنوئیں کے کنارے پر آگیا۔ میں نے خوب رچھاؤ کے ساتھ پانی پیا اور وضو بھی کیا۔

ایک دفعہ کسی نے اطلاع دی کہ مصر میں ایک جوان اور ایک بوڑھا ہر وقت مراقب رہتے ہیں۔ شیخ ابو عبد اللہ خفیفؒ سے روایت ہے کہ میں وہاں پہنچا، میں نے دیکھا کہ دونوں قبلہ کی جانب منہ کیے ہوئے بیٹھے ہیں۔ میں نے تین بار سلام کیا، جواب نہیں ملا۔ پھر میں نے خدا کا واسطہ دے کر سلام کیا۔ اس جوان نے سر اٹھایا اور کہا، اے ابن خفیف! دنیا کی عمر بہت تھوڑی ہے اور اس تھوڑی میں سے تھوڑی باقی رہ گئی ہے۔ اس تھوڑی سی زندگی میں بہت کچھ حاصل کرے۔ اے ابن خفیف! فارغ کون ہے جو تو ہم کو سلام میں مشغول کر رہا ہے یہ کہا اور پھر مراقب ہو گیا۔ مجھے بھوک اور پیاس نے ستا رکھا تھا میں سب کچھ بھول گیا۔ ان کے اس قول کا مجھ پر بڑا اثر ہوا کچھ دیر میں وہیں ٹھہرا ظہر اور عصر کی نمازیں بھی میں نے وہیں پڑھیں پھر میں نے درخواست کی کہ کچھ نصیحت فرمائیے، کہا، اے ابن خفیف! ہم اپنی زبان سے کسی کو نصیحت نہیں کرتے کسی اور کو چاہئے کہ وہ مصیبت زدوں کو نصیحت کرے۔ میں نے وہاں تین دن قیام کیا۔ اس عرصہ میں میں نے دیکھا کہ وہ نہ سوئے اور نہ انہوں نے کچھ کھایا پیا میں نے اپنے دل میں سوچا کہ یہ نصیحت تو کریں گے نہیں، اس لئے یہ خیال ہی دل سے نکال دینا چاہئے۔ دفعۃً جوان نے سر اٹھایا اور کہا کہ کسی ایسے شخص کی صحبت اختیار کر جس کے دیکھتے ہی خدا یاد آئے اور تیرے دل پر اس کی ہیبت طاری ہو وہ تجھے زبان حال سے نصیحت کرے، زبان قال سے نہیں۔

آپ نے ۳۷۱ھ میں رحلت فرمائی۔ آپ کا مزار شہر آذر میں ہے۔ ۹۵ سال کی عمر پائی اور ایک روایت میں ۱۰۴ سال کی عمر بتائی گئی ہے۔

حضرت شیخ ابو العباس نہاوندیؒ

آپ کا اسم گرامی احمد بن محمد بن الفضلؒ تھا۔ وطن مالوف نہاوند ہے۔ شیخ جعفر خلدیؒ کے شاگرد رشید اور شیخ ابو عبد اللہ خفیفؒ کے مرید باصفا ہیں۔ شیخ ابو العباسؒ بڑے باحوصلہ اور اولو العزم تھے۔ آپ نے ۳۴۳ھ میں وفات پائی۔ آپ کا مزار مبارک حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ کے قدموں میں بمقام دہلی ہے۔ اس عاجز نے آپ کے مزار کی زیارت کی ہے۔

حضرت شیخ نجیب الدین علی بزغشؒ

آپ کا مقام ولادت شیراز ہے اور وطن مالوف شام ہے۔ آپ کو ابتدا سے فقراء سے عقیدت تھی۔ فقراء کی صحبت میں آپ کے شب و روز بسر ہوتے تھے آپ کے والد محترم اگرچہ آپ کے لئے اچھے سے اچھا لباس تیار

کرتے اور لذیذ کھانے پکواتے آپ اس طرف مطلق دھیان نہیں دیتے تھے۔ آپ فرماتے تھے کہ میں دنیا داروں کا لباس نہیں پہنوں گا اور وہ کھانا ہرگز نہیں کھاؤں گا جو نازک مزاج کھاتے ہیں۔ آپ کمبل اوڑھتے تھے حضرت شیخ شہاب الدین سہروردیؒ کے مرید تھے۔ عارف کامل اور بالغ نظر عالم تھے آپ کی انمول باتیں ان گنت ہیں۔

آپ نے [illegible]ھ میں وفات پائی۔ مزار عالیہ شیراز میں ہے۔

حضرت شیخ عبدالرحمٰن علی مرعشؒ

ظہیر الدین لقب ہے۔ اپنے والد محترم کے مرید اور خلیفہ ہیں۔ بڑے صاحب مقام بزرگ تھے جب آپ متولد ہوئے تو شیخ الشیوخ نے اپنے خرقہ مبارکہ کا ایک ٹکڑا آپ کے بطور تبرک بھیجا دنیا میں سب سے پہلے خرقہ آپ ہی نے زیب تن فرمایا تھا۔

آپ نے [illegible]ھ میں رحلت فرمائی۔

حضرت شیخ بہاؤالدین زکریا ملتانیؒ

ابو محمد اور ابوالبرکات آپ کی کنیت ہے۔ والد ماجد کا اسم گرامی وجیہہ الدین بن کمال الدین علی شاہ قریشیؒ ہے آپ کا وطن مالوف ملتان ہی ہے۔ ظاہری و باطنی علوم میں ید طولیٰ رکھتے تھے۔ فقہ و حدیث اور اصول و فروع میں آپ کو کامل دسترس تھی۔ آپ اپنے عہد کے قطب مدار اور غوث تھے۔ حنفی المذہب شیخ تھے۔ شیخ الشیوخ حضرت شہاب الدین سہروردی کے باکمال خلیفہ آپ ہی تھے۔ آپ سے بڑی کرامات ظہور میں آئی ہیں۔ جب آپ حج بیت اللہ سے واپسی پر بغداد پہنچے تو شیخ الشیوخ کی خدمت میں حاضری دی اور اُن کے دست حق پرست پر بیعت کی۔ آپ کے خرقۂ طریقت پہننے کی روایت یہ ہے کہ جب آپ شیخ الشیوخ کی خدمت میں باریاب ہوئے تو یہ انتظار رہا کہ شیخ الشیوخ خرقہ پہنائیں گے۔ ایک دن خواب میں کیا دیکھتے ہیں کہ سرورِ کونین صلے اللہ علیہ وسلم رونق افروز ہیں اور شیخ الشیوخ اُن کے حضور ہاتھ باندھے ہوئے کھڑے ہیں۔ اس گھر میں جہاں آپ نے خواب دیکھا ایک رسی بندھی ہوئی ہے اور اس پر خرقے لٹکے ہوئے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے طلب فرمایا شیخ الشیوخؒ نے میرے دونوں ہاتھ پکڑ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں ڈال دیا تاکہ میں قدم بوسی کا شرف حاصل کرسکوں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لٹکے ہوئے خرقوں میں سے ایک خرقہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا عمرو! یہ خرقہ بہاؤالدین کو پہنا

شیخ الشیوخؒ نے ارشاد کی تعمیل کی، پھر علی الصباح مجھے طلب کیا جب میں حاضر خدمت ہوا تو میں نے دیکھا ہے کہ وہی مکان ہے اور اسی طرح اسی پر خرقے لٹکے ہوئے ہیں، شیخ الشیوخؒ نے وہی خرقہ جس کی جانب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں اشارہ فرمایا تھا اسی سے اتار کر مجھے پہنایا اور فرمایا، اے بہاؤ الدین: یہ خرقہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بخشش ہے اور میں درمیان میں ایک واسطہ کی حیثیت رکھتا ہوں کسی کو اجازت کے بغیر نہیں دے سکتا۔ پھر آپ شیخ الشیوخؒ سے اجازت لے کر ملتان آئے اور وہیں مستقل سکونت اختیار کر لی۔ طالبان حق کی ہدایت میں مشغول ہوئے۔ آپ کی تعلیم و تلقین سے بہت سے اشخاص نے ہدایت پائی۔ ملتان اور اطراف کے لوگ آپ کے حلقۂ ارادت میں داخل ہوئے۔ آج بھی اس نواح میں آپ کے معتقدین کی کثرت ہے۔ آپ سے بہت سی کرامات کا ظہور ہوا ہے۔

آپ ۵۶۶ھ میں قلعہ کوٹ کروڑ میں متولد ہوئے۔ جمعرات کے دن ظہر کی نماز سے فراغت کے بعد ۷ ماہ صفر ۶۶۶ھ کو آپ نے رحلت فرمائی۔ عمر ایک سو سال کی پائی۔ ملتان میں آپ کا مزار عالیہ ہے۔

حضرت شیخ فخر الدین عراقیؒ

آپ حضرت شیخ بہاؤ الدین زکریا ملتانیؒ کے برگزیدہ مریدین میں شمار کیے جاتے ہیں۔ شیخ الشیوخ کی دختر نیک اختر بھی آپ کے عقد زوجیت میں تھیں۔ آپ کا اصل وطن ہمدان تھا۔ آپ نے صغر سنی میں قرآن حکیم حفظ کیا اور سترہ سال کی عمر میں دینی علوم سے فراغت کے بعد درس و تدریس کی مسند پر بیٹھے۔ آپ کا دیوان مشہور ہے لمعات بھی آپ کی تصانیف میں سے ہے، بے شمار کرامات آپ سے ظہور میں آئیں۔

آپ نے ماہ ذی قعدہ ۶۸۸ھ میں وفات پائی۔ ۸۲ سال کی عمر ہوئی ہے۔ آپ کا مزار شیخ محی الدین ابن عربی کے روضہ کے عقب میں بمقام دمشق ہے۔

حضرت امیر حسین ساداتؒ

حسین بن عالم بن ابی حسین آپ کا اسم گرامی ہے۔ آپ غور کے باشندے ہیں ظاہری و باطنی علوم پر گہری نظر رکھتے تھے، کنز الرموز، زاد المسافرین، نزہتہ الارواح، سوالات اور گلشن راز آپ کی تصانیف ہیں۔ آپ شیخ بہاؤ الدین زکریا ملتانی کے مریدین میں شامل ہیں۔

آپ نے ۱۰ ر شوال ۶۱۸ھ میں وفات پائی۔ آپ کا مزار مفرخ ہرات میں ہے۔

حضرت شیخ صدر الدین محمدؒ

کنیت ابو المغانم ہے۔ حضرت شیخ بہاؤ الدین زکریا ملتانیؒ کے جانشین اور فرزند ارجمند ہیں۔ اپنے والد محترم کے بعد ۱۸ سال تک طالبان راہ طریقت کی ہدایت میں ہمہ تن مصروف رہے۔ آپ سے بے شمار کرامات ظہور میں آئیں۔ آپ نے بروز سہ شنبہ ۲۳ ذی الحجہ ۶۸۴ھ کو وفات پائی۔ آپ کا مزار مبارک ملتان میں حضرت شیخ بہاؤ الدین زکریا ملتانیؒ کے مزار عالیہ کے قریب ہے۔

حضرت شیخ رکن الدینؒ

کنیت ابو الفتح اور لقب فضل اللہ ہے۔ اپنے والد ماجد حضرت شیخ صدر الدین محمد بن شیخ بہاؤ الدین زکریا ملتانیؒ کے مرید و خلیفہ ہیں۔ اپنے والد محترم اور جد امجد کی مسند فقر و سلوک پر ۵۲ سال تک فائز رہے اور اس عرصہ میں تشنگان علم معرفت کی پیاس بجھائی۔ ظاہری و باطنی علوم پر کامل دسترس رکھتے تھے۔ کشف و کرامات کا ظہور آپ سے اکثر ہوا ہے۔ اپنے وقت کے عظیم المرتبت شیخ ہوئے ہیں۔

روایات میں آیا ہے کہ آپ کی والدہ ماجدہ ایک دفعہ اپنے دادا خسر حضرت شیخ بہاؤ الدین زکریا ملتانیؒ کی خدمت میں سلام کی غرض سے آئیں ان ایام میں شیخ رکن الدین سات ماہ سے بطن مادر میں تھے۔ حضرت شیخ نے کھڑے ہو کر تعظیم کی۔ آپ کی والدہ کو بڑی حیرت ہوئی۔ حضرت شیخ نے فرمایا یہ تعظیم اس کی ہے جو تمہارے پیٹ میں سات ماہ سے ہے۔ یہ بچہ ہمارے خاندان کا چشم و چراغ ہوگا۔

آپ نے ۹ رجمادی الاولیٰ ۷۳۵ھ کو وفات پائی۔ کل عمر ۸۰ سال ہوئی ہے۔ آپ کی آرام گاہ آپ کے والد ماجد کے پہلو میں ہے۔

حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشتؒ

آپ کا اسم شریف بھی آپ کے جد امجد کے اسم گرامی پر سید بخاریؒ ہے۔ بخارا سے سب سے پہلے آپ کے جد امجد سید جلال بخاریؒ نے ہندوستان کا رخ کیا۔ بخارا سے ہندوستان آکر آپ حضرت شیخ بہاؤ الدین زکریا ملتانیؒ کے

دست حق پرست پر بیعت کی۔ آپ خود بھی نامی گرامی درویش ہوئے ہیں، ظاہری و باطنی علوم میں اچھی خاصی دستگاہ رکھتے تھے۔ آپ کے تین صاحبزادے تھے اور تینوں کے تینوں سعادت آثار اور وفاکیش تھے۔ ان کے نام ہیں:۔ سید احمد کبیرؒ، سید بہاؤ الدینؒ، سید محمدؒ، سید احمد کبیر کے دو لڑکے ہوئے جو بہت زیادہ فرمانبردار تھے۔

ان میں سے ایک قطب وقت شیخ المشائخ حضرت مخدوم جہانیاں تھے اور دوسرے سید راجو قتالؒ یہ سب اپنے وقت کے اولیائے کاملین ہوئے ہیں اگرچہ مخدوم جہانیاںؒ نے ظاہر و باطن میں اپنے والد ماجد کے ہاتھوں تربیت پائی لیکن آپ شیخ رکن الدین بن شیخ صدر الدین بن شیخ بہاؤ الدین زکریا ملتانیؒ کے ہیں۔ آپ اس سلسلہ کی برکات سے بلند مقام پر فائز ہوئے ہیں اپنے زمانے میں فرد فرید تھے۔ آپ کو مخدوم جہانیاں اس لئے کہتے ہیں کہ ایک دفعہ عید کے روز آپ حضرت شیخ بہاؤ الدین زکریا ملتانیؒ اور شیخ صدر الدین عارفؒ کے مزارات پر حاضر ہوئے اور دعا کی، اندر سے آواز آئی کہ حق تعالیٰ نے تجھے مخدوم جہانیاں بنا دیا ہے تیری عید یہی ہے جب آپ حضرت شیخ رکن الدین کے مزار پر آئے تو وہاں سے بھی یہی آواز آئی جب آپ ان مزارات کی زیارت سے فراغت کے بعد باہر نکلے تو ہر شخص کی زبان پر مخدوم جہانیاں کا خطاب تھا۔ آپ سے ان گنت خوارق عادات و کرامات کا ظہور ہوا ہے جب آپ مکہ پہنچے تو آپ کی ملاقات امام عبداللہ یافعیؒ سے ہوئی اور دونوں ایک دوسرے سے اتنے مانوس ہو گئے کہ اس کی نظیر نہیں ملتی۔ مکہ مکرمہ سے ہندوستان وارد ہوئے تو دہلی میں حضرت نصیر الدین چراغ دہلویؒ کی بارگاہ چشت میں آپ کو خرقہ خلافت ملا۔

آپ شب جمعہ میں پنجم شعبان ۷۰۷ھ کو پیدا ہوئے۔ وفات سورج ڈھلے بروز چہارشنبہ عید الاضحیٰ کے دن ۷۸۵ھ میں ہوئی عمر ۷۸ سال پائی۔ آپ کی آرام گاہ اُچہ ملتان میں ہے۔

حضرت شیخ برہان الدین قطب عالمؒ

کنیت ابو محمد تھی اور اسم گرامی عبداللہ بن ناصر الدین محمد بن مخدوم جہانیاںؒ ہے۔ آپ کا تعلق جس خاندان سے ہے چندے آفتاب و چندے ماہتاب تھا۔ آپ نے روحانی فیوض و برکات اپنے آباؤ اجداد سے حاصل کئے ہیں۔ آپ سے بے شمار خوارق عادات و کرامات کا ظہور ہوا ہے۔

روایات میں آیا ہے کہ ایک شب آپ نماز تہجد کے لئے اُٹھے رات بھیانک تھی اور ہر سو اندھیرا چھایا ہوا تھا، پاؤں میں ایک کیل چبھ گئی۔ آپ کو احساس تک نہ ہوا۔ پوچھا تو فرمایا، کوئی کنکر، یا لکڑی یا کیل ہے۔ صبح کو جب لوگوں نے

جانچ پڑتال کی تو جو الفاظ آپ کی زبان سے نکلے تھے، درست تھے لکڑی کا ٹکڑا تھا اس میں کچھ پتھر، ملی کنکریں، کچھ لوہا اور کوئی اور چیز بھی اس میں ملی جلی تھی۔ انسان اگر چاہے تو اس قسم کی ترکیب سے کوئی چیز تیار نہیں کر سکتا۔ آج تک وہ چیز آپ کے وطن احمد آباد میں آپ کے فرزندوں کے پاس موجود ہے۔

آپ کی ولادت ۴ ار رجب المرجب ۷۹۰ھ کو ہوئی اور ۸ ذی الحجہ کو ۸۵۶ھ میں طلوع آفتاب کے وقت آپ نے رحلت فرمائی۔ آپ کی عمر ۶۸ سال ۴ ماہ ہوئی ہے۔ آپ کا مزار موضع تبوہ میں ہے جو احمد آباد اور گجرات کے نواح میں ہے۔

حضرت سراج الدین محمد شاہ عالمؒ

کنیت ابوالبرکات اور نام محمد بن قطب عالم ہے اپنے والد ماجد کے خلیفہ مجاز اور مرید تھے۔ آپ خوارق عادات کا ظہور ہوا ہے بڑے صاحب مقام تھے ظاہر و باطن میں آپ کا مقام نہایت بلند تھا، سننے میں آیا ہے کہ آپ کا حلیہ شریف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سراپا سے ملتا جلتا تھا، آپ کی عمر، والدین کے اسمائے گرامی حتیٰ کہ دایہ کا نام تک میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مماثلت تھی۔

روایات میں آیا ہے کہ ایک پیرزالہ آپ کے حلقۂ ارادت میں شامل تھی اس کا چار پانچ سال کا بیٹا ایسا بیمار ہوا کہ جانبر نہ ہوسکا وہ پیرزالہ بیٹے کی موت کے صدمے سے اتنی افسردہ دل تھی کہ مغلوب الحال ہوکر اس نے آپ کا دامن پکڑ لیا اور لگی آہ و فریاد کرنے۔ اس نے گڑگڑاتے ہوئے کہا جب تک میرا لڑکا مجھے نہیں مل جائے گا میں آپ کا دامن ہرگز نہ چھوڑوں گی۔ جب آپ نے دیکھا کہ اس کی بے قراری انتہا کو پہنچ چکی ہے تو آپ نے اسے تسلی دلاسا دیا اور اندر تشریف لے گئے۔ آپ کا بھی ایک چھوٹا سا لڑکا تھا آپ نے اسے گود میں لے کر دونوں ہاتھ آسمان کی طرف اٹھائے اور دعا کی خدایا! اس لڑکے کے بجائے یہ لڑکا حاضر ہے۔ اسی وقت آپ کا لڑکا فوت ہوگیا۔ باہر آکر آپ نے اس ضعیفہ سے فرمایا، اپنے گھر جا تیرا لڑکا زندہ ہوگیا ہے جب وہ عورت اپنے گھر پہنچی تو دیکھا کہ اس کا لڑکا زندہ اور صحیح سلامت موجود ہے۔

آپ کی پیدائش ۷ ر ذی قعدہ ۸۱۷ھ کو ہوئی اور شب شنبہ میں ۲۰ جمادی الآخر کو ۸۸۰ھ میں آپ نے رحلت فرمائی۔ ۶۳ سال عمر پائی۔ آپ کا مزار احمد آباد میں ہے۔

اللہ کا لاکھ لاکھ احسان ہے کہ غوث الثقلین حضرت شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانیؒ کی روح پر فتوح کے فیضان سے سلاسل قادریہ، چشتیہ، کبرویہ و سہروردیہ کے اکابر کے حالات مکمل ہوئے۔ مخفی نہ رہے کہ بنی نوع انسان کے امور آخرت کے انتظام اور نظام عالم کی بقا کا دارومدار انہی سلاسل پر ہے۔ ملت اسلامیہ کے اکثر و بیشتر خواص و عوام انہی سلاسل سے تعلق رکھتے ہیں کیونکہ یہ ظاہر ہے کہ ان سلاسل کے بغیر الوصال الی المطلوب سہل نہیں ہے اور یہ دشوار ہے کہ کوئی شخص متاع ایمان رہزنوں کی دست برد سے محفوظ رکھ سکے۔ ان سلاسل سے انتساب کے بغیر اُخروی نجات کا تصوّر بھی محال ہے جیسا کہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا ہے کہ بروز قیامت ایک شخص کا دامن اعمال سے خالی ہوگا اور اسے اپنی نجات کی طرف سے مایوسی ہوگی۔ اس موقع پر اللہ تعالےٰ ارشاد فرمائے گا اے میرے بندے کیا فلاں محلّہ میں میرے دوست سے تیری جان پہچان ہے۔ وہ عرض کرے گا کہ ہاں میں اسے پہچانتا ہوں، خدا فرمائے گا، جا میں نے اس کے صدقے میں تجھے بخش دیا۔

جب یہ حقیقت منکشف ہوگئی کہ ان سلاسل سے وابستگی میں نجات کا راز مضمر ہے اور اولیاء اللہ کی دوستی اور ان کی سیرت کی اتباع آخرت میں فائدہ مند ثابت ہوتی ہے تو ہر شخص پر یہ لازم ہے کہ وہ اپنے آپ کو کسی نہ کسی سلسلے سے وابستہ کرے، اسی امید پر اس احقر نے بھی اپنے آپ کو سلسلۂ قادریہ میں داخل کر لیا ہے اور امام الاولیاء شاہ محی الدین عبدالقادر جیلانیؒ کا دامن اپنے ہاتھ میں تھام لیا ہے تاکہ اس برکت سے کونین کی سعادت نصیب ہو۔ امید ہے کہ حق تعالیٰ اس سلسلہ کی برکت سے اس ناچیز کی بخشش فرمائے۔

یہ بھی معلوم ہونا چاہئیے کہ ان تمام سلاسل میں جن اسمائے گرامی کا مذکور آیا ہے صرف انہی پر موقوف نہیں ہے بلکہ اولیاءاللہ اور بھی ہیں جو ہر اعتبار سے کمال کا درجہ رکھتے ہیں لیکن چونکہ ان کی تاریخ ہائے ولادت و وفات اور دیگر حالات کا سراغ نہیں مل سکا اور اس صورت میں بے ترتیبی کا خطرہ بھی تھا اس لیئے انہی چند اکابر و مشایخ کے حالات و واقعات پر اکتفا کیا جاتا ہے ——— ہاں البتہ ایسے اکابر و مشایخ کا ذکر جو متقدمین و متاخرین میں ہوئے ہیں اور جن کے حالات کا بقیہ سنین علم نہ ہو سکا علیحدہ فصل میں کیا جاتا ہے۔

نامعلوم السلاسل مشائخ کا تذکرہ

حضرت مالک دینارؒ

آپ کا تعلق تبع تابعین سے ہے اپنے وقت کے شیخ کامل اور مرشد خلق تھے۔ حضرت خواجہ حسن بصریؒ کے فیض صحبت سے آپ کو بہرہ اندوزی کے مواقع نصیب ہوئے۔ آپ کو مالک دینار اس لئے کہتے ہیں کہ ایک دفعہ آپ کشتی میں سوار ہوئے جب کشتی منجدھار میں پہنچی تو اہل کشتی نے آپ سے کرائے کا مطالبہ کیا، آپ کے پاس کچھ بھی نہ تھا جب آپ نے اپنی بے سروسامانی کا ذکر کیا تو ملاحوں نے آپ کو اتنا پیٹا کہ آپ بے ہوش ہو گئے، جب آپ ہوش میں آئے تو اہل کشتی نے پھر کرایہ کا مطالبہ کیا، آپ نے وہی جواب دیا جو پہلے تھا۔ پھر اہل کشتی نے مار پٹائی کی اور یہ دھمکی دی کہ ہم آپ کے ہاتھ پیر باندھ کر دریا میں ڈال دیں گے۔ اس دھمکی کا دینا تھا کہ دریا کی مچھلیوں نے سر اچھالا اُن کے منہ میں ایک ایک دینار تھا۔ آپ نے ایک دینار لیا اور ملاحوں کو دے دیا۔ اہل کشتی اس کرامت سے متأثر ہو کر لگے معذرت کرنے اور آپ کے قدموں میں گرنے، آپ کشتی سے اُتر کر دریا کی سطح پر پایاب چلنے لگے اور اہل کشتی کی نگاہوں سے اوجھل ہو گئے۔

آپ سے روایت ہے کہ اللہ تعالےٰ نے اس امت کو دو انعام عطا فرمائے ہیں جو جبریل و میکائیل ایسے مقرب فرشتوں کو بھی نہیں ملے ایک ان میں سے فاذکرونی اذکرکم (پس تم مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد کروں گا) اور دوسرے ادعونی استجب لکم (مجھ سے طلب کرو میں تمہیں عطا کروں گا) آپ کا ارشاد ہے کہ میں نے کسی صحیفۂ آسمانی میں یہ بات لکھی دیکھی ہے کہ جو عالم دنیا کی طلب کرتا ہے تو کم سے کم سزا جو میں اسے دیتا ہوں وہ یہ ہے کہ اس سے ذکر و مناجات کی صلاحیت چھین لیتا ہوں۔ وہ لذت ذکر و فکر سے محروم ہو جاتا ہے۔ آپ کی وفات ۱۳۷ھ میں ہوئی۔

حضرت شیخ حبیب عجمیؒ

آپ ابو محمد کنیت سے مشہور ہیں۔ سرزمین فارس سے تعلق رکھتے تھے۔ حبیب عجمی کے نام نامی سے یاد کیے

جاتے ہیں۔ آپ حضرت خواجہ حسن بصریؒ کے مریدین میں سے ہیں۔ اکثر و بیشتر مشایخ سے آپ کو ملاقات کا اتفاق ہوا۔

روایات میں آیا ہے کہ ایک خونی کو تختۂ دار پر لٹکایا گیا لوگوں نے خواب میں دیکھا کہ وہ جنت میں ہے اور حلۂ بہشتی زیب تن کئے ہوئے ہے۔ اس سے پوچھا گیا کہ تو نے خون کیا تھا تجھے یہ مرتبہ کیسے ملا۔ اس نے کہا جب میں تختۂ دار پر تھا۔ خواجہ حبیب عجمیؒ وہاں سے گزرے اور انہوں نے میرے حق میں دعا کی اس دعا کی برکت سے مجھے یہ درجہ قدرت نے عطا کیا ہے۔

آپ نے ۱۵۶ھ میں وفات پائی۔ آپ کا مزار مبارک بصرہ میں ہے۔

حضرت شیخ سفیان ثوریؒ

آپ ابوعبداللہ کی کنیت سے یاد کیے جاتے ہیں۔ آپ کے والد ماجد کا اسم گرامی سعید تھا۔ کوفہ آپ کا اصل مولد و منشاء ہے۔ اپنے وقت کے ہادی و مرشد اور مرجع خلائق تھے۔ ظاہری و باطنی علوم پر آپ کی عمیق نظر تھی۔ امت مسلمہ کے پانچ مجتہدوں میں آپ کا شمار کیا جاتا ہے۔ حضرت امام اعظمؒ کے تلامذہ کی فہرست میں شامل ہیں۔ آپ نے متعدد مشایخ کبار سے کسب فیض کیا تھا۔ ۲۳ سال مسلسل آپ نے شب بیداری کی۔ آپ کا ارشاد ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جو حدیث بھی مجھ تک پہنچی ہے میں نے اس پر عمل کیا ہے ایسی کوئی بھی حدیث نہیں ہے جسے میں نے سنا ہو اور اس پر عمل نہ کیا ہو۔

روایات میں آیا ہے کہ آپ کسی سے کوئی شے قبول نہ فرماتے تھے اور بے نیازی کا یہ عالم تھا کہ فرمایا کرتے اگر مجھے یہ یقین ہو جائے کہ اس دنیا میں کوئی عاجز و درماندہ نہیں ہے تو میں اس سے ضرور کچھ نہ کچھ طلب کروں۔ اس کے احسان کا بوجھ میں ضرور اپنے کاندھے پر اٹھالوں گا (لیکن میں جانتا ہوں کہ سبھی محتاج ہیں کوئی بھی ایسا نہیں جو کسی کی حاجت روائی کر سکے) ایک دفعہ آپ اتنے علیل ہوئے کہ صاحب فراش ہو گئے۔ خلیفۂ وقت نے آپ کے علاج معالجے کے لئے ایک مجوسی طبیب کو آپ کے پاس بھیجا۔ اس طبیب نے جو اپنے فن میں ید طولیٰ رکھتا تھا مرض کی یہ تشخیص کی کہ خدا کے خوف سے اس خدا رسیدہ بزرگ کا جگر خون ہو چکا ہے اور ٹکڑے ٹکڑے ہو کر پیشاب کی راہ باہر نکل رہا ہے۔ اس طبیب نے یہ نقشہ دیکھا تو کہا جس دین کے محافظ ایسے لوگ ہوں گے تو دین کے باطل ہونے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ اور فوراً آپ کے دست حق پرست پر توبہ کر کے مشرف بہ اسلام ہو گیا۔ خلیفہ کو جب اس بات کا علم ہوا تو کہا میں نے تو بیمار کے پاس علاج معالجے کے لئے طبیب کو بھیجا تھا مجھے کیا خبر تھی کہ بیمار طبیب کے پاس

پہنچا ہے۔

حضرت شیخ عبداللہ بن مبارک سے روایت ہے کہ میں اپنی زندگی میں ایک ہزار سو بزرگوں سے یہ بات سنی ہے کہ سفیان ثوریؒ سے زیادہ لائق و فائق بزرگ ہم نے کہیں نہیں دیکھا۔

روایات میں آیا ہے کہ ایک نوجوان کسی وجہ سے حج بیت اللہ کے لئے سفر نہیں کر سکا۔ اس پر اس نے ایک ٹھنڈی سانس بھری، آپ نے فرمایا میں نے چار حج کئے ہیں سب کا ثواب تجھے بخشا لیکن یہ آہ تو نے بھری ہے مجھے دیدے اس نے کہا میں نے آپ کی نذر کر دی۔ رات کو آپ نے خواب میں دیکھا کہ کوئی یہ کہہ رہا ہے، اے سفیان! تو نے اس تجارت میں وہ نفع کمایا ہے کہ اگر اسے تمام اہل عرفات پر تقسیم کیا جائے تو وہ سب اصحاب مال و منال ہو جائیں۔

آپ سے روایت ہے کہ گریہ کے دس حصے ہیں۔ نو حصے تو ریاکاری اور ظاہر داری کے ہیں اور ایک محض خدا کے لئے اور اس کی خوشنودی کے لئے ہے اس ایک حصہ کا ایک قطرہ بھی آنکھوں سے بہہ نکلے تو یہ قطرہ اپنا اثر دکھائے بغیر نہیں رہ سکتا اور یہ قطرہ بہت غنیمت ہے۔ آپ نے فرمایا ہے کہ محض ٹاٹ کے کپڑے پہننے اور جو کی روٹی کھانے کا نام فقر نہیں ہے نہ اسے زہد و تقویٰ سے تعبیر کیا جا سکتا ہے۔ حقیقت میں زہد دنیا سے بے تعلقی کا نام ہے جہاں تک ہو سکے خواہشات کم جائیں۔ آپ نے یہ بھی فرمایا کہ خدا کے حضور ہزاروں گناہوں کا ارتکاب کرنے کے بعد حاضری اس سے زیادہ سہل ہے کہ تجھ سے ایک گناہ سرزد ہو اور تو مخلوق کے درمیان اس سے ملا جلا رہے۔

آپ نے فرمایا ہے کہ جس حال میں بھی انسان رہے خدا پر تہمت یا الزام نہ لگائے جو کچھ بھی تجھ پر مصیبت ٹوٹے اسے سہار لے خدا کو مورد الزام نہ قرار دے۔

آپ نے بصرہ میں ۳۰ شعبان ۱۶۱ھ میں رحلت فرمائی۔ ایک روایت کے بموجب سنہ وفات ۱۶۲ھ ہے۔ آپ نے ۶۴ سال عمر پائی۔ جب آپ کی میت کو غسل دیا جا رہا تھا تو لوگوں نے آپ کی پیشانی پر یہ لکھا ہوا دیکھا "فسیکفیکھم اللہ"

حضرت داؤد بن نصر طائیؒ

ابو سلیمان آپ کی کنیت ہے۔ آپ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد رشید ہوتے ہیں۔ حبیب راعیؒ کے مریدوں میں آپ کا شمار ہوتا ہے مشائخ متقدمین میں سے تھے ظاہری و باطنی علوم میں ید طولیٰ رکھتے تھے۔ علم فقہ میں آپ کو امام الفقہا کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔ حضرت فضیل بن عیاضؒ اور سلطان ابراہیم بن ادہمؒ کے ساتھ آپ کی صحبتیں گرم رہتی تھیں۔ یہ کوئی معمولی بات نہ تھی۔

روایات میں آیا ہے کہ ایک شخص آپ کی خدمت میں بیٹھا ہوا آپ کی طرف ٹکٹکی باندھے ہوئے دیکھ رہا تھا، آپ نے فرمایا جس طرح بسیار گوئی میں مضرت ہے اسی طرح بسیار بینی بھی کراہت سے خالی نہیں ——— آپ نے فرمایا، اے لڑکے! اگر تو عافیت کا طالب ہے تو دنیا سے بے تعلقی تیرے حق میں بہتر ہے۔

آپ کی وفات ۱۶۲ھ میں ہوئی۔ دوسری روایت کے بموجب ۱۶۵ھ میں یہ سانحہ پیش آیا۔ آپ کا مزار بغداد شریف میں ہے۔

حضرت عتبہ بن غلامؒ

ابان بن صعمہ آپ کے والد ماجد کا اسم گرامی ہے۔ متقدمین میں کشف و شہود بزرگ ہوئے ہیں۔ آپ کا شمار تبع تابعین میں ہوتا ہے۔ حضرت خواجہ حسن بصریؒ کے مریدین میں داخل ہیں۔ آپ اکثر روزہ سے رہتے تھے۔ ایک روز آپ حضرت خواجہ حسن بصریؒ کی معیت میں دریا کے کنارے تشریف لے گئے اور دریا کی سطح پر پایاب چلنے لگے۔ حضرت خواجہ حسن بصریؒ نے ازراہ تعجب دریافت فرمایا، اے عتبہ! تجھے یہ مقام کیسے حاصل ہوا۔ آپ نے جواب دیا، تیس سال سے آپ وہ کچھ کرتے ہیں جس کی آپ کو غیب سے تلقین کی جاتی ہے اور میں وہ کچھ کرتا ہوں جو اس کی منشا ہوتی ہے۔ یہ اشارہ ایثار پیشگی اور شیوہ تسلیم ورضا کی جانب تھا۔ آپ تمام رات یہی رٹ لگاتے رہتے کہ اگر تو مجھے سزا کے شکنجے میں کھینچے تو بھی میری دوستی میں فرق نہیں آسکتا۔ اگر عفو و درگزر سے کام لے تو بھی میری دوستی برقرار رہے گی۔

ایک دن ایک شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے یہ درخواست کی کہ میں آپ سے کرامت کا طالب ہوں۔ آپ نے فرمایا کہیے کیا طلب ہے؟ اس شخص نے عرض کیا، تازہ کھجوریں مہیا فرما دیجئے۔ یہ موسم کھجوروں کا نہ تھا آپ نے فوراً ہی اس کے ہاتھ میں ایک زنبیل دی جس میں تازہ کھجوریں بھری ہوئی تھیں۔

آپ نے ۱۶۷ھ میں وفات پائی۔

حضرت امام عبداللہ بن مبارکؒ

حضرت امام عبداللہ بن مبارکؒ حضرت امام اعظمؒ کے تلامذہ کی فہرست میں شامل ہیں۔ جامع علوم و فنون شیخ تھے۔ صاحب کشف و شہود اور حامل کمالات تھے۔ حضرت سفیان ثوریؒ اور فضیل بن عیاضؒ آپ کے معاصرین میں سے تھے۔ آپ نے بڑے بڑے مشایخ کی آنکھیں دیکھی ہیں۔

روایات میں آیا ہے کہ آپ ایک دن ایک گلی سے گزر رہے تھے آپ نے ایک فاقد البصر سے ارشاد فرمایا۔ عبداللہ بن مبارکؒ آرہا ہے تجھے جس چیز کی خواہش ہے اس سے مانگ لے۔ نابینا نے عرض کیا، دعا کیجئے میری آنکھوں میں روشنی آجائے۔ آپ نے دعا کی اور اسی وقت وہ بینا ہو گیا۔

صاحب کشف المحجوب نے تحریر کیا ہے کہ امام عبداللہ بن مبارکؒ کی والدہ ماجدہ ایک دن باغ میں کسی کام سے گئیں۔ دیکھا کہ آپ محو خواب ہیں اور ایک اژدھا منہ میں پھول لیے ہوئے آپ کے اوپر سے مکھیاں اڑا رہا ہے۔

آپ ۱۱۸ھ میں متولد ہوئے۔ ماہ رمضان میں ۱۸۱ھ کو آپ نے وفات پائی۔

حضرت محمد صبیح المشہور بہ ابن سماکؒ

ابوالعباس آپ کی کنیت ہے۔ آپ اولیائے متقدمین میں شمار کیے جاتے ہیں۔ بڑے صاحب کشف تھے۔ حضرت سفیان ثوریؒ کی صحبت میں شب و روز رہتے تھے۔ آپ نے فرمایا کہ تواضع کی اعلیٰ درجے کی مثال یہ ہے کہ اپنے آپ کو کسی پر ترجیح نہ دی جائے۔ نیز آپ کا ارشاد ہے کہ طمع ایک رسی ہے جو گردن میں پڑی رہتی ہے اور اس سے پاؤں بندھے ہوئے ہیں۔ ان بندھنوں کو دور کر دے تاکہ نجات کی صورت پیدا ہو۔

آپ نے ۱۸۳ھ میں وفات پائی۔

حضرت شقیق بن ابراہیم بلخی رحمۃ اللہ علیہ

کنیت ابو علی ہے۔ بلخ آپ کا وطن ہے۔ صاحب کمالات بزرگ تھے اور اپنے وقت کے امام خیال کیے جاتے تھے۔ حضرت موسیٰ کاظمؒ سے ملاقات کا شرف حاصل تھا سلطان ابراہیم بن ادھم بلخیؒ کی ہم نشینی کا اعزاز بھی حاصل تھا۔ حنفی المذہب شیخ تھے۔ آپ نے ایک دن سلطان ابراہیم بن ادھم بلخیؒ سے دریافت کیا کہ آپ کی معاشی زندگی کے انداز اور طور طریق کیا ہیں؟ انہوں نے فرمایا، کچھ مل جاتا ہے تو شکر اور نہیں ملتا تو صبر، آپ نے فرمایا کہ خراسان کے رہنے والے بھی اسی طریق پر کاربند ہیں سلطان ابراہیمؒ نے آپ سے پوچھا کہ آپ کا کیا طریق ہے، آپ نے فرمایا جب کچھ ملتا ہے تو ایثار کا شیوہ اختیار کرتا ہوں اور نہیں ملتا تو شکر کرتا ہوں، سلطان نے آپ کی پیشانی پر بوسہ دیا اور فرمایا، بے شک آپ بڑھے ہوئے ہیں۔

ایک دفعہ ایک شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہوا، اور یہ عرض کیا حضرت! میں نے حد درجہ معاصی کا ارتکاب کیا ہے

اب میں توبہ کرنا چاہتا ہوں، آپ نے فرمایا تو نے آنے میں بڑی تاخیر کی، اس نے عرض کیا، نہیں حضرت! میں نے تو عجلت سے کام لیا ہے دریافت فرمایا اس کی دلیل اور اس کی علت عرض کیا، جو شخص موت سے پہلے توبہ کرلے اگرچہ اس نے یہ کام دیر میں کیا ہے لیکن پھر اس نے جلدی کی ہے۔ شیخ نے فرمایا، تین چیزیں فقر و سلوک کی خصوصیات ہیں۔ فراغت دل، حساب میں نرمی، نفس کی راحت اور تین ہی چیزیں دولت مندوں کی خصوصیات میں داخل ہیں۔ رنج تن، شغل دل اور حساب کی سختی۔ آپ نے ۱۹۴ھ میں شہادت پائی۔ ختلان میں آپ کی آرام گاہ ہے۔

حضرت شیخ یوسف اسباطؒ

ظاہری و باطنی علوم میں آپ کا پایہ بہت بلند تھا۔ صاحب کشف و شہود بزرگ تھے، تجرید و توکل آپ کا شیوہ تھا۔ حضرت شیخ فریدالدین عطارؒ نے آپ کو تابعین کے زمرہ میں شمار کیا ہے۔

روایت ہے کہ آپ نے ستّر ہزار درہم خیرات میں پائے تھے لیکن اپنے اوپر آپ نے ان میں سے ایک درہم بھی صرف نہیں کیا، ساری کی ساری رقم فقرا و مساکین پر تقسیم کر دی۔ کھجور کے پتوں کی رسّی بٹتے تھے اور اس کی اُجرت سے اپنی غذا مہیّا کرتے تھے۔

آپ نے ۱۹۶ھ میں وفات پائی۔

حضرت ابو سلیمان دارانیؒ

عبدالرحمٰن بن احمد بن عطیہؒ اسم گرامی ہے۔ شام کے متقدمین اولیائے کرام میں سے ہیں۔ زہد و تقویٰ میں یگانہ و فرد مانے جاتے تھے۔ داران دمشق کے مضافات میں سے ایک گاؤں کا نام ہے۔ آپ سے کسی شخص نے پوچھا کہ معرفت کی حقیقت کیا ہے۔ جواب میں ارشاد فرمایا کسی ایک کے سوائے اور کسی کی طلب دل میں نہ ہو۔

آپ نے ۲۱۵ھ میں وفات پائی۔ موضع داران میں آپ کی آرام گاہ ہے۔

حضرت شیخ بشر مریسیؒ

غیاث آپ کے والد ماجد کا اسم شریف ہے اور وہ زید بن الخطاب کے مولیٰ تھے۔ متقدمین میں شمار کیے جاتے ہیں۔ مریس آپ کا مقام ولادت اور زاد بوم ہے۔ یہ مقام مصر کے مضافات میں ایک گاؤں ہے۔ آپ کا ارشاد ہے کہ جس

دل میں دنیا اپنا نشیمن بنا لیتی ہے، اس دل سے آخرت اپنی رخت سفر باندھ لیتی ہے۔ آپ نے ایک دفعہ فرمایا کہ تاوقتیکہ کتاب وسنت کی روشنی میں مجھے دو معتبر اور ثقہ اشخاص کی شہادت نہ ملے مجھ پر اس گروہ کی کسی بات کا اثر نہیں ہوتا۔ آپ نے فرمایا۔ جملہ اعمال میں بہترین عمل وہ ہے جو خواہش نفس کی پامالی کی جانب میلان رکھتا ہو ـــــ آپ کی وفات ذی الحجہ میں ۲۱۸ھ کو ہوئی۔ ایک دوسری روایت سے سنہ وفات ۲۱۹ھ ثابت ہے۔

حضرت شیخ فتح بن علی موصلیؒ

آپ موصل کے باشندے ہیں اور یہاں کے اولیائے کبار میں آپ کا شمار ہوتا ہے۔ آپ تیس بزرگانِ دین کی صحبت سے فیضیاب ہوئے۔ ان میں سے ہر ایک اپنے وقت کا ابدال تھا۔ آپ نے فرمایا کہ جب میں پہلی بار عبداللہ بن رحیقؒ سے ملا تو آپ نے فرمایا، اے خراسانی! چار چیزیں میرے سامنے ہیں۔ آنکھ، زبان، دل اور ہوا۔ آنکھ کسی ایسے مقام پر نہ پڑے جو مناسب نہیں۔ زبان سے ایسی بات نہ نکال کہ جو تیرے دل میں نہیں ہے اور خدا کو اس کا علم ہے۔ خیانت اور تکبّر سے دل کی نگہداشت کر۔ نفس کی خواہش اور مانگ پر کڑی نظر رکھ اس سے کسی چیز کا مطالبہ نہ کر۔ اگر یہ چاروں چیزیں اس شان کی نہ ہوں تو سر پر خاک ڈال کہ وہ پھر تیرے لئے حرماں نصیبی کا موجب ہیں۔

آپ نے بروز عید اضحیٰ ۲۲۰ھ کو وفات پائی۔ بیان کیا جاتا ہے کہ عید کے دن جب آپ نے لوگوں کو قربانی کرتے ہوئے دیکھا تو فرمایا، اے خدا تو جانتا ہے کہ میرے پاس کچھ نہیں ہے کہ میں تیری راہ میں اس کی قربانی دوں۔ میں یہ کر سکتا ہوں۔ انگلی اپنے حلقوم پر رکھی۔ اور گر پڑے لوگوں نے بڑھ کر اٹھایا تو دیکھا کہ آپ کی روح پرواز کر چکی تھی۔ ایک سبز رنگ کی لکیر آپ کے حلقوم پر تھی۔

حضرت شیخ بشر حافیؒ

ابو نصر آپ کی کنیت ہے۔ آپ کے والد ماجد کا اسم شریف حارث بن عبدالرحمٰن بن عطا بن ہامان بن عبداللہ ہے۔ مرو کے قدیم باشندے ہیں مشایخ متقدمین میں آپ کا شمار ہوتا ہے۔ آپ کا مقام بلند تھا اور بے شمار کرامات آپ سے ظہور میں آئیں۔ آپ کا قیام زیادہ تر بغداد میں رہا۔ عراق کے اوتاد میں سے تھے۔ آپ اپنے ماموں علی خشرمؒ کے مریدین میں سے تھے۔ امام احمد بن حنبلؒ اور فضیل بن عیاضؒ کی صحبت میں نشست و برخاست تھی۔ بیان کیا جاتا ہے کہ جب تک آپ زندہ رہے بغداد کے راستے میں کسی چوپایہ نے گوبر اور کسی پرندہ نے بیٹ نہیں کی اور یہ اس لئے کہ آپ بالعموم برہنہ پا رہتے تھے

ایک دن کسی چوپائے نے راستے میں گوبر کر دیا تو عام طور پر یہی سمجھا گیا کہ بشر حافی انتقال فرما گئے ہیں جب اس معاملہ کی تحقیق کی گئی تو اندیشہ کی تصدیق ہو گئی۔

روایات میں آیا ہے کہ آپ نے خواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی۔ انہوں نے فرمایا، اے بشر! تجھے علم ہے کہ خدا نے تجھے اپنا محبوب کیوں بنا لیا ہے اور معاصرین میں تیرا مقام بلند کیوں ہے، عرض کیا مجھے علم نہیں، فرمایا اس کی وجہ یہ ہے کہ تم میری سنت پر عمل پیرا ہو۔ اور جو صالحین ہیں ان کا دل سے احترام کرتے ہو۔ اپنے بھائیوں کو راہ راست پر لانے کی کوشش کرتے ہو تمہیں مجھ سے اور میرے اہل بیت سے بھی محبت ہے۔

ابن کثیر شامی کی روایت کے بموجب آپ بغداد میں ۱۵۰ھ میں متولد ہوئے۔ آپ نے بروز چہار شنبہ ۱۰ محرم ۲۲۷ھ کو رحلت فرمائی۔ آپ کا مزار بغداد کے بیرونی حصے میں واقع ہے جب آپ نے رحلت فرمائی تو آپ کے مکان سے لوگوں نے جنات کے رونے کی آواز سنی۔ وصال کے بعد لوگوں نے آپ کو خواب میں دیکھا، آپ سے پوچھا گیا کہ خدا نے آپ کے ساتھ کیا سلوک کیا فرمایا بخش دیا مجھے بھی اور انہیں بھی جو میرے جنازہ میں شریک تھے اور انہیں بھی جو قیامت تک مجھ سے تعلق خاطر اور دوستی رکھیں گے۔

حضرت شیخ احمد بن الحواریؒ

کنیت ابوالحسن ہے اور وطن مالوف دمشق۔ آپ حضرت ابو سلیمان دارانیؒ کے مرید با صفا ہیں۔ آپ کے والد ماجد بھی بڑے عابد و زاہد تھے آپ کا خاندان "ایں خانہ ہمہ آفتاب است" کا مصداق تھا۔ آپ کا شمار مشائخ کبار میں ہوتا ہے۔

روایت یہ ہے کہ آپ نے اپنے پیشوا سے یہ عہد کیا تھا کہ آپ کبھی ان کے احکام کی خلاف ورزی نہیں کریں گے۔ ایک دن اپنے شیخ کی مجلس میں حاضر ہوئے اور عرض کیا۔ تنور گرم ہے اس کے بارے میں کیا ارشاد ہے حضرت شیخ نے کوئی جواب نہیں دیا آپ نے تین بار کہا حضرت ابو سلیمانؒ نے بار بار کی گفتگو سے تنگ آکر فرمایا۔ جاؤ اور وہاں بیٹھو۔ حضرت ابو سلیمانؒ تھوڑی دیر اپنے کسی خیال میں محو رہے پھر یاد آیا کہ میں نے احمد سے کہا تھا، فرمایا، احمد کو دیکھو وہ کہاں ہیں۔ تنور پر گئے تھے جب آپ کو تلاش کیا گیا تو آپ تنور کے اندر موجود ہوں گے ایک بال بھی آگ میں نہ جلا تھا۔

آپ کی وفات ۲۳۰ھ کو ہوئی۔

حضرت حاتم بن عنوان اصمؒ

ابو عبدالرحمن کنیت ہے۔ قدیم وطن بلخ ہے، حنفی المذہب تھے حضرت شیخ شفیق بلخیؒ کے مریدوں میں آپ کا شمار ہوتا ہے ظاہری و باطنی علوم پر گہری نظر رکھتے تھے۔ آپ کو جو اصم (بہرا) کہتے ہیں اس کی حقیقت یہ ہے کہ آپ بہرے نہ تھے کسی حکمت سے آپ بہرے بن گئے تھے۔ ایک دفعہ ایک ضعیفہ آپ سے بات کر رہی تھی۔ باتیں کرتے کرتے آپ اس سے کچھ پرے ہٹ گئے۔ یہ احساس مٹانے کے لئے کہ آپ نے اس کی بات کیوں نہیں سنی، بولے کہ ذرا بلند آواز سے بولو۔ میری سمجھ میں کوئی بات نہیں آتی۔ گویا آپ اپنے طرز عمل سے یہ ثابت کر دیا کہ آپ گراں گوش ہیں اس سے ضعیفہ کو بڑی خوشی ہوئی۔ رفتہ رفتہ آپ کا لقب اصم مشہور ہو گیا۔

ایک دفعہ آپ کہیں سفر پر تھے کسی نے اس اثنا میں آپ سے نصیحت کی درخواست کی، فرمایا اگر حامی و ناصر کی آرزو ہے تو خدا کافی ہے اگر ہمراہیوں کی جستجو ہے تو کراماً کاتبین کفایت کرتے ہیں اگر عبرت کی ضرورت ہے تو اس کے لئے دنیا کافی ہے اگر مونس کی خواہش ہے تو قرآن حکیم سے زیادہ بہتر مونس کون ہوگا۔ اگر کام چاہیئے تو عبادت الٰہی سے شغل رکھو کیونکہ اس سے بڑا اور کوئی کام نہیں اگر وعظ چاہتے ہو تو موت کافی ہے اگر جو کچھ میں نے کہا، یہ ناپسند ہے تو پھر دوزخ کافی ہے ــــــ آپ نے فرمایا کہ شہوت کی تین قسمیں ہیں، ایک کھانے کی خواہش، دوسری بول چال کی خواہش اور تیسرے دیکھنے کی خواہش، لہٰذا اپنی حفاظت کرو اور خدا پر بھروسہ رکھو۔ زبان سے سچ بولنے اور آنکھ سے عبرت کے ساتھ دیکھنے کی عادت ڈالو۔

آپ کی وفات ۲۳۷ھ کو بلخ کے نواح میں بمقام موضع ہجر واقع ہے۔

حضرت شیخ احمد بن خضرویہؒ

کنیت ابو حامد ہے۔ آپ بلخ کے باشندے تھے۔ حضرت حاتم اصمؒ کے مریدین میں آپ کا شمار تھا۔ خراسانی مشائخ میں سے ہیں۔ سلطان ابراہیم بن ادھم بلخیؒ، حضرت شیخ بایزید بسطامیؒ، ابو تراب نخشبیؒ اور ابو حفص حدادؒ سے آپ کو ملاقات کا شرف حاصل تھا آپ کا تعلق گروہ ملامتیہ سے تھا۔ شیخ احمد خضرویہؒ کا ارشاد ہے کہ جو شخص درویشوں کی خدمت میں ہمہ تن منہمک رہے گا تین باتوں میں ممتاز ہوگا۔ تواضع، حسن ادب اور سخاوت، نیز آپ نے فرمایا، خواب غفلت سے زیادہ گراں کوئی خواب نہیں۔ آپ کی وفات ۲۴۰ھ میں ہوئی آپ نے ۹۵ سال کی عمر پائی۔ مزار بلخ میں ہے۔

حضرت ابو العباس شیخ محمد بن حارث بن اسد محاسبیؒ

ہرات کے متقدمین مشایخ میں سے ہیں۔ آپ بڑے مستجاب الدعوات تھے آپ نے فرمایا جس شخص کو اولیاء اللہ کی صحبت سے کوئی فیض اور کوئی منفعت حاصل نہ ہو اس پر کوئی نصیحت کارگر نہیں ہوتی۔

آپ کی وفات ۲۴۱ھ میں ہوئی۔

حضرت شیخ ذو النون مصریؒ

کنیت ابو عبد اللہ ہے۔ بصرہ آپ کا قدیم وطن تھا متقدمین اولیاء اللہ میں آپ کا شمار ہوتا ہے۔ اولیاء اللہ آپ کی صحبت سے فیضیاب ہوتے تھے۔

روایات میں آیا ہے کہ چالیس سال تک رات دن کے مشاغل کا یہ عالم رہا کہ آپ نے دیوار تک کا سہارا تک نہیں لیا۔ دوزانو بیٹھے رہے اس کے علاوہ کوئی اور نشست بھی اختیار نہیں کی۔ آپ سے کسی نے دریافت کیا کہ آپ اتنی ریاضت اور محنت شاقہ کیوں کرتے ہیں فرمایا کہ مجھے شرم محسوس ہوتی ہے کہ میں خدا کے حضور بندوں کی طرح نہ بیٹھوں۔ محاسبہ کا طریق آپ کی جانب منسوب ہے آپ کی تمام گفتگو توحید و تجرید کے موضوع پر ہوتی آپ کا مذہب و مشرب شیوۂ تسلیم و رضا تھا۔

آپ نے سنہ ۲۴۵ھ میں بمقام بغداد شریف رحلت فرمائی۔ ایک روایت میں کہا گیا ہے کہ حضرت ذو النون مصریؒ کی کنیت ابو الفیض تھی اور آپ کا اسم گرامی ثوبان بن ابراہیم آپ کا اصل وطن اخمیم (مصر) ہے۔ امام مالک کے شاگردوں میں آپ کا شمار تھا اور حضرت اسرافیل کے مریدوں میں سے تھے۔ آپ بلند پایہ شیوخ میں شمار کیے جاتے ہیں۔ سرگروہ اہل ملامت تھے۔ مجاہدہ و ریاضت آپ کا شیوہ اور کشف و کرامات آپ کا مقدس شغل تھا۔ توحید و تجرید میں یکتائے روزگار اور وحید العصر تھے۔ عارف باکمال تھے۔ جب تک آپ زندہ رہے اپنے آپ کو کچھ اس انداز میں مخفی رکھا کہ کسی پر آپ کے مقام کا راز نہ کھل سکا۔ کشف و کرامات میں آپ کی شہرت تھی اتنی کرامات کا آپ سے ظہور ہوا کہ احاطۂ بیان میں نہیں آسکتیں۔

ایک دفعہ آپ ایک جماعت کے ہمراہ ایک کشتی میں سوار ہوئے اہل کشتی میں سے کسی کا موتی گم ہو گیا سب نے آپ پر شبہ کا اظہار کیا صرف یہی نہیں بلکہ آپ کو طرح طرح کی اذیتیں بھی دیں اور برا بھلا بھی کہا۔ جب معاملہ انتہا کو پہنچ گیا تو آپ نے خدا کی بارگاہ میں عرض کیا بار الٰہا تو جانتا ہے کہ میں نے اس کا موتی نہیں لیا زبان سے یہ کہنا تھا کہ ہزاروں مچھلیوں نے دریا سے باہر اپنے سر نکالے اور ان میں سے ہر ایک کے منہ میں ایک ایک موتی تھا۔ آپ نے ان میں سے ایک موتی اس شخص کے حوالے

کر دیا۔ اہل کشتی نے جب یہ نقشہ دیکھا تو آپ کے قدموں میں گر پڑے اور سب نے اپنی زیادتیوں کی معذرت چاہی یہ روایت صاحب کشف المحجوب نے حضرت ذوالنون مصریؒ کی زبانی نقل کی ہے۔

آپ نے فرمایا جب بھی میں نے پیٹ بھر کے کھانا کھایا تو مجھ سے خدا کی نافرمانی کا جرم ضرور سرزد ہوا یا کم سے کم اس کی نافرمانی کا قصد میں نے ضرور کیا جب آپ نماز میں مشغول ہوتے تو عرض کرتے خدایا! کن پیروں سے تیری بارگاہ میں حاضری دوں، ایسی زبان کہاں سے لاؤں جو تیرا راز بیان کرے ایسی آنکھ کہاں سے حاصل کروں جو تیرے قبلہ کا نظارہ کر سکے۔ کس زبان سے تیرا نام لوں۔ خدایا! میں تہیدستی اور بے سروسامانی کے عالم میں تیری بارگاہ میں حاضر ہوا ہوں۔ آپ نے فرمایا، راہ راست پر وہ ہے جس کے دل میں خوف خدا ہے جب خدا کا ڈر ہی دل سے جاتا رہا تو پھر راستے سے قدم ہٹ جاتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ درویش کی شان یہ ہے کہ وہ کسی کے بدل جانے سے اپنے اندر تبدیلی نہیں آنے دیتا آپ نے فرمایا اس پیٹ میں معرفت ہرگز نہیں ٹھہرتی جو ہر وقت کھانے سے بھرا رہے نیز آپ نے فرمایا عوام گناہوں سے توبہ کرتے ہیں اور خواص غفلت سے۔ آپ نے فرمایا کہ خدا کی محبت کی علامت اور اس کا نشان یہ ہے کہ تو خدا کے حبیب کی اتباع، اخلاق و افعال اور اوامر و نواہی میں کرتا رہے۔

حضرت شیخ سے کسی نے دریافت کیا کہ لوگوں میں سب سے زیادہ متقی اور پرہیزگار کون ہے فرمایا کہ جو اپنی زبان پر قابو رکھے کسی نے دریافت کیا کہ توکل کی شناخت کیا ہے فرمایا مخلوقات سے طمع نہ رکھی جائے۔ دریافت کیا گیا کہ سب سے زیادہ مغموم کون رہتا ہے، فرمایا وہ جس کی عادت میں نقص اور اخلاق میں کوتاہی ہو۔ آپ سے دریافت کیا گیا کہ دنیا کسے کہتے ہیں، فرمایا کہ جو تجھے خدا سے غافل کر دے وہی تیری دنیا ہے۔ پوچھا گیا کہ کمینہ کسے کہتے ہیں، فرمایا جو خدا کی راہ نہ پہچانے اور نہ کسی دوسرے سے دریافت کرے ——— شیخ نے فرمایا، اے مرید! علما سے ملو تو جاہل بنے رہو، یعنی اپنے اسرار ان پر ظاہر نہ ہونے دو زاہد سے ملو تو رغبت و میلان کا اظہار کرو تاکہ تمہیں اپنی جانب راغب دیکھ کر اپنی عبادات سے تم کو بہرہ مند کریں، اہل معرفت کے حضور میں خاموشی بہتر ہے۔ عارف سے زیادہ بول چال درست نہیں ہے۔

آپ نے ۲۸ شعبان ۲۰۵ھ کو وفات پائی۔

روایت ہے کہ جب آپ کا وصال ہوا تو سات اشخاص نے خواب میں آپ کی زیارت کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خدا کا دوست ذوالنون آرہا ہے میں اس کے خیر مقدم کے لیے آیا ہوں جب آپ کا جنازہ لے جا رہے تھے، اتنی کثرت سے پرندے اپنے پر مارتے تھے کہ ان کا سایہ سب کو گھیر لیتا۔ اس قسم کے پرندے کبھی دیکھنے میں نہیں آئے تھے جیسے آپ کے جنازہ میں دیکھنے میں آئے، سیکڑوں اشخاص جو آپ سے عقیدت رکھتے تھے اپنے افعال قبیحہ سے تائب ہو گئے۔

آپ کا مزار مصر میں ہے آپ کے مزار پر یہ عبارت ایسے خط میں مرقوم ہے جو کسی انسان کی تحریر نہیں معلوم ہوتی

ذوالنون حبیب اللہ من الشوق قتیل اللہ

بعض بدعقیدہ اور بدطینت اشخاص نے یہ عبارت مٹا ڈالی لیکن پھر بھی اس کے نقوش اجاگر ہی رہے ہیں۔

حضرت شیخ ابوتراب نخشبی رح

آپ کا اسم گرامی عسکر بن الحصین ہے ایک دوسری روایت میں یہ نام عسکر بن محمد بن الحصین ہے آپ خراسان کے بلند پایہ مشایخ میں سے تھے آپ ابوحاتم عطار بصریؒ اور حاتم اصمؒ کی صحبت سے فیضیاب ہوئے ہیں۔ آپ نے کافی سیاحت کی ہے۔ آپ کا ارشاد ہے کہ توکل کی شان یہ ہے کہ تو اپنے آپ کو عبودیت کے سمندر میں ڈال دے اور اپنا دل خدا سے لگائے رکھ اگر ملے تو خدا کا شکر ادا کر اور اگر کچھ نہ ملے تو شیوۂ صبر اختیار کر نیز آپ نے فرمایا کہ دل کی صلاح کے لئے عبادت سے زیادہ مفید اور کوئی شے نہیں ہے ؎

عبیر خلد گردد دامن تو　　　غبار یکہ ز دلہا رفتہ باشی

آپ نے ۱۴ جمادی الاول ۲۴۵ھ کو رحلت فرمائی۔ بصرہ کے جنگل میں آپ کا وصال ہوا کچھ عرصہ کے بعد وہاں ایک جماعت پہنچی دیکھا کہ آپ قبلہ رو کھڑے ہوئے ہیں جسم سوکھ گیا ہے ہاتھ میں عصا لیا ہوا ہے۔ پہاڑ کا درّہ سامنے ہے اور کسی درندہ نے آپ کو نقصان نہیں پہنچایا ہے۔

حضرت شیخ ابراہیم بن عیسیٰ رح

اصفہان آپ کا وطن ہے۔ حضرت معروف کرخیؒ کی صحبت سے فیضیاب ہوئے ہیں۔ متقدمین میں آپ کا شمار ہوتا ہے۔ صاحب کشف و مشہور بزرگ تھے۔ آپ کا ارشاد ہے کہ اگر تم کسی ولی اللہ کو پہچاننا چاہتے ہو تو ھو الاول والآخر والظاھر والباطن وھو بکل شیء علیم کا ورد کرو۔

آپ کی وفات ۲۴۷ھ میں ہوئی۔

حضرت شیخ زکریا بن یحییٰ الہروی رح

متقدمین اولیائے کرامؒ میں آپ مستجاب الدعوات تھے۔ امام احمد بن حنبلؒ کا ارشاد ہے کہ زکریا ہروی ابدال میں سے

تھے۔ آپ نے ماہ رجب میں بمقام ہرات ۲۵۵ھ میں وفات پائی۔

حضرت شیخ ابو عبداللہ السجزی ؒ

خراسان کے مشائخ کبار میں آپ کا شمار ہوتا ہے۔ امام ابو حفص ؒ کی صحبت سے فیضیاب ہوئے کئی بار آپ نے پا پیادہ سفر کیا کسی نے آپ سے کہا کہ میرے پاس ایک سرخ دینار ہے۔ آپ کو پیش کرنا چاہتا ہوں۔ آپ اس سلسلہ میں کیا ارشاد فرماتے ہیں فرمایا اگر دو گے تمہارے حق میں بہتر ہے اور اگر نہ دو گے تو میرے لئے اس میں بہتری ہے۔ آپ نے ۲۵۵ھ میں رحلت فرمائی۔

حضرت شیخ محمد بن علی حکیم ترمذی ؒ

آپ کی کنیت ابو عبداللہ ہے سلسلۂ حکیمیہ آپ ہی سے نسبت رکھتا ہے آپ جو گفتگو فرماتے تھے اس سے ولایت کا اثبات ہوتا تھا۔ اوّلین و متقدمین میں آپ کا شمار ہوتا ہے۔ اصحاب تصانیف میں سے تھے۔ فن حدیث میں آپ کا مقام بلند اور استنادی حیثیت رکھتا تھا۔ امام اعظم ؒ کے خاص الخاص احباب کے زمرہ میں شامل تھے حضرت خضر علیہ السلام سے بھی آپ کی ملاقاتیں ہوئی ہیں۔ ہر شنبہ کو حضرت خضر علیہ السلام سے آپ کی ملاقات ہوتی تھی اور ایک دوسرے میں تبادلہ خیالات بھی ہوتا تھا۔

بیان کیا جاتا ہے کہ ایک دفعہ آپ نے اپنی جملہ تصانیف دریا برد کر دیں لیکن حضرت خضر علیہ السلام نے انہیں صحیح سالم پھر دریا سے نکال کر ان کے پاس لا رکھا اور فرمایا کہ بہتر ہے، آپ ان سے شغل رکھیں آپ کا ارشاد ہے کہ سو بھوکے شیر بکریوں کے ریوڑ میں گھس کر جتنا خون خرابہ کرتے ہیں اس سے کہیں زیادہ نقصان ایک ساعت میں شیطان کر دیتا ہے اور اس سے بھی زیادہ نقصان شیطان سے ایک ساعت میں پہنچتا ہے۔

روایات میں آیا ہے کہ آپ جوانی میں بڑے حسین و جمیل تھے ایک حسینہ نے آپ کو اپنی طرف راغب کرنا چاہا لیکن آپ نے اس کی طرف کوئی دھیان نہیں دیا۔ ایک مرتبہ اس عورت کو علم ہوا کہ آپ باغ میں تشریف رکھتے ہیں چنانچہ یہ عورت خوب بن سنور کر باغ میں پہنچی آپ نے اسے دیکھ کر وہاں سے راہ فرار اختیار کی۔ اس عورت نے بھی دوڑ کر آپ کا تعاقب کیا لیکن آپ نے اس کی طرف مطلق کوئی توجہ نہیں فرمائی۔ مدّت کے بعد جب بڑھاپا آگیا تو آپ کو یہ واقعہ یاد آگیا اور دل میں خطرہ گزرا کہ اگر میں اس عورت کی خواہش پوری کر دیتا تو اس میں کیا قباحت تھی۔ بعد میں توبہ کر لیتا اس خیال

پر آپ نے غمزدہ ہو کر نفس سے خطاب کیا، ارے خبیث! عہدِ شباب میں یہ خیال نہ آیا، اب اتنی ریاضت و مجاہدے کے بعد پشیمانی سے کیا حاصل؟ یہ خیال آتے پر آپ نے تین دن تک ماتم کیا اور اسی صدمہ میں مبتلا رہے۔ تین دن کے بعد آپ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں زیارت کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے محمدؒ! تم ملول نہ ہو۔ یہ خطرہ اس بنا پر نہیں تھا کہ تم منزل سلوک پر گامزن ہو بلکہ اس لیے تھا کہ جوانی میں تم ہمارے عہد کے زیادہ قریب تھے اور اب اس پر چالیس بہاریں بیت چکی ہیں دنیا سے دور ہمارا زمانہ ہوتا جارہا ہے اور ہم دنیا سے دور ہوتے جارہے ہیں، تم سے کوئی غلطی سرزد نہیں ہوئی ہے اور نہ آج کل تمہیں ان خطرات کی بنا پر قصوروار کیا جاسکتا ہے۔ جو کچھ تم نے دیکھا ہے ہماری جدائی کی مدّت دراز ہونے کے باعث ہے۔

اس بات سے یہ سمجھنا چاہیئے کہ آج ۱۴۰۲ھ ہے ہمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد سے کتنی دوری ہوگئی ہے اس کا اثر ہے کہ ہمارے دلوں، نیتّوں اور ارادوں میں کتنا فرق آگیا ہے۔

آپ نے ۲۵۵ھ میں وفات پائی

حضرت شیخ یحییٰ بن معاذ الرازیؒ

کنیت ابوزکریا اور لقب واعظ ہے۔ آپ کے بارے میں بعض مشایخ کبار کا بیان ہے کہ یحییٰ خدا کے ایک پیغمبر بھی گزرے ہیں اور ایک ولی بھی خلفائے راشدین کے بعد منبر کی زینت آپ ہی کی ذات بنی۔ آپ سے کسی نے کہا، کچھ لوگ یہ کہتے ہیں کہ اب ہم اس مقام تک آپہنچے ہیں جہاں نماز کی ضرورت باقی نہیں رہتی آپ نے ان سے یہ فرمایا کہ جس مقام تک تم لوگ آپہنچے ہو وہ دوزخ ہے۔

ایک دن کا آپ کا اپنے بھائی کی معیت میں ایک گاؤں سے گزر ہوا۔ آپ کے بھائی نے کہا، دیکھئے یہ گاؤں کیسا اچھا ہے! آپ نے فرمایا کہ اس سے زیادہ بہتر وہ دل ہے جس میں اس گاؤں کی محبت کی چمک نہیں ہے۔ آپ نے یہ بھی فرمایا کہ لوگوں سے زیادہ باتیں نہ کیا کرو، زیادہ باتیں خدا سے ہونی چاہئیں۔ یہ بھی آپ کا ارشاد ہے کہ توبہ کے بعد جو گناہ بھی کیا جائے وہ اس گناہ سے ستر گنا زیادہ سنگین ہے جس کا ارتکاب توبہ سے پہلے ہو۔ آپ نے فرمایا کہ اولیاء اللہ کی تین خصلتیں ہیں، ہر معاملے میں خدا پر بھروسہ، سب سے بے نیازی اور ہر معاملے میں اسی کی جانب رجوع۔ آپ نے فرمایا کہ ہم نشیں وہ ہیں جو اپنی ذات و صفات کے اعتبار سے صدیق ہوں۔

کسی نے آپ سے دریافت کیا محبت کی شناخت کیا ہے؟ فرمایا وہ کہ جس میں نیکی اور بھلائی سے اضافہ نہ ہو اور

جفا کے سبب کوئی کمی نہ آنے پائے۔ کسی نے آپ سے نصیحت کی درخواست کی فرمایا جب میرا نفس خود اس کی پروا نہ کرے تو دوسروں پر اس کا کیا اثر ہو سکتا ہے۔ فرمایا کہ اے خدا مجھے یہ بات پسند ہے کہ میں تجھ سے محبت کرتا ہوں اس کے باوجود کہ تو بے نیاز ہے۔ جب کہ میں محتاج ہوں، میں تجھے کیسے نہ چاہوں۔ فرمایا اگر میں گناہ سے باز نہ آ سکوں تو اے پروردگار تو گناہوں سے درگزر کرنے پر قدرت رکھتا ہے نیز فرمایا خدایا میرے پاس کوئی ایسا عمل نہیں ہے جو جنت میں جانے کا موجب ہو اور میرے اندر یہ طاقت نہیں ہے کہ میں دوزخ کا رُخ کر دوں بس معاملہ اگر کچھ ہے تو تیرے رحم و کرم پر ہے۔

آپ کی وفات سنہ ۲۵۵ھ میں ہوئی۔ نیشاپور کے گورستان معمر میں آپ کا مزار ہے۔

حضرت شیخ ابو حفص حدادؒ

آپ کا اسم مبارک عمرو بن مسلم ہے۔ نیشاپور سے نسبت توطن رکھتے ہیں اپنے زمانے کے مشایخ کبار میں تھے سرگروہ اہل ملامت شیخ عبداللہ باوردیؒ کے مرید اور شیخ ابو عثمان حیریؒ کے استاد تھے۔

حضرت شیخ علی بن موفق بغدادیؒ

آپ سرزمین عراق کے مشایخ کبار میں سے ہیں حضرت ذوالنون مصریؒ کا آپ کو شرف ملاقات حاصل تھا۔ آپ نے اکثر سیر و سیاحت کی ہے۔ ستر کے قریب حج کئے ہیں۔ ایک دفعہ حج بیت اللہ سے فراغت کے بعد اپنے نفس سے احساس ندامت کے ساتھ یہ فرمایا ہے تھے۔ آمد و رفت کا سلسلہ جاری ہے لیکن نہ دل کو اطمینان ہوتا ہے اور نہ وقت قاعدے صرف ہوتا ہے خدا معلوم میں کس گنتی اور کس شمار میں ہوں آپ کو اسی رات اللہ تعالےٰ کی خواب میں زیارت ہوئی۔ اللہ تعالےٰ نے فرمایا، اے موفق! کیا تم کسی ایسے شخص کو اپنے گھر آنے کی دعوت دو گے جسے تم نہ بلانا چاہو اور نہ جس سے تم ملنا چاہو۔ اگر میں تمہیں پسند نہ کرتا تو کبھی تم کو اپنے گھر آنے کی دعوت نہ دیتا۔

بیان کیا جاتا ہے کہ آپ کو راستے میں ایک کاغذ کا پرزہ پڑا ہوا ملا آپ نے اسے اٹھا کر اپنی آستین میں رکھ لیا، تھوڑی دیر بعد آستین سے نکال کر دیکھا تو اس میں یہ تحریر تھا، اے ابن موفق! تجھے فقر سے اندیشہ ہے حالانکہ میں تیرا پروردگار ہوں۔ آپ نے ایک دفعہ فرمایا: اے خدا اگر میں تیری عبادت آتش دوزخ کے خوف سے کرتا ہوں تو تو مجھے دوزخ میں ڈال دے اور اگر جنت کی تمنا میں، میں نے تیری عبادت کی ہے تو مجھ پر جنت کے دروازے نہ کھول، ہاں البتہ اگر میں نے تیری محبت اور تیری خوشنودی کی خاطر تیری بندگی کی ہے تو دوسروں کے دل میں بھی اس کی تمنا پیدا کر اور پھر میرے ساتھ جو سلوک چاہے کر۔

آپ نے ۲۶۵ھ میں وفات پائی، باغ سفید کے قریب آپ کا مزار ہرات میں واقع ہے کہا جاتا ہے کہ شیخ الاسلام حضرت خواجہ عبداللہ انصاریؒ ہمیشہ وہاں حاضری دیتے اور سواری سے اتر کر مؤدب دو زانو بیٹھتے اور پھر لوٹ آتے۔

حضرت شیخ احمد بن وہبؒ

ابو جعفر آپ کی کنیت ہے بصرہ سے وطنی تعلق رکھتے ہیں آپ کا ارشاد ہے، جو شخص غذا کی طلب میں اٹھ کھڑا ہوتا ہے اسے صفت فقر چھین لی جاتی ہے۔ ۲۷۰ھ میں آپ نے رحلت فرمائی۔

حضرت شاہ شجاع کرمانیؒ

کنیت ابوالفوارس ہے آپ شاہی خاندان کے فرد تھے۔ حضرت ابو حفص حدادؒ کے مریدین میں شامل تھے اکثر مشائخ کرام کی صحبت سے آپ نے کسب فیض کیا ہے۔ ابوتراب نخشبی، ابو ذراع مصریؒ، اور ابو عبید مصریؒ جیسے اکابر مشائخ کی صحبت سے بہرہ یاب ہونے کے مواقع آپ کو ملتے رہے۔

روایات میں آیا ہے کہ آپ چالیس سال مسلسل محو خواب نہیں ہوئے۔ ایک بار آپ کو نیند آ گئی تو خواب میں اللہ تعالیٰ کی زیارت ہوئی۔ آنکھ کھلنے کے بعد پھر فوراً سو گئے۔ بعد میں آپ پر کچھ ایسا عالم گزرا کہ سوتے رہتے یا سونے کی کوشش میں رہتے۔ آپ نے فرمایا، صبر کی تین علامتیں ہیں، ترک شکایت، صدق رضا، اور رضا بالقضا۔ آپ نے ۲۷۰ھ میں وفات پائی۔

حضرت حمدون قصارؒ

ابو صالح کنیت ہے۔ آپ کے والد ماجد کا اسم گرامی عمارہ ہے سلسلۂ قصاریہ کی آپ سے نسبت ہے جو اس سلسلے میں اظہار و اعلان ہے۔ آپ سے متعدد کرامات کا ظہور ہوا، امام اہل ملامت مشہور ہیں۔ حضرت نوریؒ کے سالک پر کار بند تھے۔ حضرت ابوتراب نخشبیؒ، حضرت علی نصرآبادیؒ اور حضرت ابو حفصؒ ایسے مشائخ کی صحبت سے فیض یاب ہوئے۔ عراق میں آپ کے حالات و واقعات کا علم حضرت سہل بن عبداللہ تستریؒ کے ذریعہ سے لوگوں کو ہوا، حضرت جنید بغدادیؒ نے ایک دفعہ فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اگر کسی پیغمبر کی آمد کا امکان ہو سکتا تھا تو وہ حمدون قصارؒ ہو سکتے تھے۔ آپ نے فرمایا کہ اگر تو چاہتا ہے کہ تیرا راز کسی پر منکشف نہ ہو تو تجھے چاہیئے کہ تو اسے کسی پر منکشف نہ کر، نیز آپ کا ارشاد ہے کہ میں تمہیں دو باتوں کی نصیحت کرتا ہوں، علماء کی صحبت اختیار کرو اور جہلا کی صحبت سے اجتناب کرو۔ آپ نے فرمایا، توکل صرف خدا کی ذات

پر اعتماد کا نام ہے۔ آپ نے فرمایا کہ بہتر ہے کہ تم اپنے معاملات میں خدا پر توکل کرو توجہ و تدبیر میں اپنا وقت کبھی ضائع نہیں کرنا چاہیئے۔ سخاوت اور نیک مردی کے علاوہ اور کوئی نیک خصلت نہیں ہے۔ بخل اور کنجوسی سے زیادہ بری خصلت اور کوئی نہیں ہے آپ نے فرمایا کہ تواضع کی تعریف یہ ہے کہ تو دونوں جہاں میں کسی کو اپنا محتاج نہ سمجھے۔

آپ نے ۲۷۱ھ میں رحلت فرمائی۔ ہرات میں آپ کا مزار عالیہ ہے۔

حضرت شیخ فتح بن شجرف

کنیت ابو نصر ہے، مرد آپ کا وطن تھا، خراسانی مشایخ میں آپ کا شمار ہوتا تھا۔ جان کنی کے عالم میں آپ چپکے چپکے کچھ ارشاد فرما رہے تھے۔ لوگوں نے کان لگا کر سننے کی کوشش کی تو یہ سنا۔ الٰھی اشتد شوقی الیک فعجل قدومی علیک اے خدا! میں تیرا بہت زیادہ مشتاق ہو گیا ہوں تو مجھے جلد از جلد اپنے پاس بلا لے۔ جب آپ کی میت کو غسل دیا جا رہا تھا تو دیکھا کہ آپ کے پاؤں کی پنڈلی پر لکھا ہوا تھا الفتح للہ۔

آپ کی رحلت ۵ شعبان ۲۷۳ھ کو ہوئی۔ آپ کے جنازہ میں تیس ہزار اشخاص نے شرکت کی اور نماز جنازہ بھی ادا کی۔

حضرت شیخ ابو عبداللہ مختار

محمد بن احمد آپ کے والد ماجد کا اسم گرامی ہے۔ ہرات کے باشندے تھے۔ اور یہاں کے بلند پایہ مشایخ میں آپ کا شمار ہوتا ہے۔ شیخ ابو یعلیٰ بن مختار علوی حسینیؒ کے پیر و مرشد ہیں آپ نے فرمایا، اتنا کھانا کھاؤ جسے تم پچا سکو نہ کہ اس مقدار میں کہ وہ کھانا ہی تمہیں ہڑپ کر جائے۔ ڈھنگ سے کھاؤ گے نور ہی نور ہو جائے گا اور زیادہ کھایا تو دھواں ہی دھواں ہو گا۔

آپ کا وصال ۲۷۷ھ میں ہوا۔ مزار مبارک ہرات میں ہے۔

حضرت شیخ ابو عبداللہ مغربی

اسم گرامی محمد اسمٰعیل ہے۔ آپ حضرت ابراہیم خواصؒ اور ابراہیم شیبانی کرمان شاہی کے اساتذہ میں ہیں۔ حضرت شیخ ابو الحسن زرینؒ کے مریدوں میں آپ کا شمار ہوتا ہے۔ یہ موخر الذکر شیخ حضرت خواجہ حسن بصریؒ کے مرید حضرت خواجہ عبدالواحد بن زیدؒ کے مرید باصفا تھے۔ ایک مرتبہ آپ کوہ سینا پر باتیں کرتے تھے اور یہ الفاظ کہہ رہے تھے کہ بندہ! خدا سے اتنا قرب چاہتا ہے تو پیکر عجز و انکسار ہو جائے۔ پہاڑ کا پتھر ہل رہا تھا پھر ریزہ ریزہ ہو گیا —— آپ نے فر

جب کوئی کمینہ ترین انسان درویشی اختیار کر لیتا ہے تو دولت مندوں کی خوشامد پر اتر آتا ہے اور بڑے بڑے لوگوں کی تواضع اس کا مزاج بن جاتی ہے۔

آپ کی وفات ۲۷۹ھ میں ہوئی اور آپ نے ۱۲۰ سال کی عمر پائی۔ مزار مبارک کوہ سینا کی چوٹی پر واقع ہے۔

حضرت شیخ ابو عبداللہ الخاقانی الصوفیؒ

آپ کا شمار بغداد کے مشائخ کبار میں ہوتا ہے۔ آپ نے ۲۷۹ھ میں رحلت فرمائی۔

حضرت سہل بن عبداللہ تستریؒ

کنیت ابو محمد ہے۔ سنت میں حنفی المذہب تھے۔ حضرت ذوالنون مصریؒ کے مریدین میں آپ کا شمار ہوتا ہے۔ عراقی مشائخ میں آپ کا شمار ہوتا ہے۔ حقیقت اور شریعت کے اسرار کے محرم تھے۔ طریقہ سہلیہ آپ سے منسوب ہے۔ اس طریقہ کی بنیاد اجتہاد اور نفس کے مجاہدہ پر ہے۔ صاحب کشف المحجوب نے تحریر کیا ہے کہ حضرت سہل بن عبداللہ تستری جس روز متولد ہوئے روزہ دار تھے اور جس روز دنیا سے سدھارے اس روز بھی آپ کا روزہ تھا۔ آپ سے دریافت کیا گیا کہ بدبختی کی نشانی کیا ہے؟ فرمایا تجھے علم کی دولت ملے لیکن اس کے ساتھ عمل کی توفیق نہ ہو۔ عمل میں اخلاص نہ ہو۔ جو عمل بھی کرے رائیگاں جائے۔ ابرار و اخیار کی ملاقات اور صحبت میسر آئے لیکن ان کی باتوں پر کان دھرنے اور عمل کرنے کی توفیق نہ ہو۔ آپ نے فرمایا، رات دن میں ایک مرتبہ کھانا عقلمندوں کا شیوہ ہے، فرمایا جس کا پیٹ غذا سے خالی رہتا ہے شیطان اس کے قریب تک نہیں پھٹکتا۔ ارشاد فرمایا تمام بیماریوں کی جڑ بسیار خوری ہے۔ فرمایا جس وجد و حال کی شہادت کتاب و سنت سے نہ ہو وہ باطل ہے۔

آپ نے فرمایا جہالت سے زیادہ سنگین اور کوئی معصیت نہیں ہے۔ سب سے بڑی کرامت یہ ہے کہ اپنی بری عادتوں کو چھوڑ کر اچھی عادتیں اختیار کرو۔ خدا کی غفلت سے زیادہ اور کوئی معصیت نہیں ہے فرمایا کہ رات دن اور ہر لحظہ تیرے اوپر خدا کی عنایت ہوتی ہے۔ سب سے بڑا انعام یہ ہے کہ خدا تجھے اپنے ذکر کی توفیق بخشے۔ فرمایا خداوند قدوس سے زیادہ کوئی حامی و ناصر نہیں ہے اور کوئی دلیل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود سے بہتر نہیں ہے۔ تقویٰ و طہارت سے بڑھ کر کوئی توشہ نہیں ہے۔ صبر بہترین عمل ہے۔ فرمایا، کہ خداوند قدوس نے مخلوق کو پیدا فرمایا اور ان سے یہ پیغام دیا کہ مجھ سے اپنا بھید کہو اگر تم مجھ سے اپنے راز کا انکشاف نہیں کرو گے تو پھر مجھ سے تمہیں سروکار نہیں اگر اس پر عمل نہیں کرو گے

تو اپنی حاجات کا تجھ سے ذکر نہ کرو۔

آپ نے فرمایا جب تک نفس پر موت وارد نہ ہوگی، دل ہرگز زندہ نہ ہوگا۔ فرمایا تصوف نام ہے کم کھانے، ذکر خدا سے حصول لذت اور مخلوق سے بے تعلق کا۔ فرمایا کہ توکل کی شان یہ ہے کہ خواہ تیرے پاس کچھ ہو یا نہ ہو دونو حال میں تیرا قلب مطمئن رہے اور کسی کے آستانے پر نہ جائے فرمایا عبودیت راضی برضا رہنے کا نام ہے فرمایا نفس کی تین حالتیں ہیں۔ کفر، نفاق اور ریاکاری۔

آپ نے ماہ محرم ۲۸۲ھ میں وفات پائی۔ ۸۰ سال کی عمر پائی۔

روایات میں ہے کہ جب آپ کا جنازہ اُٹھ رہا تھا، کافی تعداد میں لوگ شریک تھے۔ ستر سال کا کھوسٹ کافر اور منکر اسلام یہ خبر سنکر اپنے گھر سے نکل کھڑا ہوا جنازہ میں شریک تھا اور اس کی زبان پر یہ فقرہ تھا کہ جنازہ میں مجھے جو کچھ نظر آتا ہے اسے تم نہیں دیکھ سکتے کسی نے دریافت کیا، کیا دیکھ رہے ہو۔ اس نے کہا کہ آسمان سے فرشتے نازل ہو رہے ہیں اور جنازہ سے لپٹے پڑتے ہیں۔ اس کرامت سے وہ مشرف بہ اسلام ہوگیا۔

حضرت شیخ ابو سعید خرازؒ

احمد بن عیسیٰ آپ کا اسم گرامی ہے خراز لقب تھا۔ اجداد کے باشندے تھے طریقہ خرازیہ آپ کی جانب منسوب ہے۔ آپ کا شمار متقدمین میں تھا۔ علم توحید اور اشارات وکنایات میں وحید عصر تھے۔ شیخ الاسلام نے فرمایا علم توحید سب آپ کے تابع فرمان تھے مشایخ میں سے کسی کو بھی میں آپ سے زیادہ بزرگ نہیں مانتا۔ اگر پیغمبری کا دروازہ بند نہ ہوتا تو خرازؒ پیغمبر ہوتے۔ آپ شیخ محمد بن منصور طوسیؒ کے مرید باصفا تھے اپنے مریدوں کی تربیت آپ اس انداز سے کرتے تھے کہ منجانب اللہ مامور معلوم ہوتے تھے۔ حضرت ذوالنون مصریؒ، سری سقطیؒ اور بشر حافی وغیرہم کی صحبتوں سے فیضیاب ہوئے۔

روایت ہے کہ ایک دفعہ آپ عرفات میں تھے۔ حجاج دعا اور تضرع میں مصروف تھے۔ آپ فرماتے ہیں کہ میرے دل میں بھی یہ خواہش پیدا ہوئی کہ دعا کے لئے ہاتھ اٹھاؤں پھر سوچا کہ ایسی کوئی چیز باقی بھی ہے جو اس نے مجھے نہ بخشی ہو دعا کروں تو کیا کروں۔ پھر جب میں آمادۂ دعا ہوا تو ہاتف غیبی نے کہا کہ وجود حق کے ماسوا جو چاہو، خدا سے طلب کرو۔ آپ نے فرمایا، کہ اپنے قیمتی وقت کو عزیز ترین چیز کے علاوہ اور کسی مصرف میں خرچ نہ کرو۔ آپ نے فرمایا کہ علم کی تعریف یہ ہے کہ تجھے علم کے ساتھ عمل کی توفیق نصیب ہو اور یقین یہ ہے کہ وہ تجھے اپنے قابو میں

لے۔ آپ کی وفات ۲۸۶ھ میں ہوئی۔ دوسری روایت میں ۲۸۵ھ یا ۲۸۷ھ میں یہ سانحہ پیش آیا۔ مزار مبارک مکہ مکرمہ میں واقع ہے۔

حضرت شیخ عباس بن حمزہ نیشاپوریؒ

کنیت ابوالفضل ہے۔ حضرت ذوالنون مصریؒ کی صحبت سے فیضیاب ہوئے۔ حضرت بایزید بسطامیؒ سے شرف ملاقات حاصل ہے۔ آپ نے ربیع الاوّل ۲۸۸ھ میں وفات پائی۔

حضرت شیخ ابوحمزہ بغدادیؒ

محمد بن ابراہیمؒ آپ کا اسم گرامی ہے۔ حضرت بشر حافیؒ، حضرت سری سقطیؒ اور حضرت ابوتراب نخشبیؒ کی صحبتوں سے فیضیاب ہوئے۔ آپ شیخ حارث محاسبیؒ کے مرید باصفا تھے۔ حضرت ابوالحسین نوریؒ اور خیر نساجؒ کے اقران و اماثل میں تھے۔ ایک دفعہ بغداد میں قرب الٰہی سے متعلق کچھ غور و فکر کر رہے تھے اچانک کچھ دیر کے بعد نگاہوں سے اوجھل ہو گئے چلتے چلتے ایک مقام پر پہنچے تو اپنے آپ کو ایک لق و دق صحرا میں پایا۔

حضرت شیخ ابوحمزہ خراسانی

نیشاپور وطن تھا۔ آپ کا شمار مشایخ کبار میں ہوتا ہے آپ کا شیوہ و شعار توکل تھا حضرت ابوتراب نخشبیؒ اور حضرت شیخ ابوسعید خرازؒ کی صحبتوں سے فیضیاب ہوئے۔ سید الطائفہ حضرت جنید بغدادیؒ کے معاصرین میں بلند پایہ شیخ قرار دیے جاتے تھے۔ صاحب کشف المحجوبؒ نے تحریر کیا ہے کہ ایک دن آپ جنگل میں ایک کنوئیں کے اندر گر پڑے جب تین دن اسی عالم میں گزر گئے، ایک جماعت وہاں پہنچی، دل میں سوچا کہ انہیں آواز دوں پھر خیال آیا۔ کہ اس موقعہ پر آواز دینا کچھ مناسب نہیں معلوم ہوتا۔ میری غیرت اس بات کی تقاضا نہیں کرتی کہ میں اس جماعت سے رجوع کروں۔ میں غیر سے مدد کیوں چاہوں اور یہ شکایت کیوں کروں کہ خدا نے مجھے کنوئیں میں ڈال دیا ہے اور تم مجھے یہاں سے نکال دو۔ کچھ دیر بعد وہ لوگ خود کنوئیں پر آئے اور کہنے لگے یہ کنواں راستے میں ہے کہیں ایسا نہ ہو یہاں کوئی بے خبری میں آئے اور گر پڑے۔ بہتر یہ ہوگا کہ اس کا اوپر سے پاٹ دو کر دیں۔ اس میں بڑا ثواب ہوگا۔ ابوحمزہؒ فرماتے ہیں یہ سن کر میرے دل میں بے چینی پیدا ہوئی اور میں اپنی زندگی سے مایوس ہو گیا۔ آخر کار ان لوگوں نے کنوئیں کو پاٹ دیا اور چلے گئے۔ میں نے خدا سے عرض کیا اب کوئی دوسری صورتِ نجات کی باقی نہیں جب رات ہوئی تو کنوئیں پر میں نے آواز سنی کیا دیکھتا ہوں کہ کنوئیں کا منہ کھلا ہوا ہے

اژدھے کی طرح کے ایک بڑے جانور نے اپنی دُم کنوئیں میں لٹکائی میں نے سمجھا کہ یہ میرے لئے رہائی کی صورت پیدا ہوئی ہے اور اس جانور کو خدا نے میری رہائی کے لئے مامور کیا ہے میں نے اس کی دُم پکڑلی اور اس نے مجھے باہر نکال دیا ہاتف غیبی سے آواز دی اے ابوحمزہ ! تو نے خوب نجات پائی ہلاکت کے ذریعہ تجھے قدرت نے ہلاکت سے نجات دی۔

روایات میں آیا ہے کہ ایک دفعہ حضرت شیخ جنید بغدادیؒ نے شیطان کو خواب میں دیکھا کہ برہنہ لوگوں کی گردنوں میں اچھل کود رہا ہے۔ آپ نے فرمایا، اے ملعون تجھے لوگوں سے عار نہیں آتی۔ شیطان نے پوچھا کون سے مرد ہیں، یہ تو مرد نہیں ہیں، مرد وہ ہیں جو مسجد میں کلونجی کی طرح سیاہ ہو گئے ہیں اور جن سے میرا دل جل بھن کر کباب ہو گیا ہے۔ جب آپ مسجد میں گئے تو ابوحمزہ خراسانیؒ، ابوالحسین نوریؒ اور ابوبکر دقاقؒ کو ایک گوشے میں مراقب دیکھا۔ شیخ ابوحمزہ خراسانیؒ نے مراقبہ سے سر اٹھایا اور فرمایا اس ملعون ابلیس نے جھوٹ کہا ہے۔ خدا کے اولیا خدا کو اتنے زیادہ عزیز ہیں کہ ابلیس کو اس کا علم نہیں ہے۔

آپ کی وفات سنہ ۲۹۲ھ میں ہوئی۔

حضرت شیخ ابوبکر دقاقؒ

محمد بن عبداللہ آپ کا اسم گرامی ہے ظاہری و باطنی علوم میں یدطولےٰ رکھتے تھے سید الطائفہ حضرت جنید بغدادیؒ سے آپ کو شرف ملاقات حاصل تھا۔ ابوالحسین نوری شیخ ابوحمزہ خراسانی کے اقران و اماثل میں سے تھے۔

آپ کی وفات سنہ ۲۹۰ھ میں ہوئی۔

حضرت شیخ ابراہیم الخواصؒ

کنیت ابواسحاق ہے اور بغداد وطن۔ صاحب صحو تھے اور تجرید میں وحید العصر تھے۔ مقبولان بارگاہ ایزدی میں شمار کیے جاتے تھے حضرت جنید بغدادیؒ کے اقران و اماثل میں آپ کا شمار تھا حضرت خضر علیہ السلام سے آپ کی صحبتیں رہی ہیں شیخ الاسلام نے فرمایا کہ شیخ ابوالحسن خرقانیؒ کا قول ہے کہ حضرت ابراہیم خواصؒ نے مجھ سے جو باتیں بیان کی ہیں، ان میں ایک بات یہ تھی کہ اگر حضرت خضر علیہ السلام کی صحبت کا شرف نصیب ہو تو بہتر ہے اور اگر ہر رات کو مکہ مکرمہ جاؤ تو اس سے توبہ کرو۔ حضرت ممشاد دینوریؒ نے فرمایا کہ میں کچھ غنودگی کے عالم میں تھا تو میں نے اپنے آپ مسجد میں دیکھا کوئی کہنے والا مجھ سے یہ کہہ رہا تھا کہ اگر تو اولیاء اللہ میں سے کسی کی زیارت کا مشتاق ہے تو اٹھ اور توبہ کے لئے ٹیلہ پر جا۔ میں بیدار ہوا، برف باری ہو رہی تھی وہاں پہنچا اور حضرت ابراہیم خواصؒ کو دیکھا آلتی پالتی مارے ہوئے بیٹھے تھے صرف اتنی جگہ برف سے خالی تھی جہاں آپ بیٹھے ہوئے تھے۔ چاروں طرف

یوسف کے قدموں ہی تو دیکھتے ہیں پسینہ پسینہ ہوگیا اور اس سوچ میں پڑ گیا کہ انہیں یہ درجہ کیسے حاصل ہوا ہے آپ نے فرمایا، یہ مرتبہ فقرا کی خدمت کے صلے میں قدرت نے مجھے مرحمت کیا ہے۔

آپ نے ۲۹۱ھ میں وفات پائی شیخ یوسف بن حسینؒ نے آپ کی میت کو غسل دیا اور انہیں نے آپ کی تجہیز و تکفین کا اہتمام کیا۔ آپ کا وصال مرض اسہال میں ہوا۔ کہتے ہیں کہ جب آپ فارغ ہوتے تو غسل فرماتے جس روز آپ نے رحلت فرمائی ہے آپ نے ستر بار غسل کیا تھا کڑاکے کی سردی تھی۔ مزار ریز طرک حصار بمقام اصفہان ہے۔

حضرت شیخ زکریا ابن دلویہؒ

ابو یحییٰ آپ کی کنیت ہے۔ اصل وطن نیشاپور تھا اپنی روزی اپنے گاڑھے پسینے کی کمائی سے حاصل کرتے تھے آپ کی وفات نیشاپور میں ۲۹۴ھ میں ہوئی۔

حضرت شیخ ابوالحسن نوریؒ

احمد بن محمد بن محمد آپ کا اسم گرامی ہے۔ ابن البغوی کے لقب سے آپ نے شہرت پائی ہے۔ آپ کے آباؤ اجداد بغشور کے باشندے تھے جو ہرات اور مرو کے مابین واقع ہے لہٰذا آپ کا مولد و منشا ہے۔ نوری کی نسبت جو آپ کے نام نامی کے ساتھ ہے اس کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ جب آپ تنگ و تاریک کسی سے گفتگو کرتے تھے تو آپ کے باطنی نور سے سارا گھر بقعۂ نور بن جاتا تھا آپ اس نور بصیرت کے آئینے سے اپنے مریدین کے احوال و کوائف سے آگاہ ہو جاتے تھے۔ آپ سری سقطیؒ کے مریدوں میں شمار کیے جاتے ہیں حضرت ذوالنون مصریؒ سے آپ کی ملاقاتیں اور صحبتیں رہی ہیں، حضرت محمد علی قصابؒ اور حضرت احمد بن الحواریؒ کی صحبتوں کا لطف اٹھایا ہے۔ سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی کے معاصرین میں سے ہیں۔ طریقت میں مجتہد اور صاحب مشرب ہوئے ہیں۔ لوگوں میں آپ کی شہرت شیخ وقت اور امیر القلوب کی حیثیت سے تھی۔ صاحب کشف و شہود تھے۔ آپ کا طریقہ طریقۂ نوریہ مشہور ہے۔ آپ کی تعلیم کا سلسلہ جنیدی سلسلہ سے ملتا جلتا ہوا ہے۔ آپ تفضیل الصوفیہ کے نقیب و ترجمان تھے۔ ایثار و قربانی آپ کا شیوہ رہا ہے۔ آپ فرمایا کرتے تھے میرے نزدیک دنیا میں ایک نفس آخرت کے ہزار سال سے بہتر ہے اور وہ اس لئے کہ دنیا خدمت کی جگہ اور آخرت مقام قربت، قربت خدمت سے افضل ہوتی ہے۔

روایات میں آیا ہے کہ ایک دفعہ آپ غسل فرما رہے تھے۔ چور آیا اور آپ کے کپڑے لے بھاگا۔ ابھی آپ نے

غسل سے فراغت بھی نہیں کی تھی کہ چور لوٹ آیا اور آپ سے معذرت طلب کی اس کے دونوں ہاتھ شل ہو گئے تھے، آپ نے اس کے حق میں دعا کی، بار الٰہا! جب یہ شخص میرے کپڑے واپس لے آیا ہے تو، تو اس کے ہاتھوں کی کھوئی ہوئی قوت واپس کر دے۔ آپ کا ارشاد ہے کہ تصوّف نام ہے تمام نفسانی لذّات سے دستکش ہونے کا۔ آپ نے فرمایا من لم یعرف اللہ فی الدنیا لم یعرفہ فی الآخرہ جس نے دنیا میں خدا کی معرفت حاصل نہیں کی وہ آخرت میں بھی اس کی پہچان نہ کر سکے گا۔

مشایخ کبار سے روایت ہے کہ ابوالحسن نوریؒ کے زمانے میں کوئی بزرگ مرتبے اور منزلت میں آپ پر فوقیت نہیں رکھتا تھا۔ شیخ الاسلام کا بیان ہے کہ خراسان کا ایک نوجوان حضرت ابراہیم قصار کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور یہ عرض کی کہ میرے دل میں حضرت ابوالحسن نوریؒ کی زیارت کی تمنا ہے۔ فرمایا چند سال پیشتر وہ ہمارے پاس ہی رہتے تھے، اب کسی وجہ سے غائب ہیں۔ ایک سال آپ نے شہر میں چکر لگائے ہیں لیکن کسی سے بات چیت نہیں کی پھر ایک سال ویرانہ میں سکونت اختیار کر لی اور وہاں سے باہر نہیں آئے۔ بس نماز کی خاطر آپ کا نکال ہوتا تھا ایک سال آپ نے خاموشی اختیار کی ہے اور اس عرصہ میں کسی سے بات نہیں کی۔ جوان نے کہا، میں ہر قیمت پر آپ سے ملاقات کا خواہشمند ہوں۔ شیخ ابراہیم قصارؒ نے شیخ نوریؒ کا پتہ بتا دیا۔ جب وہ جوان آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے اس سے پوچھا کس کی صحبت میں وقت بسر کیا ہے، اس نے عرض کیا، ابوحمزہ خراسانیؒ کی صحبت میں۔ شیخ نے فرمایا وہی ابوحمزہ نا جو قرب الٰہی کی لذت مذہبی اور مخلوق کی رہنمائی میں مصروف ہے۔ اس نے اثبات میں سر ہلایا۔ فرمایا جب ان کے پاس جاؤ تو ہماری طرف سے سلام عرض کرنا اور یہ کہنا کہ ہم یہاں ٹھہرے ہوئے ہیں بعد کا قرب بھی بعد ہی ہوتا ہے یعنی اس قرب کے باوجود بھی دوری، دوری ہی ہے۔ شیخ ابن عربیؒ فرماتے ہیں جب تک فاصلہ یا مسافت نہ ہو، قرب کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا اور جب فاصلہ دوگنا ہوتا ہے تو اسے بعد کا قرب کہتے ہیں۔

آپ کی وفات ۲۹۵ھ میں ہوئی۔ دوسری روایت کے بموجب ۲۸۶ھ میں یہ سانحہ پیش آیا پہلا قول صحت کے قریب ہے۔ جب حضرت شیخ ابوالحسن نوری کا وصال ہو گیا تو سید الطائفہ حضرت جنید بغدادیؒ نے فرمایا کہ شیخ نوریؒ کے علاوہ کسی نے صدق و صفا کا تذکرہ نہیں کیا۔ نوری اپنے زمانے کے صدیق تھے۔

حضرت شیخ عمرو بن عثمان مکی الصوفیؒ

ابوعبداللہ آپ کی کنیت ہے۔ سید الطائفہ حضرت جنید بغدادیؒ کے مرید باصفا ہیں۔ حضرت حسین بن منصور حلاجؒ

کے استاد آپ ہی تھے۔ حضرت ابو سعید فرازؒ سے شرف صحبت حاصل رہا۔ حقائق و معارف پر عمیق نظر رکھتے تھے۔ چونکہ آپ کا کلام لطیف و باریک ہوتا تھا اس لئے لوگوں نے اسے علم الکلام سے نسبت دی اور اس لئے آپ سے قطع تعلق کر لیا۔ مکہ مکرمہ سے بھی آپ کو دیس نکالا دیا، جب آپ جدہ پہنچے تو وہاں کے لوگوں نے آپ کو اپنا قاضی مقرر کر لیا۔ آپ یمنی الاصل تھے اور اکابر سادات کے زمرہ میں آپ کا شمار ہوتا ہے۔ حسین بن منصور حلاجؒ پر جو کچھ افتاد پڑی وہ عمرو بن عثمان مکی الصوفیؒ کی بددعا کا اثر تھا اور وہ اس لئے کہ آپ کو منصور حلاجؒ سے تکلیف پہنچی تھی۔

آپ نے ۲۹۶ھ میں رحلت فرمائی۔ ایک روایت میں سنہ وفات ۲۹۱ھ ہے۔ ایک تیسری روایت سے سنہ وفات ۲۹۷ھ ثابت ہے۔ یہی سال وفات سید الطائفہ حضرت جنید بغدادیؒ کا ہے۔ آخری قول کی صحت سے سب متفق ہیں۔

حضرت شیخ ابو عثمان واعظؒ

آپ کا اسم گرامی سعید بن اسمٰعیل بن منصورؒ ہے۔ آخر عمر میں آپ نے نیشاپور میں مستقل قیام اختیار کر لیا تھا۔ یہیں آپ نے رحلت فرمائی۔ آپ کا وصال ۲۹۸ھ میں ہوا۔

حضرت شیخ سمنون بن محب الکذابؒ

کنیت ابو الحسین ہے اور ایک روایت کے بموجب ابو القاسم۔ آپ نے اپنا لقب کذاب رکھا تھا۔ نفحات الانس میں تحریر ہے کہ جب تک لوگ آپ کو کذاب نہیں کہتے تھے، آپ کسی کو نظر نہیں آتے تھے۔ علم صحبت میں آپ بے مثال و بے نظیر تھے۔ حضرت سری سقطیؒ، محمد بن علی قصابؒ اور ابو احمد قلانسیؒ کی صحبتوں سے فیضیاب ہونے کا شرف آپ کو حاصل ہوا تھا۔ آپ شیخ جنید بغدادیؒ اور شیخ ابو الحسین نوریؒ کے رفقا میں سے تھے، شبانہ روز میں پانچسو رکعت نماز پڑھتے تھے۔ حضرت شیخ ابو احمد قلانسیؒ کا ارشاد ہے کہ ایک مرد خدا نے بغداد میں فقرا پر چالیس ہزار درہم خیرات کئے تھے۔ سمنون المحبؒ نے فرمایا، اے ابو احمد! ہم یہ استطاعت نہیں رکھتے۔ آؤ ایک ایک درہم کے بجائے ایک ایک رکعت نماز ادا کریں۔ لہٰذا دونوں مدائن پہنچے وہاں چالیس ہزار رکعت نماز ادا کی۔ آپ نے ۲۹۷ھ میں وفات پائی۔

شیخ ابو عثمان حیریؒ

آپ کا اسم گرامی سعید بن اسمٰعیل نیشاپوریؒ ہے۔ حیرہ نیشاپور کے محلوں میں سے ایک محلہ کا نام ہے آپ اصل باشندے

رہے کہ ہیں شاہ شجاعؒ، ابو حفص حدادؒ اور یحییٰ بن معاذ الرازیؒ کی صحبتوں سے فیضیاب ہوئے کشف المحجوب کے مصنف کا بیان ہے کہ ابو عثمانؒ کو تین مشایخ سے تین درجے ملے۔ مقام رجا یحییٰ بن معاذ الرازیؒ سے، مقام غیرت شاہ شجاعؒ کی صحبت سے اور مقام شفقت ابو حفصؒ کے فیض سے حاصل ہوا۔ نیز صاحب کشف المحجوب نے یہ بھی تحریر کیا ہے کہ مرید کے لئے یہ جائز ہے کہ پانچ یا چھ یا اس سے زیادہ مشایخ کی صحبت میں رہ کر ہر ایک سے درجات و مقامات حاصل کرے۔ آپ کو سید الطائفہ حضرت جنید بغدادیؒ، شیخ رویمؒ، شیخ یوسف بن حسینؒ، اور شیخ محمد فضیل بلخیؒ کی صحبتوں سے بہرہ ور ہونے کی سعادت نصیب تھی، ریاضات و مجاہدات میں یگانۂ روزگار تھے۔ ابتدا میں آپ نے بیس سال تک صحرا نوردی کی اور ایسے ماحول میں رہے جہاں نہ آدم تھا نہ آدم زاد، مجاہدہ وریاضت کے سبب آپ کے جسم کی چربی تک پگھل گئی تھی آنکھیں اندر کو گھس گئی تھیں، شکل اتنی بدل گئی تھی کہ آپ پہچانے ہی نہیں آتے تھے۔ بیس سال کے مجاہدہ کے بعد پھر آپ کو کسی کی صحبت سے بہرہ یاب ہونے کی تلقین کی گئی۔ چنانچہ اس خیال سے آپ نے مکہ مکرمہ کا قصد کیا تاکہ اہل اللہ اور مجاورین کعبہ کی صحبتوں کا لطف اٹھائیں۔ آپ کے وہاں پہنچنے سے پیشتر ہی مکہ مکرمہ کے اولیائے کرام کو یہ اطلاع مل گئی تھی کہ آپ آ رہے ہیں۔ وہ آپ کے استقبال کے لیے آئے آپ کو دیکھا کہ صورت بدلی ہوئی ہے اور سوائے سانس کے آپ کے جسم میں اور کچھ باقی نہیں رہا۔ اولیائے کرام نے پوچھا، ابو عثمان! بیس سال کی صحرا نوردی کے تاثرات کیا ہیں کن کن وادیوں کی سیر کی اور وہاں کیا کیا مشاہدات کئے۔ آپ نے فرمایا کہ بے خودی کے عالم میں چکر لگاتا رہا، اس اثنا میں خود فراموشی اور مدہوشی کا دور دورہ رہا، نومیدی اور فروتنی کی حالت میں لوٹ آیا ہوں۔ اولیائے کرام نے کہا، اے ابو عثمان! صحو و سکر کی جو تعبیرات آپ نے کی ہیں ان کے بعد اب کسی مزید تعبیر کی گنجائش نہیں رہی۔ آپ نے تعبیر کا حق ادا کر دیا ہے۔ سکر کے مصائب آپ نے جو برداشت کیے ہیں وہ کچھ کم نہیں۔ آپ نے فرمایا ہے کہ ظاہر میں سنت کے خلاف عمل ریائے باطن کی علامت ہے۔ آپ نے فرمایا خوف اس کے عدل و انصاف کا نتیجہ ہے اور رجا اس کے فضل و کرم کا حاصل۔ فرمایا جسے خدا سے دوستی ہے وہ دیدار خداوندی کا آرزومند رہتا ہے نیز فرمایا کہ دانشمند وہ ہے جو اس پر تکیہ کرے جو کچھ اس کے پاس ہے خواہ اسے زیادہ میسر آ سکتا ہو۔

آپ نے ربیع الاول ۲۹۸ھ میں وفات پائی۔

حضرت شیخ احمد بن محمد بن مسروقؒ

ابو العباس کنیت ہے، طوس آپ کا وطن تھا۔ آپ کا شمار مشایخ متقدمین میں ہوتا ہے بغداد میں آپ کا مستقل قیام تھا آپ حضرت شیخ علی رودباریؒ کے استاد اور حضرت حارث محاسبی کے شاگرد ہوتے ہیں حضرت شیخ سری سقطیؒ اور حضرت

محمد منصور طوسی کے ہم صحبت تھے۔

سید الطائفہ حضرت شیخ جنید بغدادیؒ سے روایت ہے کہ حضرت مسروقؒ نے فرمایا، زندگی میں جو شخص بھی تدبیر ترک کرتا ہے اس کی وجہ تن آسانی ہوتی ہے یا آرام طلبی۔ آپ نے فرمایا کہ باطل کی جانب زیادہ مائل ہونے سے عرفان حق کی لذت جاتی رہتی ہے۔

آپ نے ۲۰۹ھ میں وفات پائی۔

حضرت شیخ طلحہ بن محمد صباح نیلیؒ

آپ حضرت شیخ ابو عثمانؒ حیری کے باصفا مرید تھے اور اپنے زمانے میں بلند مرتبہ شیخ تھے۔ آپ نے ۳۰۲ھ میں وفات پائی۔

حضرت شیخ یوسف بن حسین رازیؒ

کنیت ابو یعقوب ہے۔ مشایخ متقدین میں آپ کا شمار ہوتا ہے۔ حضرت ذوالنون مصریؒ سے شرف بیعت حاصل ہے امام احمد بن حنبلؒ کے شاگردوں میں گنے جاتے ہیں۔ آپ نے کافی عمر پائی ہے اکثر مشایخ کی صحبتوں سے بہرہ یاب ہونے کا شرف حاصل ہوا۔ آپ نے فرمایا، میں نے سنا تھا کہ حضرت ذوالنون مصریؒ کو اسم اعظم کا علم ہے میں نے کافی عرصہ تک ان کی خدمت کی اور ان سے اسم اعظم سیکھنے کی درخواست بھی کی۔ آپ نے ایک دن مجھے ایک طباق دیا کہ لے میں آپ کے فلاں فلاں دوست کے پاس پہنچادوں طباق ڈھکا ہوا تھا۔ میں یہ طباق لے کر چل دیا۔ راستے میں خیال آیا کہ اس میں کیا چیز ہے؟ اسے دیکھنا چاہیے۔ چنانچہ میں نے کھول کر دیکھا تو اس میں ایک چوہا نکل بھاگا۔ میں دل میں سوچا کہ شیخ نے میرے ساتھ مذاق کی ہے، ناراض ہو کر میں واپس شیخ کی خدمت میں پہنچا مجھے واپس آتا دیکھ کر فرمایا، ایک چوہے کی امانت کی نگہداشت نہ کر سکے اسم کی امانت کا بار کیسے اٹھا سکو گے۔

آپ نے ۳۰۳ھ میں بروایت دیگر ۳۰۴ھ میں وفات پائی۔

حضرت شیخ ابو العباس بستیؒ

آپ کا اسم گرامی عبداللہ بن محمد بن نافع بن مکرم۔ آپ کا آبائی وطن بست ہے جو قندھار کے مضافات میں

ایک موضع کا نام ہے۔ تاریخ ابن کثیر میں ہے کہ شیخ العباس لُیثیؒ نے پورے ستّر سال تک زمین پر اپنا پہلو نہیں رکھا کسی دیوار اور ستون سے سہارا نہیں لگایا نیشاپور سے حرمین شریفین تک برہنہ پا تشریف لے گئے۔ آپ کا قیام برسوں بیت المقدس میں رہا۔

آپ کا وصال ماہ محرم میں ۳۰۲ھ میں ہوا۔

حضرت شیخ ابو عبد اللہ بن جلاؒ

احمد بن یحییٰ آپ کا اسم گرامی ہے بغداد کے باشندے تھے۔ آخر میں آپ نے اہلِ دمشق میں سکونت اختیار کی۔ شام کے مشایخ کبار میں آپ کا شمار ہوتا ہے۔ آپ حضرت شیخ ابوتراب نخشبیؒ کے مرید ہوتے ہیں۔ سید الطائفہؒ اور شیخ نوریؒ کی صحبتوں سے فیضیاب ہوئے ہیں۔ ایک دفعہ شیخ ابوالخیر نبہائیؒ نے آپ کو دیکھا کہ آپ ہوا میں پرواز کر رہے ہیں۔ آواز دی کہ پہچان لی، جواب میں کہا کہ تم نے نہیں پہچانا۔ شیخ الاسلام نے فرمایا، ابوالخیر نے نہیں پہچانا اور ابوعبد اللہ نے شرف و مقام کو پہچان لیا۔

آپ نے ۳۰۶ھ میں وفات پائی۔

حضرت شیخ حسین بن منصور حلاجؒ

کنیت ابوالمغیث ہے۔ وطن اصلی بیضائے فارس ہے۔ آپ پر سکر غالب رہتا تھا۔ حلاج آپ کو اس لئے کہتے ہیں کہ ایک دن آپ نے ایک دوست حلاج کی دوکان پر جا پہنچے ان کو کسی کام سے بھیجا اور خود انگلی کے اشارہ سے روئی دھنتے رہے۔ آپ کے مرتبہ و مقام کے بارے میں مشایخ اختلاف رائے رکھتے ہیں آپ کے مرشد، شیخ عمرو بن عثمان مکیؒ، ابویعقوبؒ، اور علی بن سہیل اصفہانیؒ وغیرہم نے آپ کو بے حقیقت گردانا ہے اور یہ ظاہر کیا ہے کہ آپ جادوگر تھے۔ البتہ مشایخ کی ایک جماعت جس میں شیخ ابوبکر شبلیؒ، ابوالعباس بن عطاؒ، شیخ عبد اللہ خفیفؒ شیخ ابوالقاسم نصر آبادیؒ، شیخ ابوسعید ابوالخیرؒ، شیخ الاسلام خواجہ عبد اللہ انصاریؒ، شیخ ابوالقاسم گرگانیؒ اور شیخ علی ہجویریؒ صاحب کشف المحجوب وغیرہم آپ کے بارے میں حسن اعتقاد رکھتے تھے۔ ان کا خیال ہے کہ معاملات میں مہجوری، اصل مہجوری نہیں ہوتی۔ صاحب کشف المحجوب نے تحریر کیا ہے کہ میں آپ کا معتقد ہوں لیکن اس کے ساتھ ہی یہ بھی جانتا ہوں کہ ان کی باتیں ان کی شان کے لائق نہیں ہیں۔

حضرت خواجہ محمد پارساؒ نے فصل الخطاب میں تحریر کیا ہے کہ بعض کتابوں میں جو یہ مرقوم ہے کہ سید الطائفہ حضرت جنید بغدادیؒ نے حسین بن منصور حلاجؒ کے قتل کے متعلق فتوے صادر کیا تھا یہ محض افترا پردازی ہے کیونکہ سید الطائفہؒ حسین بن منصور حلاج کے واقعہ سے گیارہ بارہ سال قبل سے سدھار چکے تھے جیسا کہ تاریخ سنین سے پتہ چلتا ہے۔

جو کچھ آپ پر گزری یہ جذبۂ شوق کی فراوانی اور عدم ضبط کی وجہ سے تھا۔ جذبۂ عشق ایک ایسی کیفیت کا نام ہے جس کی آگ میں عاشق جل بھنتا ہے اور اُسے خود اپنی خبر نہیں ہوتی۔ اس کی نظر میں محبوب کے سوائے اور کوئی نہیں سما سکتا۔ جو کچھ دیکھتا ہے اس کی نسبت محبوب کی جانب سمجھتا ہے۔ اس کی ظاہری و باطنی نگاہوں میں سب اس کو محبوب نظر آتے ہیں دونوں میں صرف محبوب کی جلوہ آرائی کا نقشہ نظر آتا ہے۔ جب ایک عاشق اس مقام پر فائز ہوتا ہے تو اسے محبوب کے جلوؤں کی کثرت کا حاصل سمجھتا ہے۔ مولانا جامیؒ نے اس کیفیت کے بارے میں تحریر کیا ہے ؎

بس کہ در جان نگار و سینۂ زارم توئی

ہرچہ پیدا می شود از درد پندارم توئی

بعض عارفوں نے بھی اس مقام کی جانب اشارہ کیا ہے ؎

چو در خانۂ دل بغیر از تو کس نیست

بہر شکل آئی تو باشی بدانم ؎

لہٰذا حسین بن منصورؒ اس مقام و حال سے گزر رہے تھے کہ بے خودی کے عالم میں آپ کی زبان سے انا الحق نکل گیا۔ درحقیقت ان کی نظر میں محبوب کے سوائے اور کوئی نہیں سما سکتا تھا جب عالم مثال میں اپنی صورت دیکھی تو اُسے بھی محبوب کی صورت سمجھا جیسا کہ عشق مجازی کی انتہا کو پہنچ کر مجنوں کی قوت تمیز مفقود ہو گئی تھی وہ لیلیٰ کو نہیں پہچان سکا۔ پوچھا یہ کون ہے؟ جواب میں کہا گیا کہ لیلےٰ یہی ہے جو تیری آرزو کا منبع ہے۔ اس پر مجنوں نے کہا لیلیٰ تو میں خود ہوں ؎

گر آں لیلےٰ از خیمہ بیروں شود

ہمہ کوہ و صحرا چو مجنوں شود

اگرچہ حقیقت میں مجنوں، لیلےٰ نہیں ہو سکتا لیکن منتہائے عشق نے فنائیت کے عالم میں دوئی کے پردے چاک کر دیے

چہ نسبت خاک را بہ عالم پاک

کہ ادراک عاجز است از درکِ ادراک

آپ کا حادثۂ قتل بغداد کے باب الطاق میں سہ شنبہ ۲۵ ذی الحجہ ۳۰۹ھ کو ہوا۔

حضرت شیخ ابو العباس بن عطارؒ

آپ کا اسم گرامی محمد بن احمدؒ ہے۔ آپ بغدادی الاصل ہیں۔ علمائے مشایخ میں آپ کا شمار ہوتا ہے شیخ ابراہیم مارستانیؒ کے شاگرد تھے سید الطائفہ اور شیخ ابو سعید خرازؒ کے ہم صحبت تھے ایک مشہور تفسیر بھی آپ کی یادگار ہے۔

آپ کا وصال ذی قعدہ ۳۰۹ھ یا ۳۱۱ھ میں ہوا۔ پہلا قول صحیح ہے۔ قاہر باللہ کے وزیر نے جب حسین بن منصور حلاجؒ کو سولی دلوا دی تو آپ سے پوچھا کہ حلاج کی بابت آپ کا کیا خیال ہے۔ فرمایا تم اپنا حق اور فرض ادا کرو اور لوگوں کی چاندی واپس کر دو۔ وزیر نے کہا کہ تم مجھ سے حجت کرتے ہو اور تمہیں میرے فعل پر اعتراض ہے یہ کہہ کر وزیر نے حکم دیا کہ آپ کے تمام دانت اکھیڑ دیئے جائیں اور ایک ایک کو سر پر جڑ دیا جائے۔ اسی حالت میں آپ کا وصال ہوا۔

حضرت شیخ ابوبکر رازیؒ

آپ کا اسم گرامی محمد بن زکریاؒ ہے آپ کا شمار مشایخ و اولیائے کرام میں ہوتا ہے مشایخ میں آپ سے زیادہ کوئی رقیق القلب نہ تھا ہر وقت عبادت میں مشغول رہتے تھے۔ آپ نے ۳۱۰ھ میں وفات پائی۔

حضرت شیخ ابو الخیر حمصؒ

آپ نے اکثر اوقات توکل و تجرید کی وادیاں قطع کی ہیں۔ آپ نے ۳۱۰ھ میں وفات پائی۔

حضرت شیخ ابو محمد حریریؒ

آپ کا اسم گرامی احمد بن محمد بن حسینؒ ہے ایک دوسرے قول کے بموجب حسین بن محمدؒ اور عبداللہ بن یحییٰؒ۔ آپ سید الطائفہؒ کے مریدین با صفا میں شمار کیے جاتے ہیں جب سید الطائفہ کا وصال ہوا تو لوگوں نے آپ کو سید الطائفہ کی مسند پر بٹھایا آپ فقہ اور اصول فقہ پر اچھی خاصی نظر رکھتے تھے اور اس فن میں آپ کو منصب امامت حاصل تھا۔ سہل بن عبداللہ تستریؒ کی صحبت میں آپ کا وقت گزرا ہے۔

روایات میں آیا ہے کہ ایک سال آپ نے مکہ مکرمہ میں قیام فرمایا اس عرصے میں نہ تو سوئے اور نہ کسی سے بات چیت کی نہ زمین کا سہارا لیا اور نہ اپنے پاؤں پھیلائے۔ آپ کا ارشاد ہے کہ اخلاص، یقین کا ثمرہ ہے اور ریا شک کا

نیز فرمایا کہ عارفین باللہ کا مرجع ہدایت ہے اور عوام کا مرجع یاس و حرماں۔

آپ نے ۳۱۱ھ یا ۳۱۴ھ میں وفات پائی۔ قرامطہ کی جنگ میں شدت تشنگی سے آپ کا وصال ہوا۔

حضرت شیخ بنان محمد الحمال رح

آپ کا وطن واسطہ ہے، مصر میں آپ کی مستقل سکونت تھی، صاحب کشف و شہود شیخ تھے۔ سید الطائفہ حضرت جنید بغدادیؒ کی صحبت میں رہتے تھے۔ شیخ ابراہیم خواصؒ سے آپ کو شرف ملاقات حاصل تھا۔ حضرت نوریؒ کے استادوں میں آپ کا شمار ہوتا ہے۔

آپ سے روایت ہے کہ میں مکہ معظمہ میں بیٹھا ہوا تھا میرے پاس ہی ایک جوان تھا ایک شخص نے اس نوجوان کے سامنے کچھ درم لاکر رکھے اور کہا مجھے ان کی حاجت نہیں ہے اس نوجوان نے کہا کہ مساکین و فقراء میں اسے تقسیم کردو۔ اس نے اس پر عمل کیا۔ رات کو میں نے اسے دیکھا کہ ایک وادی میں اپنے لئے کسی چیز کی جستجو کر رہا ہے۔ میں نے اس سے کہا، کاش تو ان درموں میں سے کچھ بچا کر رکھ لیتا، کہا مجھے نہیں معلوم کہ میں اس وقت تک زندہ بھی رہوں گا۔

آپ نے ۳۱۶ھ میں وفات پائی۔ مصر میں مزار ہے۔

حضرت شیخ محمد بن فضیل

ابو عبداللہ کنیت ہے۔ بلخ کے باشندے تھے۔ حضرت شیخ احمد خضرویہؒ سے نسبت ارادت رکھتے ہیں۔ چند اشخاص نے حسد و بغض کی بنا پر کسی خطا و جرم کے بغیر آپ کو بلخ سے دیس نکالا دے دیا۔ آپ نے شہر کی طرف منہ کر کے اس پر لعنت بھیجی۔ شیخ الاسلام کا بیان ہے کہ اس کے بعد سے اس شہر میں کوئی ولی پیدا نہیں ہوا۔ آپ نے فرمایا، جس درویش کو دنیا کی طلب ہو یہ اس کے ادبار و تنزل کی علامت ہے۔ نیز فرمایا، زہد نام ہے ترکِ دنیا کا۔ اگر تیرا بس چل سکے تو ایثار کر اور اگر نہ ہو سکے اس میں تیری کمزوری ہے۔

آپ نے ۳۱۹ھ میں وفات پائی۔ سمرقند میں آپ کا مزار ہے۔

حضرت شیخ ابو الحسین وراق

شیخ محمد بن سعد آپ کا اسم مبارک ہے۔ نیشاپور کے مشایخ کبار میں آپ کا شمار ہے آپ شیخ ابو عثمان حیریؒ کے مرید با صفا تھے۔ بڑے جید عالم تھے۔ آپ کا ارشاد ہے کہ عفو و درگزر میں کرم یہ ہے کہ قصور معاف کرنے کے بعد پھر دوست کے گناہ اور قصور

کا ذکر نہ کرسے۔ ۳۱۹ھ میں آپ نے وفات پائی۔

حضرت شیخ ابو الحسین دراجؒ

آپ کا وطن مالوف بغداد ہے۔ حضرت ابراہیم خواصؒ کے خاص الخاص مریدین میں آپ کا شمار ہوتا ہے۔ آپ نے حالت سماع میں رحلت فرمائی آپ کا سنہ وفات ۳۲۰ھ ہے۔

حضرت شیخ ابو عمرو دمشقیؒ

شام کے اولیائے کرام میں آپ گنے جاتے ہیں۔ آپ حضرت ابو عبداللہ جلاؒ اور رفقائے حضرت ذوالنون مصریؒ کے ہم صحبت رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا ہے کہ خدا کے ماسوا ہر شئے لایعنی نظر آئے بلکہ بہتر تو یہ ہے کہ ماسوا سے آنکھیں بند رکھے کیونکہ مشاہدہ ذات کے وقت یہ مناسب ہی نہیں کہ ماسوا کی جانب نظر اٹھائی جائے۔ اللہ تعالے تمام عیوب ونقائص سے منزہ ہے۔

حضرت خیر النساجؒ

کنیت ابوالحسین ہے اور اسم گرامی محمد بن اسمٰعیلؒ۔ سامرہ کے باشندے تھے آپ نے بغداد میں سکونت اختیار کرلی تھی سری سقطیؒ کے مریدین میں آپ کا شمار ہوتا ہے۔ سیدالطائفہ حضرت جنید بغدادیؒ کے معاصرین میں سے ہیں۔ حضرت نوریؒ، حضرت ابن عطاؒ، حضرت حریریؒ کے اساتذہ میں سے ہیں۔ حضرت ابراہیم خواصؒ اور حضرت ابوبکر شبلیؒ دونوں نے آپ کے سامنے توبہ کی۔ آپ نے حضرت شبلیؒ کو حضرت جنید بغدادیؒ کی خدمت میں بھیج دیا آپ کو نساج اس لئے نہیں کہتے کہ آپ کا پیشہ نساجی تھا۔ کتاب نفحات الانس میں تحریر ہے کہ شام کی نماز کا وقت تھا کہ ملک الموت نے قدم رنجہ فرمایا آپ نے سرہانے سے سر مبارک اٹھایا اور فرمایا صفاک اللہ! تھوڑی دیر توقف کیجئے کہ میں بھی خدا کا بندہ ہوں اور آپ بھی۔ آپ کو خدا نے قبض روح کا حکم دیا ہے اور مجھے یہ حکم ملا ہے کہ جب نماز کا وقت آجائے تو تمام کام چھوڑ کر اسکی طرف متوجہ ہو جاؤ۔ آپ کو جو حکم ملا ہے وہ قضا نہیں ہوگا۔ ہاں البتہ مجھے جو حکم ملا ہے میں اس کی تعمیل نہ کرسکوں گا۔ پھر آپ نے وضو کیا، نماز پڑھی اور اپنی جان، جانِ آفریں کو سونپ دی۔

آپ نے ۳۲۲ھ میں وفات پائی۔ آپ نے ۱۲۰ سال کی عمر پائی۔

حضرت شیخ ابوبکر الواسطیؒ

آپ کا اسم گرامی محمد بن موسیٰؒ ہے۔ حضرت ابن فرغانیؒ کے نام نامی سے مشہور ہیں۔ سید الطائفہ حضرت شیخ جنید بغدادیؒ اور شیخ ابوالحسن نوریؒ کے قدیم رفقا میں سے تھے علمائے مشایخ میں آپ کا شمار ہوتا ہے ظاہری و باطنی علوم میں آپ کا مقام بہت بلند تھا۔ توحید و تجرید میں ید طولیٰ رکھتے تھے۔ صاحب کشف و شہود بزرگ تھے شیخ الاسلام کا بیان ہے کہ خراسان میں توحید و معرفت کا درس جس شان سے واسطیؒ نے دیا ہے اس کی نظیر نہیں ملتی۔ نیز شیخ الاسلام نے فرمایا ہے کہ واسطیؒ نے فرمایا ہے جو کچھ وہ کہتا ہے میرے نزدیک اُسے بُعد سے تعبیر کرنا چاہیئے اور جسے بُعد سے تعبیر کیا جاتا ہے اس کے وجود و عدم میں کوئی خط فیصل نہیں ہے۔

آپ نے مرو میں وفات پائی۔ صاحب طبقات سلمی کے ارشاد کے بموجب آپ نے ۳۲۰ھ میں وفات پائی محاسن الاخبار کے قول کے مطابق سنہ وفات ۳۳۱ھ ہے۔ دوسرا قول زیادہ صحیح ہے۔ مزار شریف مرو میں ہے۔

حضرت شیخ ابوبکر کتانیؒ

آپ کا اسم گرامی محمد بن علی جعفر ہے بغداد کے باشندے تھے۔ سید الطائفہ حضرت شیخ جنید بغدادیؒ کے مرید باصفا ہوتے ہیں سالہا سال آپ نے مکہ مکرمہ میں مجاورت کے فرائض سرانجام دیئے آپ کو چراغ حرم کہتے تھے، آپ نے طواف کے دوران بارہ ہزار بار قرآن حکیم کی تلاوت کی، کامل تیس سال حرم میں گوشہ نشین رہے اور اس تیس سال میں رات دن میں ایک بار وضو فرماتے تھے، اس عرصے میں آپ مطلقاً نہیں سوئے۔ حضرت خضر علیہ السلام کے مصاحبین میں سے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اکثر خواب میں زیارت ہوتی تھی صرف یہی نہیں بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سوالات کرتے اور جوابات پاتے چنانچہ ایک رات میں ۱۵ بار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا شرف حاصل ہوا۔

ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ روزانہ اسم مرتبہ یا حی یا قیوم یا لا الٰہ الا انت کا ورد کیا کرو، مردہ دل اس کے ذکر سے زندگی پاتے ہیں، آپ نے فرمایا کہ مخلوق سے انس عقوبت ہے۔ اہل دنیا سے قرب معصیت ہے۔ اس سے تعلق میں ذلت و خواری ہے۔ تصوف بہترین اخلاق کی تعریف میں آتا ہے جس کے اخلاق و اطوار جتنے اچھے اچھے ہوتے ہیں اتنا ہی وہ تصوف کا محرم اور رازداں ہے نیز فرمایا محبت محبوب کے لئے ایثار کا نام ہے۔ آپ نے فرمایا کہ جسم کے سہارے دنیا میں رہو اور دل کے سہارے آخرت میں نیز آپ نے فرمایا کہ استغفار کے مقام پر اظہار شکر گناہ

گناہ ہے اور اس شکر کے مقام پر استغفار بھی گناہ ہے۔

آپ نے ۳۲۲ھ میں وفات پائی۔ آپ کا مزار مکہ مکرمہ میں واقع ہے۔

حضرت شیخ ابراہیم بن داؤدؒ

کنیت ابو اسحاق ہے شام کے مشایخ کبار میں آپ کا شمار ہوتا ہے۔ حضرت ذوالنون مصریؒ، سید الطائفہؒ اور حضرت ابو عبداللہ جلاؒ سے شرف ملاقات حاصل تھا آپ نے بڑی عمر پائی آپ نے فرمایا تمام مخلوق میں ضعیف و عاجز مخلوق وہ ہے جو ترک شہوت پر قادر نہ ہو۔ قوی تر مخلوق وہ ہے جو اس کے ترک پر قدرت رکھتی ہو، آپ نے فرمایا جو کچھ تجھے ضرورت کے مطابق رنج و محنت کے بغیر حاصل ہو جائے اس پر اکتفا کر، زیادہ طلب کرے گا تو یہ تیرے لئے دردِ سر اور ادبار کا موجب ہو گا۔ اور یہ شیوۂ قناعت کے خلاف ہے۔ آپ نے فرمایا، درویشوں کا کسی چیز پر اکتفا کرنا توکل ہے اور تونگروں کی کفایت اسباب و املاک پر اعتماد کے مترادف ہے۔ نیز آپ نے فرمایا، دنیا میں بھی تجھے دو چیزیں کفایت کرتی ہیں ایک تو درویش کی ہم نشینی اور دوسرے ولی اللہ کا احترام۔

آپ نے ۳۲۶ھ میں وفات پائی۔

حضرت شیخ ابو الحسن بن محمد مزّینؒ

آپ کا اسم گرامی علی ہے بغداد کے مشایخ کبار میں آپ کا شمار ہوتا ہے سید الطائفہ حضرت شیخ جنید بغدادیؒ اور سہل بن عبداللہ تستریؒ کی صحبت سے فیضیاب ہونے کی سعادت آپ کو حاصل تھی عرصۂ دراز تک مکہ مکرمہ میں مجاورت کی خدمات سرانجام دیں مزّین نام کے دو اشخاص ہوئے ہیں ایک مزّین صغیر اور دوسرے مزّین کبیر، آپ مزّین صغیر ہیں۔ شیخ الاسلام نے فرمایا کہ مزّین ایک دفعہ ایک شیر کے نزدیک گئے اور فرمایا..... ثم مات فاقبرہ شیر اس جگہ مر گیا جب آپ پہاڑ کی چوٹی پر پہنچے تو آپ نے فرمایا ثم اذا شاء انشرہ شیر زندہ ہو کر کھڑا ہو گیا۔

آپ نے ۳۲۸ھ میں وفات پائی اور دوسرے قول کے مطابق ۳۲۷ھ میں۔ آپ کا مزار مکہ مکرمہ میں ہے۔

حضرت شیخ ابو علی ثقفی رحمۃ اللہ علیہ

آپ کا اسم گرامی محمد بن عبدالوہابؒ ہے حضرت ابو حفص حدادؒ اور حضرت حمدون قصارؒ کی صحبتوں سے فیضیاب ہوئے۔

آپ کی وفات ۳۲۸ھ میں ہوئی۔

حضرت شیخ ابو محمد مرتعش

عبداللہ بن محمد نیشاپوری آپ کا اسم گرامی ہے۔ آپ نے بغداد میں منتقل سکونت اختیار کرلی تھی، شیخ ابو حفص حدادؒ کے مریدین میں سے تھے۔ سید الطائفہ حضرت جنید بغدادیؒ سے آپ کی ملاقاتیں تھیں، حضرت ابو حفصؒ آپ کے پاس خود تشریف فرما ہوئے تھے آپ روزانہ ہزار فرسنگ کی مسافت طے کرتے تھے۔ آپ کا سفر برہنہ سر اور برہنہ پا ہوتا تھا کسی شہر میں دس روز سے زیادہ قیام نہیں فرماتے تھے، کبھی کبھی آپ کا قیام تین روز تک ہوتا تھا۔ آپ نے فرمایا کہ میں نے آپ کو صفائے باطن کے مقام پر فائز نہیں پایا جب تک کہ میں نے ظاہر کی آراستگی کی اس درجے میں فکر نہیں کی۔ آپ سے کسی نے کہا کہ فلاں شخص پانی کی سطح پر چلتا ہے آپ نے جواب میں فرمایا کہ میرے پاس ایک شخص ہے جو نفس کی مخالفت کرتا ہے اور وہ اس سے زیادہ بزرگ ہے۔

آپ نے ۳۲۸ھ میں رحلت فرمائی۔

حضرت شیخ ابو یعقوب نہر جوریؒ

اسم گرامی اسحاق بن محمدؒ ہے آپ کا شمار علمائے مشایخ میں ہوتا ہے۔ سید الطائفہ حضرت جنید بغدادیؒ اور حضرت عمرو بن عثمان مکیؒ کی صحبتوں میں رہنے کا اتفاق ہوا۔ سالہا سال مکہ مکرمہ کی مجاورت کی خدمت سرانجام دی۔ آپ حضرت ابو یعقوب صوفی سے نسبت ارادت رکھتے ہیں آپ نے فرمایا دنیا ایک دریا ہے اس کا کنارہ آخرت ہے تقویٰ اس کی کشتی ہے۔ جتنے لوگ ہیں سب مسافروں کا حکم رکھتے ہیں۔ نیز آپ نے فرمایا، جس نعمت کا تم شکریہ ادا کرو وہ نعمت زائل ہو جاتی ہے۔ اگر نعمت کا انکار کرو اور کفران نعمت پر اتر آؤ تو وہ نعمت باقی نہ رہے گی۔ آپ نے فرمایا جو شخص خوب شکم سیر ہو کر کھانا کھاتا ہے وہ ہمیشہ بھوکا رہتا ہے جو شخص مال کے سبب دولت مند ہے وہ ہمیشہ احتیاج مند رہے گا۔ جو شخص یہ چاہے گا کہ مخلوق اس کی ضرورت رفع کرے وہ ہمیشہ محروم رہے گا۔ جو خدا سے استعانت نہ کرے گا وہ ہمیشہ ذلت اور محرومی کا شکار رہے گا۔

آپ نے ۳۳۰ھ میں وفات پائی۔ آپ کا مزار مکہ مکرمہ میں ہے۔

حضرت شیخ ابو الحسن صایغ دینوریؒ

علی بن محمد بن سہیل آپ کا اسم مبارک ہے۔ دینور کے مشایخ کبار میں آپ کا شمار ہوتا ہے۔ آپ کا قیام مصر میں رہا۔ شیخ ابو جعفر

صیدلانیؒ کے مرید با صفا اور شیخ ابوالحسن فرقانیؒ اور ابوعثمان مغربیؒ کے شیخ تھے آپ نے شنبہ کی شب میں ۱۵ رجب ۳۳۱ھ یا ۳۳۰ھ میں وفات پائی۔ آپ کا مزار مبارک مصر میں ہے۔

حضرت شیخ ابوبکر بن طاہر نوریؒ

عبداللہ بن حارث طائی، نام نامی اور اسم گرامی ہے۔ جبل کے مشایخ کبار میں آپ کا شمار ہوتا ہے۔ حضرت ابوبکر شبلیؒ کے رفقا میں آپ کا شمار ہوتا ہے۔ شیخ ابویوسف بن حسینؒ کی صحبت کی سعادت نصیب ہوئی۔

آپ نے ۳۳۰ھ میں وفات پائی۔

حضرت عبداللہ متنازلؒ

وحید العصر شیخ اور محرم اسرار و رموز صوفی تھے۔ ظاہری و باطنی علوم پر عمیق نگاہ رکھتے تھے علم حدیث میں کمال کی بالغ نظری رکھتے تھے۔ حضرت شیخ حمدون قصارؒ کے مریدوں میں آپ کا شمار ہوتا ہے۔ آپ کا ارشاد ہے کہ جو سنتوں سے بے رخی برتتا ہے وہ فرائض سے بھی رفتہ رفتہ ہاتھ دھو بیٹھتا ہے۔ دراصل ترک سُنن، ترک فرائض کا پیش خیمہ ہے جو سنن ترک کر دیتا ہے، بدعات کی دلدل میں پھنس جاتا ہے۔ کثرت علم کی بہ نسبت ہم ادب کے زیادہ محتاج ہیں۔ فرمایا کہ فقر کی حقیقت دنیا و آخرت سے انقطاع اور خداوند دین و دنیا سے استغنا ہے۔ فرمایا عارف وہ ہے جسے کوئی چیز بھی غرور میں مبتلا نہ کرے۔

آپ نے ۳۳۱ھ میں وفات پائی۔

حضرت شیخ ابراہیم بن شیبان الکرمان شاہیؒ

کینت ابواسحاق ہے مشایخ جبل میں سے ہیں۔ شیخ ابوعبداللہ مغربیؒ اور شیخ ابراہیم خواصؒ کے احباب میں سے ہیں آپ نے فرمایا، جو شخص مشایخ کی حرمت و تکریم نہیں کرتا وہ جھوٹے وعدوں اور لغو باتوں کے چکر میں پھنسا رہتا ہے اور ہمیشہ ذلت و خواری اس کے مقدر میں ہوتی ہے۔ آپ نے ۳۳۰ھ میں وفات پائی۔

حضرت شیخ ابوعلی مشتولیؒ

آپ کا اسم گرامی حسن بن علی بن موسےٰ ہے۔ آپ مشتول کے باشندے تھے۔ مشتول ایک قصبہ کا نام ہے جو مصر

سے دس فرسنگ کے فاصلے پر ہے۔ ابوعلی کاتبؒ اور ابویعقوب سوسیؒ کے شاگردوں میں آپ کا شمار ہوتا ہے۔ آپ نے ۳۴۱ھ میں وفات پائی۔ مزار مشتول میں واقع ہے۔

حضرت شیخ ابوسعید اعرابیؒ

آپ فارسی الاصل ہیں۔ نیشاپور میں آپ نے مستقل سکونت اختیار کر لی تھی آپ کو مشایخ کبار اپنا مقتدا اور پیشوا تسلیم کرتے تھے۔ حضرت شیخ ابوبکر شبلیؒ کے شاگردوں میں آپ کا شمار ہوتا ہے۔ حضرت شبلیؒ بھی آپ کو قدر و منزلت کی نظر سے دیکھتے تھے۔ آپ نے نیشاپور میں ۳۴۰ھ میں وفات پائی۔

حضرت شیخ جعفر الحذارؒ

اسم گرامی احمد بن محمد ہے بصرہ کے باشندے تھے مکہ مکرمہ میں اقامت اختیار کر لی تھی۔ اپنے زمانے شیخ حرم کہلاتے تھے آپ نے متعدد کتابیں تصنیف کی ہیں حضرت سید الطائفہ جنید بغدادیؒ کی صحبت کا شرف آپ کو حاصل تھا۔ آپ نے ۳۴۰ھ یا ۳۴۱ھ میں وفات پائی۔

حضرت شیخ ابراہیم بن احمد مولد الصوفیؒ

کنیت ابو محمد ہے آپ کو سید الطائفہ حضرت جنید بغدادیؒ کی صحبت حاصل تھی۔ آپ نے ۳۴۱ھ میں وفات پائی آپ کا مزار شیراز میں ہے۔

حضرت شیخ ابوالقاسم الحکیم السمرقندیؒ

ابواسحاق کنیت ہے۔ امام طریقت تھے۔ مشایخ کبار میں آپ کا شمار ہوتا ہے۔ شیخ ابوعبداللہ جلاؒ اور ابراہیم قصارؒ کی صحبت حاصل تھی۔ آپ نے ۳۴۲ھ میں رحلت فرمائی۔

حضرت شیخ ابوالقاسم بن عیسی البغدادیؒ

اسحٰق بن محمد بن اسمٰعیل اسم گرامی ہے آپ حضرت ابوبکر وراقؒ کی صحبت سے فیضیاب ہوئے۔ بعض آیات قرآنیہ کی تفسیر

آپ نے اشارات و کنایات میں کی ہے۔ ایک دن آپ کی مجلس گرم تھی آپ بعض امور کے فیصلے فرما رہے تھے اس اثنا میں کوئی بزرگ آپ سے ملنے کے لئے حاضر ہوئے چونکہ آپ مشغول تھے اس لئے انہوں نے حوض کے کنارے مصّلا بچھایا اور نماز پڑھنے لگے۔ جب نماز سے فراغت پائی تو آپ نے اسے مخاطب کر کے فرمایا بھائی! یہ تو بازیچۂ اطفال ہے۔ صاحب حوصلہ مرد تو وہ ہے کہ بڑے سے بڑے شغل میں رہتے ہوئے خدا سے لو لگائے رہے۔ آپ نے یوم عاشورا کو ۳۴۲ھ میں وفات پائی۔ آپ کا مزار سمرقند میں بمقام موضع جاکر دیزہ واقع ہے۔

حضرت شیخ رح

آپ کا اسم گرامی فارس ہے۔ حضرت حسین بن منصور حلاج رح کے خلفا میں آپ کا شمار ہوتا ہے۔ حضرت شیخ ابو منصور ماتریدیؒ کے ہم عصر شیخ تھے۔ آپ نے بروز عاشورا ۳۴۲ھ میں وفات پائی۔ آپ کا مزار سمرقند میں بمقام موضع جاکر دیزہ ہے۔

حضرت شیخ ابو العباس سیاری رح

حضرت شیخ احمد بن سیار کے بھانجے ہوتے ہیں۔ قاسم بن قاسم بن مہدی آپ کا اسم گرامی تھا۔ مرو آپ کا اصل وطن تھا۔ حضرت شیخ ابوبکر واسطی کے مریدین میں آپ کا شمار ہوتا ہے طریقۂ سیارہ آپ کی جانب منسوب ہے اس طریقہ کی بنیاد جمع و تفریق پر ہے ظاہری و باطنی علوم میں کامل دستگاہ رکھتے تھے۔ آپ نے ۳۴۲ھ میں وفات پائی۔ آپ کا مزار مرو میں ہے۔

حضرت شیخ ابو الخیر تسنیاتی الاقطعؒ

آپ کا اسم گرامی حماد ہے قصبۂ تسنیات کے ساکن تھے جو مصر کے مضافات میں شامل ہے۔ کہا جاتا ہے کہ تسنیات مغرب سے علاقہ رکھتا ہے۔ آپ زنبیل تیار کرتے تھے شیر جیسے درندے آپ کے تابع تھے۔ آپ بڑے باکمال درویش تھے۔ سید الطائفہ حضرت جنید بغدادیؒ اور ابو عبداللہ جلا کی صحبتوں سے بہرہ یاب تھے۔ طریقۂ توکل میں آپ کا جواب نہ تھا۔ ایک مرتبہ آپ نے کسی کو دیکھا کہ پانی پر چلتا ہے فرمایا یہ کیا بدعت ہے خشکی پر آ اور ساتھ ساتھ چل ایک شخص کو ہوا میں اڑتے دیکھا فرمایا یہ کیا بدعت ہے کہاں جاتا ہے اس نے جواب دیا، ارادہ حج ہے۔ فرمایا نیچے آ۔ اور زمین پر چل نفحات الانس میں آپ کے قطع ید کی تفصیل ملتی ہے۔

آپ نے ۳۴۳ھ میں وفات پائی۔

حضرت شیخ ابوبکر مصریؒ

محمد بن ابراہیم آپ کا اسم گرامی ہے۔ شیخ ابوبکر داقی وقتراقیؒ کے استاد اور شیخ دقاق کبیرؒ کے شاگرد ہوتے ہیں۔ سید الطائفہ حضرت جنید بغدادیؒ اور شیخ نوری کے ہم صحبت تھے۔ آپ نے ۳۴۵ھ میں وفات پائی۔

حضرت شیخ ابو حمزہ احمد شیرازیؒ

ابراہیم بن ابراہیم آپ کا اسم گرامی ہے نیشاپور کے رہنے والے ہیں۔ سید الطائفہ، رویمؒ، ابوعثمان حیریؒ اور ابراہیم خواصؒ کے ہم صحبت رہے ہیں آپ نے پورے چالیس سال مکہ مکرمہ کی مجاورت کے فرائض سر انجام دیے ہیں اس عرصے میں آپ نے تعظیماً و تکریماً حرم پاک کی حدود میں پیشاب تک نہ کیا۔ متواتر ساٹھ حج ادا کئے۔ آپ نے فرمایا کہ میں نے تیس سال تک سید الطائفہ حضرت جنید بغدادیؒ کا پاخانہ اپنے ہاتھوں سے صاف کیا ہے اور مجھے اس سعادت پر فخر ہے مشایخ وقت جب حلقہ کرتے تھے تو صدر نشینی آپ کے حصے میں آتی تھی کہتے ہیں کہ ایام حج میں ایک عجمی آیا اور کہنے لگا میں نے حج ادا کیا ہے آپ میری ضمانت دیں کہ میں دوزخ میں نہیں جاؤں گا۔ آپ کے دوستوں نے مجھے آپ کے پاس روانہ کیا ہے تاکہ میں آپ سے ضمانت حاصل کر دوں۔ شیخ نے اس شخص پر ایک اچٹتی ہوئی نظر ڈالی اور یہ سمجھا کہ میرے دوستوں نے اس سے مزاحاً یہ بات کہہ دی ہے چنانچہ آپ نے ایک مستجاب الدعوات درویش کا پتہ بتا دیا اور یہ کہا کہ وہاں جا کر یہ کہنا یارب اعطنی براءۃ اے رب دوزخ سے مجھے نجات دے۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ عجمی واپس آیا اور اس کے ہاتھ میں سبز رنگ کا ایک کاغذ تھا جس پر یہ مرقوم تھا! "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ھذہ براءۃ فلان بن فلان من النار۔ یہ پروانۂ نجات ہے فلاں بن فلاں کا دوزخ سے۔

آپ نے ۳۴۸ھ میں وفات پائی۔

حضرت شیخ ابو محمد زجاجیؒ

ابو محمد کنیت ہے۔ بغداد کے محلہ خضر کے ساکن تھے۔ سید الطائفہ حضرت جنید بغدادیؒ اور حضرت ابراہیم خواصؒ کے شاگردوں میں آپ کا شمار ہوتا ہے۔ حضرت شیخ ابو العباس نہاوندیؒ کے مرشد ہیں۔ حضرت نوریؒ، حضرت رویمؒ، حضرت سمنونؒ اور حضرت حریریؒ کے ہم صحبت رہے ہیں۔ آپ لیٹ کر بناکرتے تھے۔ آپ کا ارشاد ہے کہ دو ہزار دوسرے

مشایخ سے میں نے فیض حاصل کیا ہے۔ آپ نے ۵۶ حج کئے۔ فرماتے ہیں کہ ایک دن میں سید الطائفہ حضرت جنید بغدادیؒ کی خدمت میں حاضر ہوا وہ بیمار تھے میں نے آپ سے التجا کی کہ حضرت الاستاذ! اللہ تعالےٰ سے دعائے صحت کیجئے۔ فرمایا کہ میں نے دعا کی تھی جواب ملا کہ جسم ہماری ملکیت ہے ہم چاہیں تو اسے تندرست رکھیں اور چاہیں تو بیمار کردیں۔ تجھے یہ حق کہاں پہنچتا ہے کہ ہماری ملک میں تصرف کرے۔ تو ہمارا بندہ ہے تیرا کام صرف بندگی ہے اور بس۔

آپ نے ۳۴۶ھ میں وفات پائی۔ آپ کا مزار بغداد کے مقام شونیزیہ میں ہے حضرت سری سقطیؒ اور حضرت شیخ جنید بغدادیؒ کے مزارات کے قریب آرام فرما رہے ہیں۔ آپ کی عمر ۹۵ سال کی ہے۔

حضرت شیخ جعفر بن نصیر الخلدی الخواصؒ

آپ کا اسم گرامی علی بن احمد بن سہیل ہے آپ اصلاً پوشنگ کے باشندے ہیں جو ہرات کے مضافات میں موضع ہے خراسان کے حوصلہ مند مشایخ میں آپ کا شمار ہوتا ہے، حضرت ابو عثمان حیریؒ کے ہم صحبت تھے۔ ابوالعباس عطا حریریؒ، طاہر مقدسیؒ اور ابو عمرو دمشقی کی صحبتوں کا لطف اٹھایا ہے۔ آپ کا ارشاد ہے کہ لوگ تین قسم کے ہیں ایک اولیاء جن کا باطن ظاہر سے بہتر ہوتا ہے دوسرے علماء کہ وہ ظاہر و باطن میں ایک جیسے ہوتے ہیں تیسرے جہال کہ ان کا ظاہر، باطن سے بہتر ہوتا ہے آخر الذکر جماعت جو جہال پر مشتمل ہے وہ اپنے باطن کے ساتھ انصاف نہیں کرتی اور دوسروں سے انصاف کا مطالبہ کرتی ہے۔ کسی نے آپ سے دعا کی درخواست کی خدا تعالےٰ تجھے تیرے نقصان سے محفوظ رکھے۔

آپ نے ۳۴۸ھ میں وفات پائی۔ کہتے ہیں کہ آپ کی وفات کے بعد ایک درویش آپ کے مزار پر آیا اور خدا سے دنیا طلب کرنے کی درخواست کی۔ رات کو خواب میں دیکھا کہ آپ فرماتے ہیں، اے درویش! جب تو ہمارے پاس آئے تو دنیا مت طلب کر دنیا چاہتا ہے تو دنیا داروں کی قبر پر جا، ہمارے مزار پر آؤ تو دنیا اور اس کی زینت سے قطع تعلق کرلے۔

حضرت شیخ ابو الحسین الصوفی القوشجی رحمۃ اللہ علیہ

شام میں آپ کی سکونت مستقل۔ حضرت عبداللہ جلاؒ کی صحبت میں رہے۔ آپ نے ۳۵۰ھ میں رحلت کی۔

حضرت شیخ ابو بکر بن داؤد دینوریؒ

ابو محمد کنیت ہے۔ آپ کے والد محترم کا نام محمد بن عبداللہ ہے۔ رئی خاندان کا وطن ہے۔ آپ کا مقام ولادت نیشاپور

ہے۔ آپ کا شمار مشایخ کبار میں ہوتا ہے۔ ظاہری و باطنی علوم پر گہری نظر رکھتے تھے۔ سید الطائفہ حضرت جنید بغدادیؒ، محمد بن فضیل بلخیؒ، رویمؒ، سمنونؒ، ابو علی جرجانیؒ اور محمد حامدؒ وغیرہم کے ہم صحبت رہے۔ ابو عثمان حیریؒ کے رفقا اور احباب میں سے ہے۔

حضرت شیخ بندار ابن حسین بن محمد بن مہلب شیرازیؒ

کنیت ابو الحسین ہے آبائی وطن شیراز تھا۔ شیخ شبلیؒ کے مرید تھے اور ابو عبد اللہ خفیفؒ کے استاد ہیں جعفر حداؒ کے ہم صحبت تھے۔ آپ سے دریافت کیا گیا کہ تصوف کی تعریف کیا ہے فرمایا، الوفائے عہد۔ شیخ الاسلام نے فرمایا کہ ایفائے عہد یہ ہے کہ جس کی خاطر تو کام کرتا ہے اس کی خاطر کام کو انجام دے۔

آپ کی وفات بہ مقام ارجان ۳۵۳ھ میں ہوئی۔ شیخ ابو زرعہ حیریؒ نے غسل میت کا اہتمام کیا۔

حضرت شیخ عبد الملک بن علی بن عبد اللہ بن عمر گازرونیؒ

کنیت ابو عمرو ہے۔ گازرون بمقام فارس آبائی وطن ہے۔ آپ مستجاب الدعوات تھے۔ اہل دل میں آپ کا شمار تھا۔ صاحب کشف و شہود بزرگ تھے۔ آپ کی وفات سہ شنبہ ۲۰ ذی الحجہ ۳۵۸ھ کو ہوئی۔

حضرت شیخ علی بن بندار ابن حسین الصوفی الصیرفی رحمۃ اللہ علیہ

کنیت ابو الحسن ہے نیشاپور کے مشایخ کبار میں آپ کا شمار ہوتا ہے۔ سید الطائفہ حضرت جنید بغدادیؒ، رویمؒ، سمنونؒ، ابن عطاؒ اور شیخ حریریؒ کے ہم صحبت رہے ہیں۔ اکثر و بیشتر مشایخ سے شرف ملاقات حاصل رہا ہے۔ حدیث کے فن میں مسند کا درجہ رکھتے تھے آپ کا ارشاد ہے کہ لوگوں سے زیادہ میل جول بڑھاؤ ان سے عاجزی میں فائدہ ہے۔ ایک دن شیخ عبد اللہ خفیفؒ کے ہمراہ کہیں جا پہنچے۔ شیخ ابو عبد اللہؒ نے آپ سے فرمایا کہ آگے قدم بڑھاؤ۔ ابو الحسنؒ نے فرمایا، آگے کیوں قدم بڑھاؤں۔ حضرت شیخ ابو عبد اللہؒ نے فرمایا آپ نے جنید کو دیکھا ہے اور میں نے نہیں دیکھا۔ یہ بات میں نے اس لیے کہی ہے کہ مشایخ کا دیدار بڑی نسبت اور بڑی سعادت ہے۔ اس گروہ مشایخ کو اللہ تعالیٰ نے بڑا منصب عطا کیا ہے کیونکہ یہ بات روایت در روایت منتقل ہوتی چلی آئی ہے کہ اس نے فلاں بزرگ کو دیکھا ہے اور فلاں شیخ کی صحبت سے لذت اندوز ہوا ہے۔

آپ نے ۳۵۹ھ میں وفات پائی۔

حضرت شیخ ابو بکر الدقیؒ

آپ کا اسم گرامی محمد بن داؤد دمشقیؒ ہے روایات میں آیا ہے کہ دینوری الاصل ہیں لیکن آپ کا بیشتر وقت شام میں گزرا ہے آپ شیخ دقاق کبیرؒ کے مرید باصفا تھے۔ سید الطائفہ حضرت جنید بغدادیؒ سے آپ کو ملاقات کا شرف حاصل تھا۔ ایک بار آپ جنگل میں رو رہے تھے اور کہہ رہے تھے کہ خداوندا! تو نے مجھے جو حیات بخشی ہے اس میں سے کچھ میرے دل پر ظاہر فرما تا کہ مجھے سکون حاصل ہو۔ دعا قبول ہوئی۔ اور کچھ حال آپ پر منکشف ہو گیا قریب تھا کہ آپ ہلاک ہو جائیں۔ عرض کیا، خدایا! اس راز کو مخفی رکھ کہ مجھ میں اس کی تاب نہیں ہے چنانچہ راز پوشیدہ رکھا گیا۔ آپ نے شام میں ۳۵۵ھ میں وفات پائی آپ کی عمر ۱۲۰ سال کی ہوئی ہے۔

حضرت شیخ ابو الحسن بن سالم بصریؒ

آپ شیخ ابو طالب مکیؒ کے استاد اور سہل بن عبداللہ تستریؒ کے مرید باصفا ہیں حضرت سہلؒ کے مریدوں میں سے سب سے آخر میں آپ نے وفات پائی۔ سنہ وفات ۳۶۵ھ ہے۔

حضرت شیخ ابو بکر مقیدؒ

آپ کا اسم گرامی محمد بن احمد بن ابراہیم ہے جرجرآباد کے باشندے ہیں۔ مشایخ کبار میں سے شمار ہوتے ہیں۔ سید الطائفہ حضرت جنید بغدادیؒ اور یوسف بن حسینؒ کی زیارت کے شرف سے مشرف ہوئے ہیں۔ حضرت ابو عثمان حیریؒ کی صحبت میں رہے۔ آپ کی وفات ۳۶۵ھ میں ہوئی۔

حضرت شیخ اسمٰعیل نیشاپوریؒ

اسمٰعیل بن نجید بن احمد السلمی اسم مبارک ہے۔ مادری نسبت سے آپ شیخ عبدالرحمٰن سلمیؒ کے جد امجد ہیں حضرت ابو عثمان حیریؒ کے دوستوں میں شمار ہوتے ہیں۔ آپ نے سید الطائفہ کی زیارت کی ہے۔ فن حدیث میں آپ کا مقام بہت بلند ہے مستند اور ثقہ محدثین میں آپ کا شمار ہوتا ہے۔

آپ کی وفات ۳۶۵ھ یا ۳۶۶ھ میں ہوئی۔

حضرت شیخ ابو عمرو بن نجیدؒ

آپ کا اسم گرامی محمد بن احمد المقرؒ ہے۔ یوسف بن حسینؒ عبداللہ خراز رازیؒ، مظفر کرمان شاہیؒ، رویمؒ، حریریؒ اور ابن عطاؒ کے ہم صحبت رہے ہیں روایت ہے کہ پچاس ہزار دینار آپ کو میراث میں ملے آپ نے یہ تمام رقم فقرا و مساکین پر تقسیم کرادی توحید و تجرید کے عالم میں آپ نے حج کا احرام باندھا تھا۔ آپ نے ۳۶۶ھ میں وفات پائی۔

حضرت شیخ ابو عبداللہ مقریؒ

آپ بغداد میں حافظ اور امام تھے۔ حدیث میں عبداللہ بن احمد بن حنبلؒ کے شاگرد تھے آپ نے سید الطائفہ حضرت جنید بغدادیؒ کی زیارت کی ہے۔ ذی الحجہ ۳۶۶ھ میں آپ نے وفات پائی۔ آپ کا مزار بغداد میں ہے۔

حضرت شیخ ابو بکر قطبیؒ

آپ کے والد ماجد اسم گرامی محمد بن عیسیٰ نیشاپوری ہے ظاہری و باطنی علوم میں کامل دستگاہ رکھتے تھے حاکم ابو عبداللہ سے روایت ہے کہ میں تقریباً بیس بائیس سال آپ کے ہمراہ رہا مجھے یقین اور اعتماد ہے کہ فرشتے نے اس مدت میں ایک گناہ بھی آپ کے نامۂ اعمال میں درج نہیں کیا ہوگا۔ آپ نے ۳۶۷ھ میں وفات پائی۔

حضرت شیخ ابو احمدؒ

احمد بن عطاؒ آپ کا اسم گرامی ہے۔ شام کے مشایخ کبار میں آپ کا شمار ہوتا ہے آپ نے فرمایا کہ کتابیں جمع کرنا جہالت کا نفوذ ہوتی ہے آپ نے ۳۶۹ھ میں وفات پائی۔ مقام صور لبد میں آپ کا مزار ہے۔ جہاں آج کل پانی آنے کے سبب نشان تک گم ہوگیا ہے۔

حضرت شیخ ابو عبداللہ رودباریؒ

محمد بن سلیمان صعلوکی الفقیر آپ کا اسم گرامی ہے نیشاپور کے باشندے تھے شریعت و طریقت دونوں میں امام وقت تھے۔ حضرت شبلیؒ، حضرت مرتعشؒ اور ابو علی ثقفیؒ کی صحبتوں سے فیض یاب ہوئے ہیں۔ صاحب بن عبادؒ کا بیان ہے کہ

ابو سہیل نے اپنا ثانی نہیں دیکھا اور ہم نے بھی نہیں دیکھا۔ آپ ۲۹۰ھ میں متولد ہوئے تھے اور آپ نے ۷۰ سال کی عمر میں ۳۶۹ھ میں وفات پائی۔

حضرت شیخ ابو سہیل صعلوکی رحمۃ اللہ علیہ

کنیت ابو اسحاق ہے۔ سید الطائفہ حضرت جنید بغدادیؒ کے ہم صحبت رہے ہیں۔ شیخ ابو عبد الرحمن سلمیؒ نے فرمایا کہ میں نے ان سے نصیحت کی درخواست کی فرمایا ایسا کام نہ کرو جس سے پشیمانی اٹھانی پڑے۔ آپ نے ۳۶۹ھ میں وفات پائی۔

حضرت شیخ ابراہیم بن ثابتؒ

آپ کا اسم گرامی محمد بن عمر الحکیم ہے۔ آپ ترمذ کے باشندے تھے لیکن زیادہ تر آپ کا وقت بلخ میں گزرا ہے آپ محمد بن علی حکیم ترمذیؒ کے مرید باصفا ہیں شیخ احمد خضرویہؒ کی صحبت کا لطف اٹھایا ہے۔ آپ صاحب تصانیف بھی ہیں۔ توریت، انجیل، زبور وغیرہ صحف سماویہ پر آپ کی اچھی خاصی نظر تھی۔ آپ کو شعر و سخن کا ذوق بھی تھا۔ ایک دیوان بھی آپ سے یادگار ہے۔ آپ کا ارشاد ہے کہ اگر طمع سے پوچھا جائے کہ تیرا باپ کون ہے تو جواب میں یہ کہا جائے گا کہ قسمت میں شک و شبہ اگر یہ پوچھا جائے کہ تیرا پیشہ کیا ہے تو کہے گی ذلت و خواری میں پڑنا اگر دریافت کیا جائے کہ تیری انتہا کیا ہے تو جواب ملے گا ناامیدی۔

آپ نے ۳۷۰ھ میں وفات پائی۔ آپ کا مزار ترمذ میں ہے۔

حضرت شیخ ابو بکر فرازؒ

اسم گرامی محمد بن حمدون الفراء ہے نیشاپور کے مشایخ کبار میں آپ کا شمار ہوتا ہے۔ شیخ ابو علی ثقفیؒ، عبد اللہ تنالؒ، ابو بکر شبلیؒ، ابو طاہر الہریؒ اور شیخ مرتعشؒ کے ہم صحبت رہے ہیں۔ شیخ عمرؒ سے روایت ہے کہ اگر میری ملاقات شیخ ابو بکر فراز سے نہ ہوتی تو میں کبھی صوفی نہ ہوتا۔ آپ نے ۳۷۰ھ میں وفات پائی۔

حضرت شیخ ابو الحسین مصریؒ

آپ کا اسم گرامی علی بن ابراہیم ہے۔ بصرہ کے باشندے تھے۔ آپ نے بغداد میں سکونت اختیار کر لی تھی مذہبًا حنبلیؒ تھے۔ شیخ شبلیؒ کے مریدوں میں سے تھے۔ آپ فرماتے تھے کہ سورج میری اجازت اور میرے اذن کے بغیر طلوع نہیں ہوتا۔ نیز فرمایا کہ میں نے صبح سویرے خداوند قدوس سے درخواست کی کہ خدایا! تو مجھ سے راضی ہے میں تجھ سے راضی ہوں۔ ندا آئی اے کذاب! اگر تو مجھ سے راضی ہوتا تو کبھی ہماری طلب نہ کرتا۔ آپ نے بروز جمعہ ماہ ذی الحجہ ۳۷۱ھ میں وفات پائی۔

حضرت شیخ ابو القاسم نصر آبادیؒ

آپ کا اسم گرامی ابراہیم بن محمد بن عمویہ ہے آپ کا مولد اور منشا نیشاپور ہے۔ شیخ شبلیؒ کے مرید تھے ظاہری و باطنی علوم پر نظر رکھتے تھے۔ حدیث و فقہ میں آپ کو مستند سمجھا جاتا ہے۔ آپ نے حضرت واسطیؒ کو دیکھا ہے۔ ابو علی رود باریؒ مرتعشی اور ابو بکر طاہر امریؒ کے ہم صحبت رہے ہیں۔ آخر عمر میں آپ نے مکہ مکرمہ کی مجاورت اختیار کر لی تھی جیسا کہ نفحات الانس میں مولانا عبد الرحمٰن جامیؒ نے تحریر کیا ہے آپ کی وفات ۳۷۲ھ میں ہوئی۔ امام یافعیؒ کی کتاب محاسن الاخبار اور امام قشیریؒ کے رسالہ کے مطابق ماہ ربیع الاول ۳۶۷ھ میں۔ یہ آخر الذکر قول اقرب الصحت معلوم ہوتا ہے۔

حضرت شیخ ابو بکر طرسوسی الحرمیؒ

آپ کا اسم گرامی علی بن احمد بن محمد طرسوسیؒ ہے سالہا سال مکہ مکرمہ کی مجاورت کی خدمت سرانجام دی۔ آپ کو طاؤس الحرمین کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔ آپ ابو الحسین مالکی کے شاگرد تھے۔ ابراہیم شیبان کرمان شاہی کی صحبت آپ کو نصیب ہوئی۔ آپ اپنی نسبت ابراہیم کرمان شاہی سے ظاہر کرتے تھے۔ آپ کی وفات ۳۷۲ھ میں ہوئی آپ کا مزار مکہ مکرمہ میں ہے۔

حضرت شیخ عبد الواحد بن علی السیاریؒ

آپ اپنے ابن عم حضرت ابو العباس سیاریؒ کے شاگرد رشید ہوتے ہیں ایک دن آپ نے صوفیا کی مہمان داری کے

فرائض سر انجام دیے۔ سماع کا اہتمام بھی کیا۔ جب محفل سماع گرم ہوئی تو کسی ایک پر حال طاری ہوگیا اور وہ ہوا میں ایسا اڑا کہ پھر واپس نہیں آیا۔ آپ نے اپنا دولت خانہ صوفیا کے لیے وقف کر دیا تھا۔ اور خود بھی تصوّف کے لئے وقف ہو گئے تھے۔ آپ نے ۳۷۵ھ میں وفات پائی۔

حضرت شیخ عبداللہ برقیؒ

آپ برقی الاصل ہیں۔ برق خوارزم کے مضافات میں سے ہے بخارا میں سکونت اختیار کرلی تھی علم فقہ، شعر و سخن، لغت، نحو اور علم معرفت میں آپ کو منصب امامت حاصل تھا۔ آپ نے ۳۷۶ھ میں وفات پائی۔

حضرت شیخ ابو نصر سراجؒ

آپ کا اسم گرامی عبداللہ بن علی طوسی ہے اور طاؤس الفقرا کے لقب سے مشہور ہیں۔ آپ نے بہت سی تصانیف یادگار چھوڑی ہیں۔ علم تصوّف میں آپ کی ایک تصنیف "لمحے" بہت مشہور ہے۔ آپ کو حضرت شیخ ابو محمد مرتعشؒ سے ارادت تھی، حضرت سری سقطیؒ اور حضرت سہیل تستریؒ کی زیارت سے مشرف ہوئے ہیں۔ ایک دفعہ موسم سرما میں آگ سلگا رہے تھے اور اس دوران میں حقائق و معارف کی گفتگو بھی جاری تھی۔ اس اثنا میں آپ پر کیفیت طاری ہوگئی، دہکتی ہوئی آگ میں سربسجود ہو گئے۔ لیکن آپ کے جسم پر آگ نے مطلق کوئی اثر نہیں کیا۔ کسی نے سبب دریافت کیا تو فرمایا جو شخص خدا کی بارگاہ میں اپنی عزت و آبرو کی پروا نہیں کرتا آگ میں اس کا چہرہ کیسے جھلس سکتا ہے۔

آپ نے ۳۷۸ھ میں وفات پائی۔ طوس میں آپ کا مزار مرجع خلائق ہے۔ آپ کا ارشاد ہے کہ جو جنازہ میرے مزار کے سامنے رکھا جائے گا۔ انشاءاللہ اس کی مغفرت ہو جائے گی۔ آپ کی وصیت کے مطابق اہل طوس اپنے جنازے آپ کے مزار عالیہ کے قریب رکھ دیتے ہیں۔

حضرت شیخ ابوالقاسم المقریؒ

آپ کا اسم شریف جعفر بن احمد بن محمد المقریؒ ہے۔ آپ ابو عبداللہ مقری کے بھائی ہیں خراسان کے مشایخ میں شمار کیے جاتے تھے۔ ابن عطاؒ، حریریؒ، ابو بکر بن ابی سعدانؒ، ابو علی رودباریؒ اور ابو بکر ممشاد دینوریؒ کی صحبتوں میں رہے ہیں۔

آپ کی وفات نیشاپور میں ۳۷۸ھ میں ہوئی ہے۔

حضرت شیخ ابوبکر کلاباذیؒ

آپ کا اسم گرامی محمد بن ابراہیم بن یعقوب الکلاباذی البخاری ہے۔ تعرّف آپ کی مشہور تصنیف ہے بعض بزرگوں کا بیان ہے کہ اگر کتاب تعرّف نہ ہوتی تو تصوّف سے کوئی آشنا نہ ہوسکتا۔ آپ کی وفات بخارا میں بروز جمعہ ۱۹ جمادی الاول ۳۸۰ھ کو ہوئی۔ دوسرے قول کے مطابق ۳۸۴ھ سنہ وفات ہے۔

حضرت شیخ ابوالخیر حبشیؒ

آپ کا اسم گرامی اقبال ہے اور لقب طاؤس الحرمین۔ روایات میں آیا ہے کہ جب کبھی آپ روضۂ مقدسہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر حاضر ہوتے اور السلام علیک یا رسول الثقلین عرض کرتے جواب میں وعلیک السلام یا طاؤس الحرمین کی ندا آتی۔ آپ حبشی نژاد غلام تھے۔ اپنی غلامی کے ایام میں بھی آپ کا شغل یاد الٰہی تھا۔ ان کا مالک ہمیشہ ان سے یہ کہتا کہ مجھ سے کچھ طلب کرو لیکن آپ کبھی دست سوال دراز نہیں کرتے تھے۔ ایک دن مالک نے بہت اصرار کیا تو آپ نے فرمایا اگر تو مجھ پر کوئی احسان کرنا چاہتا ہے تو مجھے خدا کے لئے آزادی دے دے، مالک نے کہا میں کئی سال قبل تجھے آزاد کر چکا ہوں، حقیقت میں تو میرا مالک ہے اور میں تیرا غلام ہوں پھر آپ مالک سے رخصت ہو کر بغداد پہنچے۔ ساٹھ سال کامل حرمین شریفین کی مجاورت کی اور کبھی کسی سے کچھ نہیں مانگا۔ جب کبھی کسی سے کچھ مانگنے کا داعیہ پیدا ہوتا تو ہاتف غیبی آواز دیتا تم کو شرم نہیں آتی جس منہ سے ہمیں سجدہ کرتے ہو ہمارے غیر کے آگے اسے خوار کرتے ہو۔ شیخ عمود اور شیخ ابوالعباس آپ کی ملاقات پر فخر فرماتے تھے۔ آپ کی وفات مکہ معظمہ میں ہوئی سنۂ وفات ۳۴۰ھ ہے۔

حضرت شیخ احمد بن ابراہیم المسبوحیؒ

ابوعلی کنیت تھی۔ بغداد کے مشایخ متقدمین میں آپ کا شمار ہوتا ہے۔ شیخ سری سقطیؒ کی صحبت کی سعادت نصیب ہوئی۔

روایات میں آیا ہے کہ آپ نے صرف ایک قمیص، ایک چپل اور ایک چادر سامان سفر لے کر حج ادا کیا بغداد سے مکہ معظمہ تک کا تمام راستہ صرف ایک سیب سونگھ کر طے کیا۔

آپ کی وفات شعبان کے مہینے میں ۳۲۷ھ میں ہوئی۔ عمر ۸۳ سال پائی۔

حضرت شیخ ابو الحسین بن سمعونؒ

آپ کا اسم گرامی محمد ہے۔ ناطق لقب تھا، ناطق بالحکمۃ مشہور تھے ابن سمعونؒ کے نام سے یاد کیے جاتے ہیں۔ بغداد کے مشایخ کبار میں آپ کا شمار ہوتا ہے۔ شیخ شبلیؒ کے معاصرین میں سے تھے۔ ابن سمعونؒ کا ارشاد ہے، جس بات میں یاد الٰہی کا پہلو نہ ہو وہ مہمل اور لغو ہے۔ جس سکوت میں فکر نہیں ہے وہ غفلت ہی غفلت ہے۔ جس کی نظر عبرت بین نہیں ہے وہ لہو و لعب ہے۔ شیخ الاسلام نے فرمایا ہے کہ ابن سمعون کے برابر نیک ہونا آسان نہیں ہے۔

آپ کی ولادت سنہ ۳۰۰ھ میں ہوئی اور وفات بروز جمعہ ۱۵ ذی قعدہ یا ذی حجہ ۳۸۶ھ میں ہوئی۔ جس کمرہ میں آپ رہتے تھے وہیں مدفون ہوئے ۳۹ سال کے بعد جب لوگوں نے آپ کو قبرستان میں منتقل کرنا چاہا تو دیکھا کہ آپ کا کفن بالکل بے داغ تھا۔

حضرت شیخ ابو طالب مکیؒ

محمد بن علی بن عطیہ الحارثی اسم سامی و نام نامی ہے۔ جائے پیدائش مکہ معظمہ ہے، آپ کو حضرت شیخ ابو الحسن محمد بن ابی عبداللہ احمد بن سالم البصری سے نسبت ارادت تھی۔ آپ نے جمادی الآخر ۳۸۶ھ میں وفات پائی۔

حضرت شیخ ابو بکر السوسیؒ

آپ کا اسم گرامی محمد بن ابراہیم الصوفی السوسیؒ ہے۔ شام میں آپ کا مستقل قیام تھا۔ صاحب کشف و شہود بزرگ تھے آپ نے دمشق میں ماہ ذی الحجہ ۳۸۶ھ میں وفات پائی۔

حضرت شیخ ابو القاسم دینوری واعظؒ

عبد الصمد بن عمر بن اسحٰق آپ کا اسم گرامی ہے۔ فقہ و حدیث، زہد و تقویٰ، مجاہدۂ نفس اور صدق معاملہ میں اپنے وقت کے امام تھے آپ کی وجہ معاش یہ تھی کہ عطاروں کی دوائیں کوٹ چھان کر روزی کماتے تھے۔ آپ نے بروز شنبہ ۲۲ ذی الحجہ ۳۹۷ھ میں وفات پائی۔ آپ کا مزار امام احمد بن حنبلؒ کے مزار اقدس کے قریب ہے۔

حضرت خواجہ یحییٰ بن عمار الشیبانیؒ

آپ سمنان کے باشندے تھے۔ آپ نے شیخ عبداللہ حنیفؒ کی زیارت کی ہے۔ شیخ الاسلام حضرت خواجہ عبداللہ

انصاریؒ نے ایام طفولیت میں آپ کو دیکھا تھا۔ خواجہ یحییٰؒ نے ارشاد فرمایا ہمارے بعد ہمارے قائم مقام عبداللہ ہوں گے۔
آپ نے ملحدین اور بدعتیوں کو صراط مستقیم پر گامزن کیا۔ شیخ الاسلام نے فرمایا علم کے نشانات ہرات میں حضرت خواجہ یحییٰؒ لے کر آئے تھے۔ آپ نے سنہ ۴۰۲ھ میں وفات پائی۔

حضرت شیخ عثمان بن ابو عمر باقلانیؒ

آپ اپنے دور کے مشایخ میں شمار کیے جاتے تھے کبھی اپنے مکان سے باہر نہیں تشریف لاتے تھے صرف نماز جمعہ کے لئے باہر آتے۔ کھجور کے چند درخت گھر میں تھے اور ان سے جو کھجوریں حاصل ہوتی تھیں، انہی پہ آپ کی روزی کا دارومدار تھا۔
آپ نے ماہ رجب سنہ ۴۰۲ھ میں وفات پائی۔ ۸۴ سال کی عمر پائی ہے۔

حضرت شیخ ابو الحسین جہضم ہمدانیؒ

آپ کا اسم گرامی علی ہے۔ کوکنی اور جعفر خلدی کے تلامذہ میں سے تھے۔ بلند پایہ مشائخ میں شمار کیے جاتے ہیں۔ آپ کی ایک مشہور تصنیف بہجۃ اسرار ہے۔ اس کتاب میں غوث الاعظم حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے خوارق وکرامات اور احوال و وارداتا کا ذکر خیر کیا گیا ہے۔ آپ نے سنہ ۴۵۰ھ میں وفات پائی۔

حضرت شیخ ابو عبداللہ داستانیؒ

آپ کا نام نامی محمد بن علی داستانیؒ ہے۔ شیخ المشایخ لقب تھا۔ آپ کا سلسلہ ارادت تین واسطوں سے حضرت شیخ عمر بسطامیؒ تک منتہی ہوتا ہے۔ مؤخر الذکر سلطان العارفین حضرت بایزید بسطامیؒ کے مرید اور بھتیجے تھے۔ حضرت شیخ ابو عبداللہ داستانیؒ حضرت خواجہ ابو الحسن خرقانیؒ کے معاصر اور رفیق تھے۔ آپ نے ماہ رجب میں سنہ ۴۱۷ھ کو بعمر ۹۵ سال وفات پائی۔

حضرت شیخ عبداللہ طاقیؒ

آپ کا اسم گرامی محمد بن فضیل بن الطاقی سجستانی الہروی ہے۔ حضرت موسیٰ بن عمران حیرفیؒ کے مرید ہوتے ہیں۔ شیخ الاسلام کے ملتبین اور اساتذہ میں آپ کا شمار ہوتا ہے۔
آپ نے سنہ ۴۱۶ھ میں وفات پائی۔ آپ کا مزار ہرات میں واقع ہے۔

حضرت شیخ ابو منصور اصفہانیؒ

اپنے زمانے کے مشایخ میں شمار کیے جاتے ہیں۔ بڑے بلند پایہ صوفی صافی تھے۔ آپ نے ماہ رمضان المبارک ۴۱۶ھ میں وفات پائی۔

حضرت شیخ سالار مسعود غازیؒ

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ رقمطراز ہیں۔ کہ آپ سلطان محمود غزنویؒ کی فوج کے مجاہدین میں تھے۔ اوائل اسلام میں آپ نے ہندوستان میں متعدد فتوحات کا اعزاز حاصل کیا۔ آپ نے اسی سلسلہ میں شہادت پائی۔ خوارق وکرامات کا ظہور وفات کے بعد ہوا۔ آپ کے معتقدین کا حلقہ بڑا وسیع ہے شہادت کا سال ۴۲۹ھ ہے۔ مزار مبارک بہرائچ میں ہے۔ آپ کے عرس کی تقریب میں ہر سال ہزاروں زائرین دور دور سے حاضر ہوتے ہیں اور نذر و نیاز پیش کرتے ہیں۔

حضرت شیخ ابو علی سیاہ

مرو کے مشایخ کبار میں آپ کا شمار ہوتا ہے۔ ابو العباس قصابؒ اور احمد نصرؒ کے معاصرین میں سے تھے۔ استاد ابو علی دقاقؒ کی صحبت سے استفادہ کیا۔ شروع میں آپ کا پیشہ زراعت تھا۔ تیس سال کامل روزہ سے رہے اور کسی کو پتہ تک نہیں چلا۔ کسی نے آپ سے دریافت کیا کوئی ایسا بھی ہے جیسے مخلوق کے مجبوب سے آگاہی ہو۔ آپ نے فرمایا، ہاں ضرور ہے اس نے کہا تو پھر اللہ تعالےٰ لئے ستار العیوب نہ ہوا۔ شیخ نے فرمایا، اپنے آپ کو مخفی رکھ۔ یہ فرمانا تھا اور وہ اس وقت سے سوجتا اور پھولتا چلا گیا، جو کپڑے اس نے پہنے ہوئے تھے ٹکڑے ٹکڑے ہو کر جسم سے گر پڑے اور وہ برہنہ رہ گیا۔ لگا گریہ وزاری کرنے آپ نے دعا فرمائی اور وہ پھر اپنی اصل حالت پر لوٹ آیا۔

آپ نے شعبان کے مہینے میں ۴۲۴ھ کو مرو میں انتقال فرمایا۔

حضرت ابو اسحاق بن شہریار گازرونیؒ

آپ کا اسم گرامی ابراہیم ہے۔ فارس وطن مالوف ہے۔ آپ کی نسبت ارادت حضرت شیخ ابو علی حسین بن محمد فیروز آبادی سے ہے۔ آپ نے ابو حسین جہضمؒ کی صحبت سے کسب فیض کیا ہے۔ حدیث میں آپ کو درجۂ استناد

حاصل ہے۔ صاحب کشف المحجوب کے معاصرین میں سے تھے لیکن آپ سے ان کی ملاقات نہیں ہو سکی۔
روایات میں آیا ہے کہ کسی وزیر کو شیخ سے عقیدت تھی، اس نے ہر چند چاہا کہ آپ کی خدمت میں کوئی نذر عقیدت پیش کرے لیکن آپ نے اس سے کوئی چیز قبول نہیں فرمائی۔ کچھ دنوں کے بعد اس نے آپ کے پاس پیغام بھیجا، چونکہ آپ تو کوئی چیز قبول نہیں فرماتے تھے اس لیئے میں نے یہ کیا کہ آپ کی خاطر اور بہ نیت ثواب میں نے چند غلام آزاد کر دیے ہیں۔ شیخ نے پیغام کے جواب میں یہ کہلا بھیجا، تمہارے احسان کا شکریہ ادا کرتا ہوں لیکن غلاموں کو آزاد کرانا میرا طریق نہیں ہے میرا مشرب تو یہ ہے کہ جو آزاد ہیں انہیں مہر و مروت اور احسان سے غلام بناؤں۔
آپ نے ذی قعدہ ۴۲۶ھ میں وفات پائی۔

حضرت شیخ ابو منصور محمد الانصاریؒ

آپ کے والد محترم کا اسم گرامی حضرت خواجہ عبداللہ انصاریؒ ہے۔ حضرت شریف حمزہ عقیلؒ کے مریدوں میں آپ کا شمار ہوتا ہے۔ آپ نے حضرت ابوالمظفر ترمذیؒ سے کسب فیض کیا۔ شیخ الاسلام نے فرمایا کہ شیخ احمد کوفانیؒ نے مجھ سے ایک بار کہا، تم نے تمام دنیا کی سیر کی لیکن اپنے باپ جیسا کسی کو بھی نہ پایا۔ نیز آپ نے فرمایا کہ میں نے کچھ اوپر ستر سال حصول علم پر صرف کیے، اصلاح اعتقاد اور کسب علم کے سلسلے میں بڑی بڑی صعوبتیں برداشت کیں لیکن یہ سب کچھ میں نے اپنے والد ماجد سے حاصل کیا۔
آپ نے ماہ شعبان ۴۳۰ھ میں وفات پائی۔ آپ کا مزار مبارک حضرت شریف حمزہ عقیلؒ کے مزار کے قریب بلخ میں واقع ہے۔

حضرت شیخ ابو سعید ابو الخیر رحمۃ اللہ علیہ

آپ کا اسم مبارک فضل اللہ ہے۔ خراسان کے ایک مقام مہنہ کے باشندے تھے، اپنے وقت کے شیخ کامل اور سرگروہ اہل طریقت تھے۔ ظاہری و باطنی علوم میں کامل دستگاہ رکھتے تھے۔ آپ کو حضرت شیخ ابوالفضل بن حسن سرخسیؒ سے نسبت ارادت رکھتے تھے۔ آخر الذکر حضرت ابو نصر سراج کے مرید اور وہ حضرت ابو محمد مرتعشؒ کے اور وہ سید الطائفہ حضرت جنید بغدادیؒ کے مرید تھے۔ شیخ ابوالفضلؒ کے وصال کے بعد آپ نے شیخ عبدالرحمٰن سلمیؒ سے خرقۂ ولایت پہنا۔ بعض مشکل مسائل کے حل کے لئے ایک سال کامل حضرت شیخ ابوالعباس قصاب مکیؒ کی خدمت میں رہے۔ ایک رات

شیخ ابوالعباسؒ خانقاہ سے باہر تشریف لائے۔ چونکہ آپ نے فصد کرائی تھی اس لئے رگ کھلی ہوئی تھی۔ شیخ ابوسعید کو پتہ چلا تو گوشۂ عافیت سے باہر آئے اور شیخ کی خدمت میں حاضری دی۔ ہاتھ دھلا کر رگ باندھی پھر لباس اتروا کر اپنے کپڑے پیش کئے۔ شیخ نے یہ کپڑے زیب تن کئے۔ شیخ ابوسعیدؒ نے آپ کے کپڑے دھوئے اور سکھا کر شیخ کے پاس لائے۔ شیخ نے حکم دیا کہ تم یہ کپڑے پہن لو۔ شیخ ابوسعیدؒ نے کپڑے پہنے اور گوشہ میں جا کر بیٹھ گئے۔ صبح سویرے جب دوسرے اصحاب آئے تو یہ دیکھ کر شیخ ابوسعیدؒ نے شیخ ابوالعباسؒ کے اور شیخ ابوالعباسؒ نے شیخ ابوسعیدؒ کے کپڑے پہنے ہوئے ہیں تو انہیں تعجب ہوا۔ شیخ ابوسعیدؒ نے تصوف کے موضوع پر نہایت سلجھے ہوئے اشعار کہے ہیں ان میں یہ رباعیاں نمونہ کے طور پر پیش کی جاتی ہیں۔

جسمم ہمہ اشک گشت و چشمم بگریست   در عشق تو بے چشم ہمہ باید زیست

از من اثرے نماند ایں عشق از چیست   چوں من ہمہ معشوق شدم عاشق کیست

در راہ یگانگی نہ کفر است نہ دیں   یک گام ز خود بروں نہ در راہ بہ بیں

اے جانِ جہاں تو راہ اسلام گزیں   با مار سیہ نشیں و با خود منشیں

تا شیئے ترا بدیدم اے شمع طراز   نے کار کنم نہ روزہ دارم نہ نماز

چو با تو بوم مجاز من جملہ نماز   چوں بے تو بدم نماز من جملہ مجاز

مندرجہ ذیل رباعی بھی آپ کا نتیجۂ فکر ہے اور دفع بخار کے لئے آزمودہ ہے اسے کاغذ پر لکھ کر باندھ لیا جائے ؂

اے در صفت ذات تو حیراں گرمہ   وز جملہ جہاں خدمت در کار تو بہ

علت تو ستانی و شفا ہم تو دہی   یارب تو بفضل خویش بستان و بدہ

شیخ سے دریافت کیا گیا کہ تصوف کی تعریف کیا ہے؟ آپ نے فرمایا جو راز ہے مخفی رہے اور جو کچھ ہاتھ میں ہے اسے دوسروں پر خرچ کر ڈالنا چاہئے۔ جو کچھ تیرے اوپر وارد ہو اسے خوشی سے برداشت کر۔ آپ سے کہا گیا کہ فلاں شخص پانی پر چلتا ہے آپ نے فرمایا یہ کوئی مشکل کام نہیں ہے بعض پرندے پانی کے نیچے بھی چلے جاتے ہیں۔ کسی نے آپ سے کہا حضرت فلاں شخص ہوا میں پرواز کرتا ہے آپ نے فرمایا، کوے اور مرغابیاں بھی ہوا میں اڑتی ہیں۔ کسی نے کہا، فلاں شخص ایک لمحہ میں ایک شہر سے دوسرے شہر تک پہنچ سکتا ہے۔ فرمایا، شیطان ایک لمحہ میں مشرق سے مغرب پہنچ جاتا ہے ان خوارق کی کوئی قدر و قیمت نہیں ہے۔ مرد وہ ہے جو مخلوق خدا کے درمیان رہے اور لین دین کا معاملہ رکھے، اہل و عیال میں زندگی بسر کرے لوگوں سے بھی تعلق رکھے اور پھر ایک لحظہ کے

لئے بھی خدا سے غفلت نہ برتتے۔

آپ یکشنبہ ماہ محرم ۳۵۷ھ میں متولد ہوئے شب جمعہ ۴ شعبان ۴۴۰ھ کو اللہ کو پیارے ہو گئے۔ آپ نے تراسی سال چار ماہ کی عمر پائی۔ حضرت شیخ نے یہ وصیت فرمائی تھی کہ مندرجہ ذیل ابیات ہمارے جنازہ کے سامنے پڑھے جائیں۔

خوب تر اندر جہاں ازیں چہ بود کار	دوست بر دوست رفت یار بہ یار
آں ہمہ اندوہ بود ایں ہمہ شادی	واں ہمہ گفتار بود ایں ہمہ کردار

آپ کا مزار مہنہ میں واقع ہے۔

حضرت شیخ عمو رحمۃ اللہ علیہ

ابو اسمٰعیل کنیت ہے۔ آپ کا اسم گرامی احمد بن محمد بن حمزہ صوفی تھا۔ شیخ ابو العباس نہاوندیؒ نے آپ کو عمو کا لقب عطا فرمایا تھا۔ آپ نے متعدد مشائخ سے کسب فیض کیا ہے۔ شیخ الاسلام کی صحبت سے فیضیاب ہوئے ہیں۔ آپس میں کمال درجے کا اتحاد واتفاق تھا۔ آپ نے ماہ رجب ۴۴۱ھ میں وفات پائی۔ کل ۹۲ سال کی عمر پائی۔ آپ کا مزار گازر گاہ ہرات میں جامع مسجد کے قریب ہے۔

حضرت شیخ ابو عبداللہ باکویہؒ

علی محمد بن عبداللہ اسم گرامی ہے ابن باکویہ کے لقب سے شہرت پائی ہے۔ ایام جوانی میں شیخ ابو عبداللہ خفیفؒ کی زیارت سے مشرف ہوئے ہیں استاد ابو القاسم قشیریؒ۔ شیخ ابو سعیدؒ اور شیخ ابو العباس نہاوندیؒ سے ملاقات کا شرف حاصل تھا۔

آپ نے ۴۴۲ھ میں بمقام شیراز وفات پائی۔

حضرت شیخ ابو الحسن روزیؒ

علی بن محمود بن ابراہیم اسم گرامی ہے اپنے دور کے مشائخ کبار میں سے تھے۔ حضرت شیخ ابو الحسن حضریؒ سے نسبت ارادت تھی۔ شیخ عبد الرحمٰن سلمیؒ سے کسب فیض کیا ہے۔ آپ کا ارشاد ہے کہ میں نے ایک ہزار مشائخ سے ملاقاتیں کی ہیں۔ اور ہر ایک کی بابت مجھے کچھ نہ کچھ معلوم ہے۔ رباط روزی آپ کی جانب منسوب ہے جو آپ نے اپنے پیرو مرشد شیخ ابو الحسن کے لئے تعمیر کرائی تھی۔

آپ نے ماہ رمضان المبارک میں بعمر ۸۵ سال وفات پائی۔

حضرت شیخ علی ہجویریؒ

کنیت ابوالحسن ہے، والد ماجد عثمان بن ابی علی الجلبابی الغزنوی تھے۔ حضرت شیخ علی ہجویریؒ صاحب صحو تھے۔ آپ فرماتے ہیں کہ میرے شیخ سلسلہ جنیدیہ سے تعلق رکھتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ سکر بازیچۂ اطفال ہے اور صحو کارِ مردانِ خدا۔ میں علی بن عثمان الجلبابی اپنے شیخ کا متبع ہوں۔ صاحب سکر کا کمال صحو ہوتا ہے اور صحو کا ادنیٰ درجہ دیدار سے محرومی ہے کیونکہ اس حالت میں بشریت کا حجاب غالب رہتا ہے پس وہ صحو جو آفت معلوم ہو وہ عین سکر سے بدرجہا بہتر اور اعلیٰ ہے۔ آپ حضرت شیخ ابوالفضل الختلیؒ کے مریدین میں سے تھے جو شیخ حصریؒ کے واسطے سے حضرت ابوبکر شبلیؒ سے منسوب تھے۔ آپ نے شیخ ابوالقاسم گرگانیؒ، شیخ ابوسعید ابوالخیرؒ اور شیخ ابوالقاسم قشیریؒ سے کسب فیض کیا ہے۔ آپ حنفی المذہب تھے، غزنی الاصل تھے۔ جلباب اور ہجویر غزنیں کے دو محلّوں کے نام ہیں پہلے ایک محلّے میں پھر دوسرے محلّے میں منتقل ہوگئے تھے۔ آپ کی والدہ ماجدہ کی قبر غزنیں میں واقع ہے۔ آپ نے ایک مسجد بھی تعمیر کرائی تھی جس کی محراب دوسری مساجد کی بہ نسبت جنوب کی طرف مائل تھی۔ اس وقت کے علماء نے اس محراب کی سمت سے متعلق اعتراض کیا تھا چنانچہ ایک دن آپ نے سب کو جمع کیا، خود امامت کے فرائض سرانجام دیے اور نماز کے بعد حاضرین سے مخاطب ہوکر دریافت فرمایا کہ دیکھئے کعبہ کس جہت میں ہے دیکھا تو تمام درمیانی حجابات مرتفع ہوگئے تھے اور کعبۂ مجازی نظر آرہا تھا۔ آپ کا مزار مسجد کے موافق سمت میں ہے آپ کے والد ماجد کی قبر بھی آپ کے ماموں تاج الاولیاؒ کے مزار سے متصّل غزنیں میں ہے۔ آپ کا تمام خاندان زہد وورع صلاح وفلاح میں سربرآوردہ تھا۔ آپ کی بہت سی تصانیف ہیں۔ ان میں کشف المحجوب زیادہ مشہور ہے اور اسی کتاب کی جامعیت میں کسی کو بھی کلام نہیں ہے۔ یہ تصنیف درحقیقت ایک رہنمائے کامل کا درجہ رکھتی ہے کتب تصوف میں اسے ایک مرشد کامل کی حیثیت حاصل ہے۔ فارسی زبان میں ایسی جامع ومانع کتاب آج تک تصنیف نہیں کی گئی۔

متعدد خوارق وکرامات آپ سے ظہور میں آئیں۔ بارہا آپ نے تجرید وتوکل کی بنیاد پر سیر وسیاحت کی ہے۔ بڑی سیر کے بعد دارالسلطنت لاہور میں سکونت اختیار کرلی۔ ان اطراف کے تمام باشندے آپ کے مریدین اور معتقدین ہیں۔ لاہور ایک نہایت ممتاز اور معزز شہر ہے اس جیسا شہر روئے زمین پہ اور کوئی نہیں ہے۔ آج وہاں اولیائے صالحین اور علما وفضلا کا مرکز بنا ہوا ہے۔ یہاں بہت سے مشایخ اور اولیاؑ اللہ کے مزارات ہیں۔ ایک مشہور روایت ہے کہ شہر لاہور کے محلّہ طلا میں اس وبا سے قبل جو لاہور میں پھیلی ہوئی تھی مرد وزن اور صغیر وکبیر ان گنت تعداد میں حفاظ موجود تھے۔

آپ نے ۴۵۶ھ یا ۴۶۵ھ میں وفات پائی۔ مزار مبارک لاہور کے مغربی قلعہ میں واقع ہے۔ ہر جمعرات کو آپ

روضۂ انور پر ہزاروں آدمی حاضر ہوتے ہیں اور یہ مشہور ہے کہ جو شخص چالیس جمعراتیں یا چالیس دن کامل روضہ کا طواف کرے اس کی ہر حاجت پوری ہوتی ہے یہ عاجز و فقیر بھی آپ کے روضہ اور آپ کے والدین نیز ماموں تاج الاولیائؒ کے مزارات پر حاضر ہوا ہے۔

حضرت شیخ ابوالقاسم قشیریؒ

آپ کا اسم گرامی عبدالکریم بن ہوازن قشیری ہے خراسان کے مشایخ کبار میں آپ کا شمار ہوتا ہے۔ رسالہ قشیریہ اور تفسیر لطائف الاشارات آپ کی مہتم بالشان تصانیف ہیں۔ حضرت شیخ ابوعلی دقاقؒ کے داماد بھی ہیں اور مرید بھی۔ شیخ ابوعلی فارمدی آپ کے حلقۂ تلامذہ میں شامل رہے ہیں صاحب کشف المحجوب کا بیان ہے کہ امام قشیریؒ سے میں نے آپ کے ابتدائی حالات سے متعلق دریافت کیا تو فرمایا کہ ایک دفعہ مجھے اپنے مکان کا سوراخ بند کرنے کی ضرورت پیش آئی جو پتھر میں اس غرض سے اٹھاتا تھا۔ وہ ہیں خود ہو جاتا تھا۔

آپ کی وفات ربیع الآخر ۴۶۵ھ میں ہوئی۔

شیخ الاسلام حضرت خواجہ عبداللہ انصاریؒ

کنیت ابواسمٰعیل ہے۔ آپ کے والد ماجد حضرت ابومنصور محمد الانصاریؒ ہوتے ہیں۔ لقب شیخ الاسلام ہے۔ نفحات الانس اور اس کتاب میں جہاں کہیں بھی صرف شیخ الاسلام مذکور ہے اس سے آپ ہی شخصیت مراد ہے۔ اپنے والد ماجد کے ہاتھ سے خرقۂ طریقت پہنا تھا۔ ہرات کے باشندے تھے۔ آپ حضرت ابوایوب انصاریؓ کی اولاد میں سے ہیں جو رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے جلیل القدر صحابی اور میزبان تھے۔ آپ کے مورث اعلیٰ عہد عثمانی میں احنف بن قیسؓ کے ہمراہ خراسان آئے اور ہرات میں مستقل سکونت اختیار کر لی۔ شیخ الاسلام کا شمار مشایخ کبار میں ہوتا ہے۔ آپ سے متعدد خوارق و کرامات کا ظہور ہوا۔ اپنے زمانے میں بے مثل و بے مثال شخصیت کے حامل تھے۔ آپ کا ارشاد ہے کہ جب میری عمر ۹ سال کی تھی تو قاضی مجھے دملا بولتے تھے جب میں چودہ ۱۴ سال کا ہوا تو مجھے درسگاہ ادب میں داخل کر دیا گیا اس درسگاہ میں سب سے کم عمر میری تھی۔ میں عربی میں شعر کہتا تھا لوگ مجھے حسد کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ آپ کے کلام کا مجموعہ چند ہزار ابیات سے زیادہ پر مشتمل ہے۔ آپ کے بیان کے مطابق آپ کو ایک لاکھ اشعار حفظ تھے۔ تین لاکھ حدیثیں نوک زبان تھیں جو آپ نے ہزاروں اساتذہ فن سے حاصل کی تھیں۔ آپ فرماتے ہیں کسی نے بھی میرے زمانے میں وہ کچھ نہیں کیا جس کا ظہور مجھ سے ہوا ہے۔ اگر کوئی اپنے جسم پر ہاتھ رکھ دیتا اور مجھ سے یہ دریافت کرتا کہ یہ کیا ہے؟ تو میں اس کے جواب میں حدیث سے استشہاد کر سکتا

ہوں۔ فرمایا میں نے تین سو اشخاص سے حدیث کی سماعت و کتابت کی ہے اور یہ سب علم حدیث میں اصحاب فن تھے، فرمایا کہ قاضی ابراہیمؒ نے مجھ سے فرمایا کہ میں نے اللہ تعالیٰ کی خواب میں زیارت کی ہے۔ میں نے عرض کیا، اے خدا! بندہ تجھ تک کیسے رسائی حاصل کر سکتا ہے۔ فرمایا کہ اس وقت کہ کوئی مانع نہ ہو یعنی کوئی ایسی بات نہ ہو جو میرے اور بندے کے درمیان حجاب نہ بن جائے۔

آپ بروز جمعہ غروب آفتاب کے وقت ماہ شعبان میں جب کہ موسم بہار تھا اور سنہ ۳۹۶ھ متولد ہوئے۔ آپ نے ربیع الآخر کے وسط میں ۴۸۱ھ میں وفات پائی۔ ۸۵ سال کی عمر پائی۔ آپ کا مزار عالیہ گاذرگاہ ہرات میں مرجع خاص و عام ہے۔

حضرت شیخ ابوالحسن نجارؒ

آپ مشائخ کبار میں شمار کئے جاتے ہیں۔ آپ کا پیشہ نجاری تھا۔ قہندزی میں اس انداز سے زندگی بسر کرتے تھے کہ کوئی یہ نہیں جان سکتا تھا کہ آپ کون ہیں؟ آپ نے بروز جمعہ ۲ ذی الحجہ ۴۸۱ھ کو وفات پائی۔ وفات کے وقت آپ کی عمر ۸۴ سال کی تھی۔

حضرت شیخ ابونصر ہروی خانجہ بادیؒ

آپ کا اسم گرامی محمد بن احمد بن ابی جعفر ہے۔ کرمان آپ کا وطن ہے۔ روایات میں آیا ہے کہ آپ نے تقریباً تین سو مشائخ کی خدمت کی ہے۔ حضرت خضر علیہ السلام کے فیض صحبت سے بہرہ یاب تھے۔ حرمین اور بیت المقدس میں آپ نے مجاہدات و ریاضات کی زندگی بسر کی۔

آپ کی وفات ۵۰۰ھ میں ہوئی مزار خانجہ آباد میں واقع ہے۔ آپ نے ۲۴ سال کی عمر پائی۔

حجۃ الاسلام حضرت امام محمد بن محمد الغزالی الطوسیؒ

ابو حامد کنیت ہے اور لقب زین العابدین۔ آپ طوسی الاصل تھے طریقت میں آپ کو شیخ ابو علی فارمدیؒ سے نسبت ارادت حاصل ہے علوم ظاہری و باطنی پر آپ کی گہری نظر تھی اپنے زمانے کے جید عالم اور مجتہد تھے۔ آپ شافعی المذہب تھے۔ صاحب تصانیف شیخ تھے تفسیر یاقوت التاویل چالیس جلدوں میں، احیاء العلوم، جواہر القرآن، کیمیائے سعادت وغیرہا۔ آپ کی بے مثال تصانیف ہیں۔ آپ امام احمد غزالیؒ کے برادر بزرگ ہوتے ہیں۔ روایت ہے کہ جب آپ نے کتاب منخول تصنیف فرمائی تو

اپنے استاد حضرت امام الحرمین کی خدمت میں اسے لے کر حاضر ہوئے امام الحرمین نے فرمایا تم نے مجھے زندہ درگور کر دیا یعنی تمہاری اس تصنیف نے میری تمام تصانیف پر پانی پھیر دیا ہے۔

آپ ۴۵۰ھ میں متولد ہوئے اور وفات آپ نے ۱۴ جمادی الآخر ۵۰۵ھ میں پائی۔ آپ کی عمر ۵۵ سال کی ہوئی ہے مزار بغداد میں واقع ہے۔

حضرت شیخ ابو العباس نہری ؒ

احمد بن جعفر اسم گرامی ہے۔ آپ بہت سے مشائخ کی صحبت سے فیضیاب ہوئے ہیں۔ صاحب کشف و شہود درویش تھے جس سال آپ حج بیت اللہ کے لئے نہیں جا سکتے تھے لوگوں کو عرفات میں چلتے پھرتے نظر آتے تھے۔

آپ نے ۵۰۷ھ میں وفات پائی۔

حضرت حکیم سنائی غزنوی ؒ

کنیت ابو المجد اور اسم گرامی مجدود بن آدم ہے۔ صوفی شعرا میں آپ کا مقام بہت بلند تھا۔ آپ حضرت خواجہ یوسف ہمدانی ؒ کے حلقۂ مریدین میں شامل تھے۔ آپ کے عم محترم شیخ رضی الدین علی لالا ابنائی تھے حدیقہ حکیم سنائی میں جو لایعنی ابیات شامل ہیں وہ الحاقی ہیں۔ ان کے پڑھتے اور سنتے ہی اس عاجز کے دل میں شبہ پیدا ہوا تھا۔ بعد میں جب میں غزنیں پہنچا تو میرا ارادہ یہ تھا کہ حکیم سنائی ؒ کے مزار کے علاوہ دوسرے تمام مزارات کی زیارت کروں۔ رات کو میں نے خواب میں دیکھا کہ میں غزنیں کے مشایخ کی زیارت کے لئے حاضر ہوں اور ایک شخص مجھے یہ بتا رہا ہے کہ یہ حکیم سنائی ؒ کا مزار ہے۔ میں وہاں پہنچا تو میں نے سنگ مرمر کی ایک قبر دیکھی جس پر کندہ تھا ھذا قبر حکیم سنائی (اس میں شبہ ہے کہ سنائی بھی لکھا ہوا تھا یا نہیں) جب میں نے یہ خواب دیکھا تو یہ سمجھا کہ مجھے حکیم سنائی کے مزار کی زیارت کی جانب مائل کیا گیا ہے۔ علی الصباح میں حکیم سنائی کی قبر پر حاضر ہوا تو وہی سنگ مرمر کی قبر تھی جس کا نقشہ میں نے خواب میں دیکھا تھا اس سے مجھے یقین ہوا کہ وہ چند ابیات الحاقی ہیں جو مبتدعین کے مذہب کے موافق اس میں شامل کر لی گئی ہیں۔ آپ نے ۵۲۵ھ میں وفات پائی یہی سنہ وفات مزار پر کندہ ہے۔

حضرت شیخ ابو عبد اللہ جونی رحمۃ اللہ علیہ

آپ کا اسم گرامی محمد بن حمویہ ہے۔ خراسان کے مشایخ کبار میں آپ کا شمار ہوتا ہے آپ شیخ ابو الحسن بستی کے

احباب و اصحاب میں سے ہیں۔ ظاہری و باطنی علوم پر گہری نظر رکھتے تھے۔

آپ نے بعمر ۹۰ سال ۵۳۱ھ میں وفات پائی۔

حضرت عین القضاۃ ہمدانیؒ

ابوالفضائل عبداللہ بن محمد المیانجیؒ نام اور کنیت ہے۔ آپ کا لقب عین القضاۃ ہے۔ ہمدان کے باشندے تھے۔ شیخ محمد بن حمویہؒ اور امام احمد غزالیؒ کی صحبت سے فیض یاب ہوئے۔ احیائے موتی وغیرہ کی کرامات کا آپ سے ظہور ہوا ہے۔ عربی فارسی میں آپ کی جو تصانیف ہیں ان سے آپ کے فضل و کمال کا اندازہ ہوتا ہے۔

آپ نے ۵۳۳ھ میں وفات پائی۔

حجۃ الاسلام شیخ الاسلام حضرت احمد جامؒ

ابو نصر کنیت ہے، والد ماجد کا اسم گرامی ابوالحسن تھا۔ آپ کا اصل وطن موضع نامق ہے جو مضافات جام میں سے ہے۔ اپنے وقت کے قطب الاقطاب اور غوث تھے۔ امام اہل طریقت، سالکین راہ حقیقت کے قائد اور وحید العصر شیخ تھے۔ حضرت جریر بن عبداللہ البجلیؓ کی اولاد میں سے ہیں جنہیں فاروق اعظمؓ یوسف امت کہا کرتے تھے۔ آپ اُمی شخص تھے۔ ۲۲ سال کے ہوئے تو بہ توفیق الٰہی پہاڑوں پر ریاضات و مجاہدات کا صبر آزما سلسلہ شروع کیا چالیس سال کی عمر میں آپ کو غیب سے یہ تلقین کی گئی کہ مخلوق خدا کے ساتھ ملے جلے رہو اور ان سے ربط و ضبط رکھو۔ اس عرصے میں آپ پر علم لدنی کے حقائق منکشف ہوگئے۔ حقائق و معارف کے موضوعات پر آپ کی تصانیف کی تعداد تین سو سے زیادہ ہے۔ آج کسی عالم و حکیم کو آپ پر اعتراض کی جرأت نہ ہو سکی۔ آپ کی جملہ تصانیف کتاب و سنت کی تعلیمات کے عین مطابق ہیں۔ تصوف میں آپ نے نہایت اعلیٰ خیالات کا اظہار کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ۳۹ لڑکے اور تین لڑکیاں عطا فرمائیں۔ اکبر بادشاہ جو اس فقیر کے جد امجد ہوتے ہیں ان کی والدہ ماجدہ بھی شیخ الاسلام کی اولاد میں سے تھیں۔ آپ کے وصال کے بعد چودہ لڑکے اور تین لڑکیاں باقی تھیں۔ آپ کے تمام صاحبزادے بڑے عالم و فاضل اور اصحاب تصنیف تھے۔ آپ نے ۶۲ سال کی عمر میں فرمایا کہ اس وقت تک میرے ہاتھ پر ایک لاکھ اسّی ہزار اشخاص نے بیعت کی ہے۔ شیخ ظہیر الدین عیسےٰؒ نے (یہ آپ کے فرزند تھے) اپنی کتاب رموز الحقائق میں تحریر کیا ہے کہ آخر عمر تک میرے والد ماجد کے دست حق پرست پر چھ لاکھ اشخاص نے توبہ کی۔

شیخ ابوسعید ابوالخیرؒ کے پاس ایک خرقہ تھا جو آپ کو حضرت صدیق اکبرؓ سے نسلاً بعد نسلٍ منتقل ہوا ملا تھا وہ اسے زیب تن فرما کر عبادت کیا کرتے تھے۔ انہیں یہ غیبی اشارہ ہوا کہ یہ خرقہ حضرت شیخ احمد جامؒ کو عطا کر دیں۔ چنانچہ انہوں نے اپنے بیٹے شیخ ابوطاہرؒ کو یہ وصیت فرمائی کہ میری وفات کے چند سال بعد ایک فراخ چشم اور بلند قامت نوجوان تمہارے پاس آئے گا تم اس وقت اپنے احباب کی معیت میں بیٹھے ہوگے، یہ خرقہ اس نوجوان کو دے دینا —— چنانچہ شیخ ابوسعید ابوالخیر کی وفات کے بعد شیخ ابوطاہر نے خواب میں دیکھا کہ ان کے والد ماجد احباب مخلصین کی جماعت کے ہمراہ تیز قدمی کے ساتھ کہیں جا رہے ہیں۔ انہوں نے پوچھا، اس عجلت کے ساتھ کہاں کا قصد ہے، فرمایا تم بھی دیر نہ کرو، قطب الاولیا تشریف لا رہے ہیں۔ دوسرے دن جب شیخ ابوطاہرؒ اپنی خانقاہ میں رونق افروز تھے تو ایک نوجوان اس حلیے اور اسی قد و قامت کا آیا، شیخ ابوطاہرؒ نے اس کا پرتپاک خیر مقدم کیا لیکن بتقاضائے بشری آپ اس حیص بیص میں پڑ گئے کہ یہ خرقہ انہیں دوں یا نہ دوں۔ شیخ جامؒ نے بزورِ کشف اس خطرہ پر آگاہی پائی اور فرمایا، اے شیخ امانت میں خیانت مناسب نہیں ہے شیخ ابوطاہر اس بات سے بہت محظوظ ہوئے اور وہ خرقہ انہوں نے آپ کو پہنایا۔

روایات میں آیا ہے کہ اس خرقہ کو بائیس مشایخ نے زیب تن کیا تھا۔ آخر میں یہ نعمت حضرت شیخ جامؒ کے حصے میں آئی پھر نہیں معلوم کہ وہ دولت کہاں پہنچی۔ آپ کو شیخ ابوطاہرؒ سے شرف صحبت حاصل رہا ہے۔ خواجہ مودود چشتیؒ کو آپ ہی سے نسبت ارادت تھی۔ حضرت شیخ سے کسی نے دریافت کیا کہ مشایخ کے بارے میں ہم نے سنا ہے اور آپ کی تصانیف میں بھی ان کے حالات کا مطالعہ کیا ہے لیکن جو انداز آپ کے ہیں ایسے ہم نے کہیں نہیں دیکھے، آپ نے فرمایا کہ جب ہم ریاضات و مجاہدات میں مشغول تھے تو جس ریاضت کا حال بھی ہمیں معلوم ہوا ہم نے اس سے منہ نہیں موڑا بلکہ ہماری کوشش یہ ہوتی تھی کہ اس ریاضت میں دوسروں سے سبقت لے جائیں۔ حق تعالےٰ نے جو کچھ دوسرے اولیاء اللہ کو عطا کیا ہمیں اکٹھا مل گیا۔

آپ ۴۴۱ھ میں پیدا ہوئے اور ۵۳۶ھ میں آپ کا وصال ہوا۔ آپ نے ۹۵ سال کی عمر پائی۔ آپ کا مزار مرجع خرجہ جام میں واقع ہے۔

حضرت شیخ ابوالعباس بن عریفؒ

آپ کا اسم گرامی احمد بن محمد الصناجی اندلسی ہے۔ ظاہری و باطنی علوم میں کامل دستگاہ رکھتے تھے جب آپ کے مریدین کی تعداد میں بہت زیادہ اضافہ ہوا تو سلطان وقت کو تشویش ہوئی اور اس نے آپ کو طلب کیا جب آپ بادشاہ کے پاس جا رہے تھے تو اثنائے سفر میں بمقام مراکش آپ کا انتقال ہو گیا۔ سنہ وفات ۵۳۶ھ ہے۔

حضرت شیخ عبدالسلام بن عبدالرحمٰن بن ابی الرجال اللخمی الاشبیلی رحمۃ اللہ علیہ

کنیت ابوالحکیم ہے۔ ظاہری و باطنی علوم پر عمیق نظر رکھتے تھے، شرح اسماء حسنیٰ آپ کی گرانقدر تصنیف ہے۔ آپ نے ۵۳۶ھ میں وفات پائی۔ حضرت شیخ ابوالعباسؒ کے مزار کے پاس ہی آپ کی ابدی آرام گاہ ہے۔ یعنی مراکش میں۔

حضرت شیخ ابوالبیان بن محفوظ القرشیؒ

ابن الحواری کے لقب سے مشہور ہیں۔ صاحب کشف و شہود بزرگ تھے۔ ظاہری و باطنی علوم میں کمال رکھتے تھے۔ آپ کے مریدین کی تعداد بہت کافی ہے۔ آپ نے ۵۵۱ھ میں وفات پائی۔

شیخ الشیوخ حضرت عبدالاوّل بن شعیب السنجیؒ الہروی

ابوالوقت کنیت ہے۔ مرجع خاص و عام بزرگ تھے ظاہری و باطنی علوم پر گہری نظر رکھتے تھے۔ فن حدیث میں آپ حضرت شیخ جمال الاسلام داؤدیؒ کے تلمیذ رشید ہیں۔ شیخ الاسلام حضرت عبداللہ انصاری کی صحبت سے بھی فیض یاب ہوئے ہیں۔ خراسان سے منتقل ہو کر آپ نے بغداد میں مستقل سکونت اختیار کر لی تھی۔ آپ نے کافی عمر پائی ہے۔ ولادت ذی قعدہ ۴۵۸ھ میں اور وفات ذی قعدہ ۵۵۳ھ میں ہوئی۔ بغداد کی رباط فقیر میں آپ نے انتقال فرمایا۔ آپ کا مزار شیخ رویمؒ کے مزار سے متصل شونیزیہ میں بغداد سے تھوڑی سی مسافت پر واقع ہے۔ غوث الثقلین حضرت عبدالقادر جیلانیؒ نے آپ کے جنازہ کی نماز پڑھائی۔

تاج العارفین حضرت شیخ ابوالوفاؒ

آپ کا اسم گرامی کاکیش ہے۔ شیوخ باکمال میں آپ کا شمار ہوتا ہے حضرت شیخ محمد شنبکیؒ سے نسبت ارادت حاصل تھی، طالبان راہ حقیقت کے لئے آپ کی ذات متودہ صفات قدرت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی تھی۔ آپ سے بہت سے اشخاص نے کسب فیض کیا۔ شیخ علی ہیتی، شیخ بقا ابن بطو، شیخ عبدالرحمٰن طفسونجیؒ، شیخ مطر باالبار زانی، شیخ ماجد کردیؒ، شیخ جاگیرؒ، شیخ احمد بن تقی وغیرہم آپ کے مریدین میں شامل ہیں۔

شیخ علی ہیتی اور شیخ ماجد کردیؒ سے روایت ہے کہ ایک دن تاج العارفین شیخ ابوالوفاؒ منبر پر وعظ فرما رہے تھے کہ غوث الثقلین حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ تشریف لے آئے انہی ایام میں آپ بغداد آئے تھے ہی جوانی کا عالم تھا۔ ان کا مجلس وعظ میں پہنچنا تھا کہ

تاج العارفین نے حکم دیا کہ اس نوجوان کو مجلس سے باہر کر دو، لوگوں نے حکم کی تعمیل کی، اس کے بعد آپ نے پھر وعظ شروع کر دیا،
غوث الثقلین پھر تشریف لے آئے، تاج العارفین نے انہیں پھر مجلس سے نکلوا دیا تیسری بار پھر غوث الثقلین مجلس میں آئے اس
مرتبہ تاج العارفین منبر سے اُترے اور آپ کو سینے سے لگایا، پیشانی پر بوسہ دیا نیز حاضرین مجلس سے کہا، ان کی تعظیم کے لئے کھڑے
ہو جاؤ۔ یہ خدا کے محبوب ہیں پھر فرمایا اے اہل بغداد میں نے انہیں اپنی مجلس سے اس لئے نہیں نکلوایا تھا کہ مجھے ان کی توہین
مقصود تھی بلکہ میں تم پر ان کے مقام کی عظمت کا نقش بٹھانا چاہتا تھا۔ بخدا لائیزال میں ان کے سر پر ایسا چمکتا ہوا نور دیکھتا ہوں
جس کی شعاعیں مشرق و مغرب سے بھی آگے پہنچ رہی ہیں، پھر فرمایا، اے شیخ عبدالقادر! آج ہمارا وقت ہے اور وہ زمانہ قریب ہے
کہ آپ کی نظیر اس دنیا میں نہ ہوگی۔ ہر ایک کا مرغ اذان دیتا اور پھر خاموش ہو جاتا ہے مگر تیرا مرغ قیامت تک مصروف اذان رہے گا۔
پھر آپ نے غوث الثقلین کے ہاتھ پکڑ کر فرمایا، اے عبدالقادر جب آپ کا مقام بلند ہو تو مجھے یاد رکھنا۔ پھر اپنا سجادہ، قمیص،
تسبیح، کاسۂ درویش اور عصا، غوث الثقلین کو مرحمت فرمائے۔ شیخ عمر بزازؒ کا بیان ہے کہ جو تسبیح حضرت تاج العارفین نے
حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کو عطا کی تھی اسے جب زمین پر ڈالا جاتا تو اس کا ایک دانہ دانہ بکھر جاتا اور گردش کرنے لگتا تھا
کاسۂ درویش کو کوئی ہاتھ لگاتا اور لینا چاہتا تو یہ کاسہ از خود اس کے ہاتھ میں پہنچ جاتا تھا۔

آپ نے ۵۰۰ھ کے بعد وفات پائی۔ آپ کا مزار موضع قلمینا میں واقع ہے۔ یہ موضع بغداد کے مضافات میں سے ہے۔
آپ کی عمر اسّی سال سے متجاوز ہوئی ہے۔

حضرت شیخ عدی بن مسافر الشامی الہنکاریؒ

آپ غوث الثقلین حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ غوث الثقلین کے پیر و مرشد حضرت شیخ حماد دباسؒ اور حضرت شیخ عقیل
سنجیؒ کی صحبتوں سے فیضیاب ہوئے ہیں۔ آپ سے بے شمار کرامات کا ظہور ہوا ہے۔ شام میں جب آپ کی شخصیت مرجع
خاص و عام ہوگئی تو آپ بڑی خوب صورتی کے ساتھ موصل میں ایک اعتکاف خانہ تعمیر کرا کے گوشہ نشین ہو گئے۔ یہاں کے لوگ بھی
آپ کے حلقہ ارادت میں جوق در جوق شامل ہو گئے۔

غوث الاعظم سے روایت ہے کہ جب میں نے پہلی بار بغداد سے عزم حج کیا تو اس وقت میری عمر نو سال کی تھی لیکن میں
تنہا حج کے لئے جا رہا تھا، اثنائے راہ میں حضرت شیخ عدی بن مسافرؒ سے ملاقات ہوئی وہ بھی نوجوان تھے۔ مجھ سے انہوں نے
دریافت کیا کہاں کا قصد ہے؟ میں نے جواب دیا کہ مکہ مکرمہ جا رہا ہوں۔ انہوں نے پوچھا کسی کی رفاقت چاہتے ہو؟ میں نے
کہا میں تجرید و توکل کی بنیاد پر سفر کر رہا ہوں انہوں نے کہا میرا حال بھی یہی ہے۔ غرض ہم دونوں روانہ ہوئے۔

ایک روز ہم کیا دیکھتے ہیں کہ ایک حبشی لونڈی سامنے آئی اس سر پر برقعہ تھا وہ ہمارے آگے کھڑی ہو گئی میری طرف بغور آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر دیکھنے لگی مجھ سے اس نے پوچھا اے جوان کہاں سے آئے ہو میں نے کہا عجم سے یہ کہنے لگی تم نے مجھے تشویش میں مبتلا کر دیا میں نے پوچھا یہ کیوں؟ کہا ابھی میں حبشہ میں تھی مجھے پتہ چلا کہ اللہ تعالےٰ نے تمہارے قلب پر اپنی تجلّی کا پرتو ڈالا ہے اور تمہیں وہ مرتبہ عطا کیا ہے جو کسی اور کے حصّے میں نہیں آیا اس لئے میرے دل میں یہ خواہش پیدا ہوئی کہ آپ کی زیارت کروں پھر بولی کہ آج میں آپ کی صحبت و خدمت میں رہوں گی رات کو آپ کے ہمراہ افطار کروں گی۔ یہ کہہ کر واپس چلی گئی ہم نے دیکھا کہ اس کا رُخ وادی کی جانب ہے جب رات ہوئی، ہوا میں سے ایک طباق اُترتا ہوا نظر آیا اور ہمارے سامنے رکھا گیا اس میں چھ روٹیاں سرکہ اور پنیر تھا اس حبشی لونڈی نے کہا خدا کا شکر ہے کہ اس نے ہمارے مہمانوں کی ضیافت کی روزانہ دو روٹیاں آتی تھیں۔ آج ہر ایک کے لئے دو دو روٹیاں آئی ہیں۔ تھوڑی دیر کے بعد تین لوٹوں میں پانی آیا شیرینی اور لذت میں دنیا کے عام پانی سے بڑھ چڑھ کر تھا، کھانے سے فراغت کے بعد اس رات کو وہ حبشی لونڈی ہم سے رخصت ہو گئی جب ہم مکہ پہنچے تو شیخ عدیؒ پر طواف کرتے وقت تجلّی کا پرتو پڑا وہ بے خود و خود فراموش ہو کر زمین پر گر پڑے جیسا کہ کہا جاتا ہے، اس حبشی لونڈی کو حضرت عدی کے سرہانے کھڑا ہوا دیکھا گیا وہ کہتی تھی کہ جس نے مجھے بندہ بنایا اس نے تمہیں آزادی بخشی۔ کچھ دیر کے بعد میرے اوپر تجلّی کا نزول ہوا۔ میں نے اپنے اندر سے یہ غیبی آواز سنی اے عبد القادر اس ظاہری تجرید سے دستبردار ہو کر تفرید و توحید اختیار کرو اور تمہارے لئے یہ مناسب ہے کہ خلق خدا کی رہنمائی کے لئے کسی جگہ مقام کرو۔ ہمارے پاس ایسے بندگانِ خدا ہیں جنہیں ہم چاہتے ہیں کہ وہ تمہارے ہاتھ پر بیعت کریں اور اس شرف سے ہم ان کو اپنا مقرب بنائیں۔ اس حبشی جاریہ نے کہا اے جوان معلوم نہیں آج تمہارے سر پر میں ایک نشان دیکھ رہی ہوں ایک نورانی خیمہ تمہارے اوپر نصب ہے آسمان تمہارے گرد مصروف طواف ہیں تمام اولیاء اللہ کی آنکھیں آج تمہاری طرف لگی ہوئی ہیں اور یہ سب تمہاری طرح خدا کے نیک صالح بندے ہیں —— اس کے بعد وہ حبشی لونڈی رخصت ہوئی اور پھر نظر نہیں آئی۔

شیخ عدیؒ نے ۵۵۷ھ میں وفات پائی۔ آپ کی ابدی آرام گاہ جبل ہنکاریہ میں واقع ہے۔

حضرت شیخ ماجد کردیؒ

آپ تاج العارفین حضرت ابو الوفاؒ کے مریدین میں سے ہیں۔ صاحب کشف و شہود بزرگ ہوئے ہیں۔ آپ سے ان گنت بزرگانِ دین نے کسب فیض کیا ہے غوث الثقلین سے آپ کو بڑی عقیدت تھی۔ ایک دن ایک شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے یہ گذارش کی کہ میرا ارادہ سفر مکہ کا ہے لیکن تجرید و توکل کے عالم میں حضرت شیخ ماجد نے اسے اپنا کوزہ عطا

فرمایا اور یہ ارشاد کیا کہ جب پیاس لگے تو اس سے صاف اور شیریں پانی پیو جب بھوک لگے تو میٹھی روٹیاں اس کوزہ میں سے دستیاب ہوں گی۔

آپ نے ۵۶۱ھ میں وفات پائی، قبر جبل حمرین میں ہے۔

حضرت شیخ سیدی احمد بن ابوالحسن الرفاعیؒ

آپ امام موسےٰ کاظمؒ کی اولاد میں سے ہیں۔ آپ کے خرقہ ولایت کی نسبت پانچ واسطوں سے حضرت شیخ شبلی تک پہنچتی ہے۔ آپ نے غوث الثقلین کی زیارت کی ہے حضرت عبیدہؒ کے زمانے میں آپ بطائح قیام پذیر تھے صاحب کشف وکرامت بزرگ ہوئے۔ آپ مذہباً شافعی تھے۔ آپ کے ابن عم شیخ ابوالحسن علیؒ سے روایت ہے کہ میں ایک دن اپنے ماموں کے خلوت کدہ کے دروازہ پر بیٹھا ہوا تھا کہ اچانک میرے کانوں میں کسی آواز کی بھنک آئی میں نے غور سے دیکھا تو مجھے اپنے ماموں کے پاس ایک شخص بیٹھا ہوا نظر آیا اس شخص کو میں نے پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا تھوڑی دیر آپس میں باتیں ہوتی رہیں پھر وہ شیخ کی دیوار کے روزن سے باہر آیا اور بجلی کی طرح اس نے ہوا میں پرواز کی میں شیخ کی خدمت میں حاضر ہوا اور پوچھا یہ کون شخص تھا، دریافت فرمایا، کیا تم نے اسے دیکھ لیا، میں نے اثبات میں جواب دیا، اس پر آپ نے فرمایا، یہ وہ شخص ہے کہ اللہ تعالےٰ نے سمندر کی حفاظت پر اسے مامور کیا ہے۔ یہ شخص چار میں سے ایک ہے یہ ان سے مہجور ہو گیا ہے وجہ یہ ہوئی کہ یہ شخص جزائر محیط میں سے ایک جزیرہ میں مقیم تھا وہاں تین رات دن لگاتار بارش ہوئی اس کے دل میں یہ خطرہ گزرا کہ کاش! یہ بارش آبادی میں ہوتی۔ فوراً ہی اس شخص نے اپنے خیال سے توبہ کی لیکن یہ توبہ قبول نہیں ہوئی اور اسے مہجور کر دیا گیا شیخ ابوالحسن علی نے اپنے ماموں سے دریافت کیا اس شخص کی اپنی مہجوری کا علم ہے، آپ نے اسے اس بات سے مطلع کیا، فرمایا، نہیں مجھے شرم سی محسوس ہوئی۔ میں نے عرض کیا، اجازت ہو تو یہ بات میں گوش گزار کر دوں فرمایا ایسا کرنے کی اجازت ہے۔ پھر فرمایا اپنا سر گریبان میں کرو اور یہ آواز آئی کہ اے علی تخت لاؤ میں تخت لایا میں نے دفعتاً اپنے آپ کو بحر محیط کے جزیرہ میں پایا۔ اس سے بڑی حیرت ہوئی۔ اس شخص کو میں نے وہاں دیکھا، سلام کے بعد پورا واقعہ من وعن بیان کیا، اس نے کہا کہ اچھا یہ کام کرو میرے خرقہ کو میری گردن میں ڈال کر مجھے زمین پر کھینچو اور زبان سے یہ کہتے جاؤ کہ یہ سزا ہے اس شخص کی جو خدا تعالےٰ کی مشیت پر اعتراض کی جرأت کرے۔

حسب الحکم میں نے خرقہ گردن میں ڈال کر کھینچنا چاہا تو ہاتف غیبی کی آواز آئی اے علی، اسے چھوڑ دو تمام فرشتے اس کی وجہ سے ملول ہیں اور مصروف آہ وزاری ہیں اللہ تعالےٰ نے اس کی خطا سے درگزر کی ہے وہ اس سے راضی ہو گیا ہے۔ یہ آواز میں نے سنی تو مجھ پر بے خودی کی سی کیفیت طاری ہو گئی۔ جب میں اپنے آپے میں آیا تو میری حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی

کہ میں نے اپنے آپ کو اپنے ماموں کے پاس پایا۔ بخدائے لایزال میں یہ سمجھ ہی نہ سکا کہ کس طرح میں وہاں پہنچا اور کس طرح وہاں سے میری واپسی ہوئی۔

ایک دن کی بات ہے کہ شیخ احمد رفاعیؒ کی مجلس میں حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے محامد و مناقب کا بیان ہو رہا تھا، ایک شخص نے گستاخی اور بد اعتقادی سے کہا بس کیجئے اے سید، آپ نے اس کی جانب غضب آلود نگاہ سے دیکھا وہ شخص اسی وقت مر گیا۔ پھر فرمایا کہ یہ طاقت کس میں ہے کہ وہ شیخ عبدالقادرؒ کے مناقب کے بیان پر قادر ہو سکے، ان کے مرتبہ و مقام تک کون پہنچ سکتا ہے وہ ایسے انسان ہیں کہ ہماری بہ نسبت ان کی حیثیت ایک طرف تو دریائے شریعت کی ہے اور دوسری طرف وہ ایک دریائے حقیقت ہیں۔ جہاں چاہیں، غوطہ لگائیں۔ اپنے برادران طریقت اور اپنے مریدین کو آپ نے یہ وصیت فرمائی تھی کہ جب تم بغداد جاؤ تو کسی کو بھی شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے پاس جانے سے نہ روکو ان کی خدمت میں حاضری جتنی زندگی میں ضروری ہے اتنی ہی موت کے بعد بھی ضروری ہے۔ کیونکہ اللہ تعالےٰ نے ان سے یہ پختہ عہد کیا ہے کہ جو بغداد آئے اور ان کی خدمت میں حاضری نہ دے اس کے تمام باطنی کمالات چھین لئے جائیں گے۔ آپ یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ وہ شخص کتنا بدقسمت ہے کہ جو بغداد پہنچا اور اس نے حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کی زیارت کی سعادت حاصل نہ کی۔

آپ نے بروز پنج شنبہ ۵۷۸ھ میں بماہ جمادی الاوّل وفات پائی۔ بعض روایات میں آیا ہے کہ آپ نے حالت سماع میں دعوت اجل پر لبیک کہا۔ آپ کی عمر ۸۰ سال سے متجاوز تھی۔ قریہ ام عبیدہ بمقام بطائح میں آپ کی آخری آرام گاہ ہے۔

حضرت شیخ حیوٰۃ بن قیس الحرانی رحمۃ اللہ علیہ

آپ کا شمار مشایخ کبار میں ہوتا ہے۔ آپ غوث الثقلین کی صحبت سے بھی فیضیاب ہوئے ہیں۔ شیخ ابوالحسن قرشیؒ سے روایت ہے کہ میں مشایخ کبار میں سے چار کے بارے میں جانتا ہوں کہ وہ اپنی پردہ پوشی کے بعد بھی اپنے مزارات میں تصرف کرتے ہیں اور مخلوق کو ان سے فیض پہنچتا ہے۔ شیخ معروف کرخیؒ، سید محی الدین جیلانیؒ، شیخ عقیل منبجیؒ اور شیخ حیوٰۃ حرانیؒ۔

آپ نے جمادی الآخر کے اواخر میں ۵۸۱ھ میں وفات پائی۔ آپ کا مزار موضع حرّان میں واقع ہے۔

حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی المقتولؒ

آپ کا اسم گرامی یحییٰ بن حبشؒ ہے مشائین اور اشراقین کی حکمت پر گہری نظر رکھتے تھے بعض مشایخ نے آپ کی بابت

ہے کہ آپ علم کیمیا میں کمال رکھتے تھے، بعض کا خیال ہے کہ آپ کے عقیدہ میں کچھ خلل آ گیا تھا فلاسفہ کے عقائد پر بھی خاصی نظر رکھتے تھے۔ جب آپ حلب پہنچے تو علماء نے آپ کے قتل کا فتویٰ صادر کر دیا بعض کی روایت ہے کہ آپ قید کر دیئے گئے۔ کچھ روایات اس قسم کی بھی ہیں کہ آپ سولی دے دیئے گئے۔ بعض کا بیان ہے کہ آپ کو یہ اختیار دے دیا گیا تھا کہ آپ اپنی موت یا قتل کے لئے جو طریقہ چاہیں پسند کر لیں۔ آپ کو ریاضت میں کمال تھا اس لئے آپ نے فرمایا، مجھے بھوک سے ہلاک کیا جائے۔ حلب کے رہنے والے آپ کے بارے میں مختلف نظریات رکھتے تھے بعض آپ کو ملحد اور زندیق کہتے اور بعض انہیں صاحب کشف و کرامات بزرگ تسلیم کرتے تھے۔ حضرت مولانا عبدالرحمٰن جامیؒ فرماتے ہیں کہ آپ کی عقل پر علم غالب تھا حالانکہ علم پر عقل کا غلبہ ہونا چاہیئے۔

آپ نے ۵۸۷ھ میں وفات پائی۔ آپ کی عمر ۳۶ یا ۳۸ سال کی ہوئی ہے۔

حضرت شیخ جاگیر رحمۃ اللہ علیہ

آپ کردستان کے رہنے والے تھے اور سامرہ کے نواحی میں آپ کی بود و باش تھی۔ تاج العارفین شیخ ابوالوفاؒ نے شیخ علی ہیتی کے ذریعہ اپنا طاقیہ (کلاہ فقر) آپ کے پاس بھیجا تھا خود تشریف نہیں لائے۔ تاج العارفین کا بیان ہے کہ میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی تھی کہ وہ جاگیر کو میرے مریدین کے حلقہ میں داخل کر دے حق تعالیٰ نے میری یہ آرزو پوری کر دی۔ آپ نے غوث الثقلینؒ کی صحبت سے بھی کسب فیض کیا ہے۔ آپ صاحب کشف و شہود تھے۔

آپ نے ۵۹۰ھ میں وفات پائی۔ مزار نواحی سامرہ میں واقع ہے۔

حضرت شیخ عبدالرحیم مغربیؒ

کنیت ابو محمد ہے۔ آبائی وطن سرزمین مغرب ہے حسنی سادات میں آپ کا شمار ہوتا ہے۔ مشایخ مصر میں بلند پایہ شیخ تھے۔ ایک دن آپ وضو فرما رہے تھے کہ ایک شخص آپ کی خدمت میں آیا اور اس نے یہ خواہش ظاہر کی کہ میں آپ کے وضو کا مستعمل پانی پینا چاہتا ہوں آپ نے اجازت دے دی۔ اس پانی کا پینا تھا کہ اس کے وہ کمالات جو سلب کر لئے گئے تھے واپس مل گئے۔ آپ فرماتے تھے کہ شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کا شمار اعیان و اوتاد میں ہوتا ہے۔

آپ نے ۵۹۲ھ میں وفات پائی۔ ۷۰ سال کی عمر پائی ہے۔ آپ کا مزار موضع قن میں واقع ہے جو مضافات مصر میں سے ہے۔

حضرت شیخ ابو علی بن مسلم رحؒ

عراق کے مشائخ کبار میں آپ کا شمار ہوتا ہے۔ صاحب تاریخ یافعی رقمطراز ہے کہ آپ ابدال تھے اور ترک و تجرید میں آپ کا درجہ بہت بلند تھا ہر وقت مراقبہ میں سر بزانو رہتے اور یاد الہی میں غلبۂ عشق سے آپ پر رقت طاری رہتی تھی۔

آپ نے ۵۹۴ھ میں وفات پائی۔ آپ کی عمر ۹۰ سال ہوئی۔

حضرت شیخ نظامی گنجوی رحؒ

آپ کا مولد و منشا گنجہ ہے۔ ظاہری و باطنی علوم میں کامل دستگاہ رکھتے تھے۔ آپ اخی فرخ ریحانیؒ سے نسبت رکھتے تھے۔ آپ کی تمام عمر تجرید و توکل کے عالم میں بسر ہوئی۔ گوشۂ تنہائی میں پڑے رہتے تھے۔ صاحب کرامات بزرگ تھے آپ حکام و سلاطین کی صحبت و ملاقات سے طبعاً محترز و مجتنب رہے ہیں۔ سلاطین وقت ان کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بڑا قادر الکلام بنایا تھا۔ گفتگو اور پیرایہ بیان کا خاص سلیقہ آتا تھا۔ آپ کے اشعار سے معرفت و حقیقت کے مضامین کی آئینہ داری ہوتی ہے۔ چند اشعار یہ ہیں:۔

چوں بعہد جوانی از بر تو ۔۔۔ بہ در کس نرفتم از در تو

ہمہ را بر درم فرستادی ۔۔۔ من نمی خواستم تو میدادی

چوں کہ بر درگۂ تو گشتم پیر ۔۔۔ زانچہ ترسید نیست دستم گیر

آپ نے ۵۹۶ھ میں وفات پائی۔ مزار موضع گنجہ میں واقع ہے۔

حضرت شیخ عبداللہ القرشی الہاشمی رحؒ

آپ کا اسم گرامی محمد ابراہیم ہے۔ صاحب کرامات بزرگ تھے۔ ظاہری و باطنی علوم پر عمیق نظر رکھتے تھے اپنے زمانے میں بڑے صاحب تصرف اور با اختیار بزرگ تھے۔ شیخ صبّاغ کی صحبت میں آپ کو حاضری کی سعادت حاصل تھی آپ نے ۵۹۹ھ میں وفات پائی۔

حضرت شیخ ابو محمد بن ابی نصرؒ

کنیت اور اسم گرامی ابو محمد بن ابی نصرؒ ہے۔ آپ کو سراج الدین بن محمود بن خلیفہ سے نسبت ارادت حاصل ہے شیخ ابو النجیب سہروردی کے ساتھ صحیح بخاری کے درس میں شریک رہے ہیں کثیر التصانیف بزرگ تھے۔ تصانیف کے علاوہ تفسیر عرائس بھی آپ کے قلم سے ہے اس میں لطیف و دقیق نکات بیان کیے گئے ہیں۔ صاحب وجد و ذوق تھے۔ محویت و استغراق کا عالم آپ پر طاری رہتا تھا ۵۰ سال تک شیراز کی جامع مسجد عتیق میں وعظ وارشاد کی خدمت سرانجام دی خود مجلس وعظ وسماع کے انعقاد کا اہتمام کرتے تھے۔ روایات میں آیا ہے کہ آخر عمر میں وجد و سماع سے توبہ کر لی تھی۔

شیخ ابو الحسن کردویہ کا بیان ہے کہ صوفیہ کی کسی مجلس میں، شیخ روزبہانؒ اور میں، دونوں ایک جگہ بیٹھے تھے میں ان کے مقام سے آشنا نہ تھا میرے دل میں یہ خیال گزرا کہ علم و حال میں میرا مقام ان سے اعلیٰ ہے میرے خطرہ پر حضرت شیخ ابو محمدؒ نے آگاہی پائی اور فرمایا اے ابو الحسن! یہ خیال دل سے نکال دو کیونکہ آج روزبہان کا ہم پلہ کوئی ...... بھی نہیں ہے۔ وہ اپنے وقت کے شیخ کامل ہیں۔

آپ نے ۶۰۶ھ میں بماہ محرم الحرام وفات پائی۔

حضرت شیخ روزبہان بقلیؒ

حضرت خضر علیہ السلام کے ہم نشینوں میں سے تھے، پورے ساٹھ سال تک یا تو ضیافت مہمان کے لئے گھر سے باہر نکلے ہیں یا نماز جمعہ کے لئے۔ آپ کا مکان شیراز میں تھا علم و تقویٰ میں آپ کا مقام بہت بلند تھا۔ آپ نے اواخر محرم میں ۶۰۶ھ کو وفات پائی۔

حضرت شیخ ابو اسحاق اغربؒ

آپ کا اسم گرامی ابراہیم بن علی تھا۔ بلانج کے مشائخ کبار میں آپ کا شمار ہوتا ہے۔ بلند رتبہ شیخ تھے، ظاہری و باطنی علم سے آگاہی رکھتے تھے۔ مذہباً شافعی تھے۔ آپ پر استغراقی کیفیت کا غلبہ رہتا تھا، اکثر آپ کو مراقبہ میں سر بزانو پایا گیا، ایک سال تک آپ نے نظر اٹھا کر آسمان کی طرف نہیں دیکھا، شیر آتا تو اپنا سر آپ کے پاؤں کے تلووں سے ملتا تھا، آپ فرمایا کرتے تھے کہ شیخ عبد القادر جیلانیؒ، ہمارے امام، صدیقین کے پیشوا، محب العارفین اور سرگروہ سالکان راہ طریقت ہیں۔

آپ نے ۶۰۶ھ میں وفات پائی۔ آپ کا مزار بطائح میں واقعہ ہے

حضرت شیخ ابوالحسن کردویہؒ

کنیت ابوالحسن ہے۔ اسم گرامی علی بن حمید السعیدی۔ آپ سے بے شمار کرامات کا ظہور ہوا ہے۔ آپ کے والد ماجد صباغ (رنگریز) تھے۔ ان کی تمنا تھی کہ اپنے لڑکے کو بھی یہی فن سکھائیں مگر آپ کی طبیعت اسے پسند نہ کرتی تھی آپ صوفیہ سے تعلق خاطر رکھتے تھے اور آپ کا بیشتر وقت انہی کی صحبت میں بسر ہوتا تھا۔ ایک دن باپ نے آکر یہ رنگ دیکھا کہ لوگوں کے کپڑے جو رنگائی کے لئے آتے تھے یونہی رکھے ہوئے ہیں انہیں رنگا نہیں گیا۔ اس بے توجہی پر وہ اپنے بیٹے سے ناراض ہو گئے۔ دوکان میں رنگ رنگ کے گڑھے بنے ہوئے تھے، آپ نے باپ کو ناراض پایا تو سارے کے سارے کپڑے کسی ایک گڑھے میں ڈال دیے اس سے باپ کی خفگی اور بڑھی اور وہ اس لئے کہ ان کپڑوں کو الگ الگ رنگ دینے کے لئے جداگانہ گڑھوں میں ڈالنا تھا۔ باپ نے ازراہ خفگی کہا تم نے تمام کپڑے ضائع کر دیے اس پر آپ نے گڑھے میں ہاتھ ڈال کر کپڑے باہر نکالے تو دیکھا گیا کہ ہر کپڑا اسی رنگ میں رنگا ہوا تھا جس میں رنگنے کی اس کے مالک کی طرف سے فرمائش تھی۔ باپ نے جب یہ رنگ دیکھا تو آپ کو فقر و سلوک کے لئے وقف کر دیا اور رنگ ریزی سے معذور قرار دیا۔

آپ نے ۵ ا شعبان ۶۱۲ھ میں وفات پائی۔ قبر مضافات مصر کے ایک گاؤں میں ہے۔

حضرت شیخ ابن صباغ

ابو محمد کنیت تھی۔ صاحب اسرار و رموز درویش تھے اپنے زمانے کے مشائخ کبار میں شمار کیے جاتے ہیں غوث الثقلین حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کی صحبت سے فیض یاب ہو چکے تھے۔ اکثر مشائخ سے آپ نے کسب فیض کیا تھا۔ شیخ علی ہیتیؒ سے آپ کو نسبت ارادت حاصل تھی۔ مؤخر الذکر کو تاج العارفین ابوالوفا سے اور تاج العارفین کو شیخ ابو محمد شنبکیؒ سے اور شیخ ابو محمد شنبکی کو شیخ ابوبکر بطائحیؒ سے نسبت ارادت تھی۔ جو خرقہ حضرت صدیق اکبرؓ نے دراصل شیخ ابوبکر بطائحیؒ کو بخشا تھا وہ شیخ علی ہیتی کے ذریعے آپ تک پہنچا اور پھر آپ سے غائب ہو گیا۔

آپ نے ۶۱۹ھ میں بماہ ذی قعدہ وفات پائی۔ مزار مبارک رباط یعقوبی میں ہے۔

٭

حضرت شیخ یونس بن یوسف شیبانیؒ

طائفہ یونسیہ کی نسبت آپ ہی سے ہے۔ صاحب کشف و شہود تھے۔ آپ نے ۶۱۹ھ میں وفات پائی۔

حضرت شیخ علی بن ادریس یعقوبیؒ

کنیت ابوالحسن ہے اور اسم گرامی علی۔ بڑے صاحب مقام بزرگ تھے۔ شیخ کاملین میں آپ کا شمار ہوتا تھا۔ آپ نے فرمایا کہ میں ایسے چار مشایخ سے واقف ہوں جو موت کے بعد اپنے مزارات میں بھی تصرفات باطنی سے کام لیتے ہیں، شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانیؒ، شیخ معروف کرخیؒ، شیخ عقیل منبجیؒ اور شیخ حیوٰۃ بن قیس خراسانی۔

آپ نے ۶۲۱ھ میں وفات پائی۔

حضرت شیخ فریدالدین عطارؒ

نیشاپور کے مضافات میں کوکن ایک قریہ ہے وہی آپ کا وطن تھا۔ آپ نے نیشاپور میں اپنی زندگی کے ۸۵ سال گزارے آپ کو حضرت شیخ مجدالدین بغدادیؒ سے نسبت ارادت تھی۔ شروع میں آپ نے شیخ رکن الدین آکافؒ کے ہاتھ پر توبہ کی۔ اکثر مشایخ سے آپ نے کسب فیض کیا ہے بعض روایات کے مطابق آپ کو اویسی کہا جاتا ہے۔ صاحب وجدو حال صوفیا میں آپ کا مقام بہت بلند تھا۔ مولانا جلال الدین رومیؒ کا بیان ہے کہ منصور حلاجؒ کے نور نے ۱۵۰ سال کے بعد خواجہ فریدالدین عطارؒ کے قلب پر تجلّی کی ہے۔ مولانا عبدالرحمٰن جامیؒ کا بیان ہے کہ حضرت خواجہ فریدالدین عطارؒ کے کلام، آپ کی مثنویات و غزلیات میں جو اسرار معرفت بے نقاب کیے گئے ہیں ان کی مثال کہیں نہیں ملتی۔ تذکرۃ الاولیا، الٰہی نامہ، [illegible] اور منطق الطیر آپ کی تصانیف میں سے ہیں ۵۱۳ھ میں بماہ شعبان آپ کی ولادت اور وفات آپ نے ۶۲۷ھ میں پائی۔ ۱۲۱ سال کی عمر میں کفار مشرکین کے ہاتھوں آپ نے جام شہادت نوش کیا۔

حضرت شیخ فارض المصریؒ

کنیت ابوحفص ہے اور لقب شرف الدین۔ اسم گرامی شیخ عمر بن فارض المصریؒ ہے۔ آپ نے مصر میں آنکھیں کھولیں اور یہیں آپ کی مستقل سکونت رہی۔ قبیلہ بنی سعد سے آپ کا تعلق ہے، قصیدہ تائیہ فارضیہ آپ ہی کے زورِ قلم کا نتیجہ ہے۔

آپ نے جب اس قصیدہ کی تکمیل کی تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت ہوئی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ سے دریافت کیا، تم نے اپنے قصیدہ کا کیا نام تجویز کیا ہے۔ آپ نے عرض کیا لوائح الجنان وروائح الجنان، ارشاد فرمایا نہیں بلکہ نظم السلوک نام رکھو۔ آپ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق یہی نام رکھا۔

آپ نے ۲ جمادی الاول کو ۶۳۶ھ میں وفات پائی۔

حضرت شیخ اوحدالدین کرمانیؒ

آپ شیخ رکن الدین سنجاسیؒ کے مرید باصفا تھے اور وہ شیخ قطب الدین البہریؒ، اور شیخ ابو النجیب سہروردی کے سلسلۂ طریقت کی ایک کڑی ہیں۔ آپ شیخ محی الدین ابن عربیؒ کی صحبت سے بھی فیضیاب ہوئے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ آپ حسن وجمال ظاہری پر زیادہ مائل تھے۔ شیخ شمس الدین تبریزیؒ نے آپ سے باز پرس کی، یہ کیا شیوہ ہے؟ آپ نے جواب میں عرض کیا، چاند کی صورت پانی کے طشت میں دیکھ رہا ہوں۔ فرمایا اگر تمہارے پاس چراغ نہیں ہے تو آسمان کی طرف کیوں نہیں دیکھتے۔ مولانا جلال الدین رومیؒ سے حضرت شیخ شمس الدین تبریزیؒ نے فرمایا تھا کہ اوحدالدین عاشق مزاج ہے لیکن اس کے باوجود اس کے دامن پر کوئی داغ نہیں ہے۔

آپ نے ۶۳۵ھ میں وفات پائی۔

حضرت مولانا شمس الدین تبریزیؒ

اسم گرامی محمد بن علی بن ملک داد ہے۔ آپ نے فرمایا ہے کہ بالغ ہونے سے قبل میں نے ابھی مکتبی تعلیم سے فراغت نہیں پائی تھی کہ سیرت محمدی کے شوق اور اس کے شغف میں چالیس چالیس دن مجھے بھوک نہیں لگتی تھی۔ اگر کوئی کھانے کے لئے کہتا تو میں سر اور ہاتھ کے اشارہ سے منع کر دیتا تھا۔ آپ شیخ ابوبکر سلہ باف تبریزی سے نسبت ارادت رکھتے ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ آپ بابا کمال خجندیؒ کے مرید تھے۔ بعض کے نزدیک آپ کے پیر و مرشد کا اسم شریف شیخ رکن الدین سنجاسیؒ تھا۔ مولانا عبدالرحمن جامیؒ نے فرمایا ہے کہ ممکن ہے آپ کو سب کی صحبت اور ان سب سے نسبت حاصل رہی ہو۔ یہ بھی ممکن ہے کہ آپ نے سب سے کسب فیض کیا ہو۔ مولانا جلال الدین رومیؒ کو آپ کے ساتھ بے پناہ تعلق خاطر تھا ہمیشہ آپ کی صحبت میں حاضر رہتے۔ ان کے اشعار میں ہر جگہ تعریف و توصیف موجود ہے۔ رات دن خلوت ہو کہ جلوت اکثر وہ آپ کی خدمت میں حاضر باش رہتے تھے۔

آپ نے ۶۴۵ھ میں وفات پائی۔

حضرت شیخ ابوالغیث بن جمیل یمنیؒ

آپ مشایخ کبار کے سلسلے کی ایک لڑی سمجھے جاتے ہیں۔ آپ سے بے شمار کرامات ظہور میں آئیں ابتدائی ایام میں آپ کا میل جول ڈاکوؤں سے تھا اور خود بھی ان کے ہمراہ ڈکیتی میں حصہ لیتے تھے۔ ایک دن کمین گاہ میں بیٹھے ہوئے ایک قافلہ کا انتظار کر رہے تھے۔ ہاتف نے آواز دی اے شخص! تیری نظر قافلہ پر ہے لیکن کسی کی نظر تجھ پر بھی ہے۔ یہ سن کر اس پیشے سے توبہ کی۔ شیخ ابن الافلح یمنی کی خدمت میں حاضری دی اور ولایت کا منصب حاصل کیا بعد ازاں شیخ کبیر علی ابدال کی صحبت سے فیضیاب ہوئے پہلے شیخ سے اجازت طلب کی تھی اور شیخ نے اجازت دے دی تھی۔ ایک دن لکڑیاں کاٹنے کے لیے جنگل جا رہے تھے، گدھا اپنے ہمراہ لے گئے جس اثنا میں کہ آپ لکڑیاں جمع کرنے میں مصروف تھے ایک شیر آیا اور اس نے گدھے کو پھاڑ ڈالا جب آپ لکڑیاں لے کر گدھے پر لادنے کے لئے آئے تو آپ نے دیکھا کہ شیر نے گدھے کو چیر پھاڑ ڈالا ہے۔ آپ نے شیر سے مخاطب ہو کر فرمایا، بتا میں اب اپنی لکڑیاں کس پر لادوں خدا کی قسم میں یہ لکڑیاں تیری کمر پہ لادوں گا چنانچہ آپ نے لکڑیاں شیر کی پشت پر لادیں اور شیر کو ہانکتے ہوئے شہر تک لے آئے، پھر آپ نے شیر سے کہا اب تیرا دل جہاں چاہے چلا جا۔

آپ نے ۶۵۱ھ میں وفات پائی۔

حضرت شیخ ابوالحسن شاذلیؒ

آپ کا اسم گرامی علی بن عبداللہ ہے۔ مغرب کے باشندے تھے حسینی سادات سے آپ کا تعلق ہے اسکندریہ میں مستقل سکونت اختیار کی تھی وہاں سینکڑوں اشخاص آپ کی صحبت سے فیضیاب ہوتے تھے آپ اولیائے عظام اور مشائخ کبار میں شمار کئے جاتے ہیں۔ آپ نے فرمایا میں ایک مرتبہ اسّی دن بھوکا رہا میرے دل میں یہ خیال گزرا کہ مجھے اس سے کچھ فائدہ حاصل نہیں ہوا دفعتہً ایک عورت نظر آئی جو ایک غار سے باہر نکلی اتنی خوب صورت تھی جیسے کہ آفتاب۔ کہنے لگی ایک منحوس صرف اسّی دن بھوکا رہا اور اپنے عمل پر خدا کے سامنے فخر کرنے لگا مجھے چھ ماہ گزر گئے ہیں اور میں نے کچھ بھی نہیں چکھا ہے کہتے ہیں کہ سب سے پہلا وہ شخص جس نے قہوہ کا استعمال کیا وہ آپ تھے۔

۶۵۶ھ یا ۶۵۴ھ میں براہ مکہ اس جنگل میں جہاں شور ملا ہوا پانی ہوتا ہے آپ نے وفات پائی۔ جب آپ وہاں دفن ہوئے تو آپ کی برکت سے پانی کا شور، شیرینی میں تبدیل ہو گیا۔

حضرت شیخ علی الخبازؒ

عراق کے مشائخ کبار میں آپ کا شمار ہوتا ہے صاحب کشف و شہود بزرگ تھے۔ آپ نے ۶۵۶ھ میں شہادت پائی۔

حضرت شیخ عبداللہ بلبانیؒ

روحدالدین آپ کا لقب تھا۔ آپ اپنے زمانے میں سرگروہ صوفیہ اور رئیس المشائخ شمار کیے جاتے تھے۔ آپ کے والد ماجد کا اسم گرامی ضیاء الدین مسعود بن محمد بن علی بن احمد بن عمر بن اسمٰعیل بن شیخ ابو علی دقاقؒ ہے۔ شیخ عبداللہ بلبانیؒ کو خرقۂ ولایت اپنے والد ماجد کی جانب سے ملا جو چار واسطوں سے شیخ ابو النجیب سہروردیؒ سے جا ملتا ہے۔ زاہد ابوبکر ہمدانی کی صحبت سے فیضیاب ہوئے۔ اور آپ نے ان سے کسب فیض کیا۔ آپ کے والد محترم نے فرمایا، میں نے خدا تعالےٰ سے جو کچھ مانگا عبداللہ کو ملا اور جو کچھ مجھے دریچے سے ملا اس کے لئے عبداللہ کے واسطے دروازہ کھول دیا گیا۔ شیخ عبداللہ صاحب کرامت اور توحید آشنا بزرگ تھے۔ آپ فرماتے تھے کہ میں ایک آہ میں منصورؒ جیسے ہزاروں بزرگ پیدا کر سکتا ہوں۔ آپ نے فرمایا، جو درویش نماز، روزہ، شب بیداری وغیرہ اسباب بندگی سے تعلق نہ رکھے وہ درویش نہیں ہے۔ بلکہ درویشی کے لئے باعث ننگ و رسوائی ہے۔ اگر یہ چیزیں حاصل ہیں تو پھر واصل الی اللہ ہے۔ یہ رباعی آپ ہی کے اشعار میں سے ہے ؎

تا حق بہ رو چشم سر نہ بینم مردم | از پائے طلب می نشینم مردم
گویند خدا بہ چشم سر نتواں دید | آں ایشاں اند من چنینم مردم

آپ نے دس محرم ۶۸۶ھ میں وفات پائی۔

حضرت شیخ لیس المغربی السوؒ

آپ نے حجامت کا پیشہ اختیار کر کے اپنے کمالات پر پردے ڈال رکھے تھے۔ آپ باکمال درویش اور صوفی صافی تھے۔ امام محی الدین نوریؒ آپ کے مریدین و معتقدین میں شامل تھے اور آپ کی صحبت کو بہت کچھ گردانتے تھے۔

آپ نے ۶۵۷ھ میں بماہ ربیع الاوّل وفات پائی۔ عمر اسّی ۸۰ سال ہوئی ہے۔

حضرت شیخ عفیف الدین تلمسانی رح

سلیمان بن علی آپ کا اسم گرامی ہے بعض فقہانے موصوف کو زندقہ اور الحاد سے منسوب کیا ہے لیکن صوفیا کی نظر میں آپ کا مقام بہت بلند تھا. مولانا عبدالرحمٰن جامیؒ نے فرمایا کہ جس کسی کو تصوف سے تھوڑا سا لگاؤ اور ذوق ہے وہ یہ سمجھ سکتا ہے کہ آپ کی تصنیف یعنی شرح منازل السائرین جو شیخ الاسلام کی تصنیف ہے) حقائق و معارف کا خزانہ ہے آپ مجلس سماع میں شرکت فرماتے تھے اور آپ کو سماع سے خاص لگاؤ تھا خود بھی سماع کا اہتمام فرماتے آپ نے سنہ ۶۹۰ھ میں وفات پائی۔

حضرت شیخ سعدی شیرازیؒ

لقب شرف الدین اور نام مصلح الدین بن عبداللہ تھا سعدی تخلص کرتے تھے ظاہری و باطنی علوم اور نظم ونثر میں ید طولی رکھتے تھے۔ شیخ ابو عبداللہ حنیفؒ کے بقعہ شریفہ کے مجاور تھے۔ آپ نے بارہا حرمین شریفین کی زیارت کے لئے رخت سفر باندھا اور وہ بھی پا پیادہ۔ آپ نے بہت سے ممالک کی سیاحت کی ہے۔ آپ نے ہندوستان پہنچ کر سومنات کا بت توڑا۔ حضرت شیخ شہاب الدین سہروردیؒ اور دوسرے اکابر مشایخ سے کسب فیض کیا۔ بیت المقدس اور شام کے شہروں میں مدتوں پانی پلانے کی خدمت انجام دیتے رہے ہیں۔ ایک دفعہ ایک بزرگ سید سے کچھ بحث ہوگئی۔ اس بزرگ نے خواب میں دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس سے ناراض ہیں صبح اٹھ کر شیخ سعدیؒ کی خدمت میں آئے اور معافی طلب کی۔ آپ کی تصانیف بہت مشہور ہیں اور سب کی سب مقبول۔ آپ کے اشعار بہت خوب ہوتے ہیں مثلاً یہ غزل پڑھئے ۔

من ندانستم از اول کہ تو بے مہر وفائی — عہد نابستن ازاں بہ کہ بہ بندی و نپائی

گفتہ بودم چو بیائی غم دل با تو بگویم — چہ بگویم کہ غم از دل برود چون تو بیائی

داستان عیب کنندم کہ چرا دل بتو دادم — باید اول بتو گفتن کہ چنیں خوب چرائی

شمع را باید ازیں خانہ بدر بردن و کشتن — تا کہ ہمسایہ نداند کہ تو در خانہ مائی

شب جمعہ کو ماہ شوال سنہ ۶۹۱ھ میں آپ نے وفات پائی۔ مزار شہر شیراز کے باہر ہے۔

حضرت شیخ حسن بلغاریؒ

نخجوان آپ کا مولد و منشا ہے۔ کشف و شہود بزرگ تھے۔ نسبت ارادت دو واسطوں سے حضرت شیخ ابو النجیب سہروردی تک منتہی ہوتی ہے تیئس سال کی عمر میں توبہ کی توفیق ہوئی۔ اور آپ نے وہ مقام حاصل کیا کہ دور و نزدیک کے لوگ ہزاروں کی تعداد میں آپ سے فیضیاب ہوئے۔ آپ نے ۹۳ سال کی عمر میں ۶۹۸ھ میں وفات پائی۔ مزار مبارک تبریز میں بمقام سرخاب ہے۔

حضرت شیخ ابو محمد مرجانیؒ

عبداللہ بن محمد اسم گرامی ہے۔ اصل وطن زمین مغرب میں بمقام مرجان واقع ہے علوم الٰہی اور تجلیات ربّانی کے دریچے آپ پر کھلے ہوئے تھے۔ آپ کا شمار مشائخ کبار میں ہوتا ہے۔ آپ نے ۶۹۹ھ میں وفات پائی۔

حضرت ابن مطرف اندلسیؒ

کنیت ابو عبداللہ ہے مکہ معظمہ کی مجاوری کی خدمت سرانجام دیتے تھے، رات دن میں ۵۰ ہفتے کامل طواف کرتے تھے۔ آپ نے ماہ رمضان ۷۰۰ھ میں وفات پائی۔ عمر نوّے سال سے متجاوز تھی۔ بادشاہ وقت آپ سے بڑی عقیدت رکھتا تھا اور بڑی نیازمندی کے ساتھ آپ کے جنازہ میں شرکت بھی کی تھی۔ اور کاندھا بھی دیا تھا۔

حضرت شیخ شمس الدینؒ

آپ کا اسم گرامی محمد بن احمد وثانی صوفی ہے۔ حنبلی مذہب پر چلتے تھے۔ آپ نے ۷۱۱ھ میں وفات پائی۔

حضرت شیخ عماد الدینؒ

آپ کا اسم گرامی احمد بن شیخ الحرامیہ ابراہیم بن عبدالرحمٰن ہے۔ واسط کے باشندے تھے علم تصوّف میں آپ نے بہت سی کتابیں یادگار چھوڑی ہیں۔

۷۱۱ھ کو آپ نے وفات پائی۔ ۵۴ سال کی عمر پائی۔

حضرت شیخ سلمان تر کمانیؒ

آپ دمشق میں مستقل سکونت رکھتے تھے۔ زندگی گوشہ نشینی میں بسر ہوئی۔ شب زندہ دار عابد و زاہد و مرتاض تھے علماء و حفاظ آپ کی بڑی قدر و منزلت کرتے تھے اگرچہ رمضان کے روزے بھی نہیں رکھتے تھے اور نماز کے پابند بھی نہ تھے لیکن غیبی امور پر آپ کی نظر تھی اپنے آپ کو مخفی رکھتے تھے اور اپنا حال کسی پر منکشف نہیں ہونے دیتے تھے۔ آپ نے ۷۱۲ھ میں وفات پائی۔

حضرت شیخ نجم الدینؒ

آپ کا اسم گرامی عبداللہ بن احمد بن محمد الاصفہانی تھا۔ صاحب کشف و شہود درویش تھے۔ شیخ ابوالعباس المرسی الشاذلیؒ کے تلامذہ میں سے تھے سالہا سال مکہ مکرمہ میں کعبہ کی مجاوری کرتے آئے ہیں۔ آپ نے مکہ معظمہ میں جمادی الآخر ۷۲۱ھ میں وفات پائی۔ عمر ۷۰ سال پائی۔

حضرت شیخ اوحدی اصفہانیؒ

روایات میں آیا ہے کہ آپ شیخ اوحدالدین کرمانیؒ کے احباب و اصحاب میں تھے۔ جام جم کو آپ ہی سے نسبت ہے آپ کا تمام کلام تصوف و معرفت میں ہے یہ شعر بھی آپ ہی کا ہے ؎

اوحدی شصت سال سختی دید تا شبے روئے نیک بختی دید

آپ نے ۷۳۸ھ میں وفات پائی قبر تبریز میں بمقام مراغہ میں واقع ہے۔

حضرت مولانا محمد زاہد مرغانیؒ

جلال الدین آپ کا لقب ہے۔ ظاہری علوم میں مولانا نظام الدین ہروی کے شاگرد ہیں۔ شریعت کی پابندی کا خاص لحاظ رکھتے تھے اور اس کی اتباع ہی کا نتیجہ تھا کہ آپ بلند مرتبہ پر فائز تھے۔ زہد و تقوے آپ کا شیوہ تھا۔ آپ نے ۸۰۸ھ میں بماہ ذی الحجہ وفات پائی۔ مزار مرغاب ہرات میں ہے۔

حضرت مولانا ابن علی تایبادیؒ

آپ کے والد محترم کا اسم گرامی شیخ علی بن شیخ ابوبکر بن شیخ احمد بن شیخ محمد شاہ بن شیخ محمود بن شیخ اسمٰعیل تایبادیؒ ہے تایباد مضافات جام میں ایک موضع کا نام ہے۔ ظاہری علوم میں مولانا نظام الدین ہرویؒ کے شاگرد رشید تھے۔ پابند سنت و شریعت تھے۔ آداب شرع کا بڑا لحاظ رکھتے تھے۔ اس اتباع کی وجہ سے آپ نے بلند مقام حاصل کیا تھا۔ آپ سے خوارق عادات کرامات کا ظہور ہوا تھا۔ آپ کا سلسلہ اویسی تھا۔ شیخ احمد جامؒ سے روحانی نسبت تھی۔ حضرت رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا ہمیشہ التزام رکھتے تھے سات سال کی مدت میں کئی بار یہ سعادت حاصل ہوئی۔ تایباد سے روضۂ مبارکہ تک پاپیادہ قرآن پڑھتے ہوئے جاتے تھے۔ حضرت شیخ کی روحانیت کا مقام نہایت بلند تھا حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبندؒ نے جب آپ کی مجلس میں حاضری دی تو مولانا نے پوچھا کہ آپ کا کیا نام ہے؟ انہوں نے جواب دیا، بہاؤ الدین نقشبند، آپ فرمانے ہمارے کوئی نقش باندھ دو۔ یہ جواب ہی کہتے، ہم تو نقش لینے کے لئے حاضر ہوئے ہیں۔ دو دن باہم صحبت رہی۔ خواجہ بہاؤ الدین نقشبندیؒ کی آپ سے بڑی عقیدت تھی۔

آپ نے بروز پنجشنبہ آخری محرم ۷۶۱ھ میں وفات پائی۔ آپ کا مزار موضع تایباد میں ہے۔

حضرت خواجہ حافظ شیرازیؒ

آپ کا اسم گرامی محمد ہے اور لقب شمس الدین تھا۔ مولانا عبدالرحمٰن جامیؒ کا بیان ہے کہ یہ پتہ نہیں چل سکا کہ ظاہر میں آپ نے کس پیر و مرشد کے ہاتھ پر بیعت کی ہے۔ آپ کو لسان الغیب کہتے تھے۔ آپ کے دیوان میں جو اشعار ہیں ان میں حقائق و معارف کا بیان ہے۔ تذکرہ عبدالقادر بدایونیؒ میں شیخ نظام الدین کی روایت ہے کہ خواجہ حافظ شیرازیؒ، حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبندؒ کے مرید خاص تھے۔ آپ کے دیوان سے جو فال بھی نکالی جاتی ہے وہ اکثر و بیشتر درست نکلتی ہے۔ جب جہانگیر بادشاہ زمانہ شہزادگی میں اپنے والد ماجد سے ناراض ہو کر الٰہ آباد چلے گئے اور انہیں واپسی میں کچھ تردد تھا تو انہوں نے دیوانِ حافظ سے فال نکالی جو فال نکلی اس میں ذیل کے اشعار تھے ؎

چرا نہ در پئے عزم دیار خود باشم | چرا نہ خاک رہ کوئے یار خود باشم
غم غریبی غربت چو برنمی تابم | بشہر خود روم و شہریار خود باشم
ز محرمان سراپردۂ وصال شوم | ز بندگان خداوندگار خود باشم

چو کار عمر نہ پیداست بارے آں اوّل — کہ روز واقعہ پیش نگار خود باشم

بود کہ لطف ازل رہنموں شود حافظ — وگرنہ تا بابد شرمسار خود باشم

اس فال کا جواب پاتے ہی جہانگیر نے بغیر کسی تاخیر کے اپنے گھر کا رُخ کیا اور اپنے والد ماجد کی خدمت میں پہنچ کر قدم بوسی کا شرف حاصل کیا۔ اس عاجز نے حضرت جہانگیر کے خود اپنے قلم سے لکھا ہوا یہ واقعہ دیوان حافظ کے حاشیے پر خود دیکھا ہے۔

آپ نے ۷۹۲ھ میں وفات پائی۔ مزار شیراز میں ہے۔

حضرت مولانا ظہیر الدین خلوتی رح

آپ کی نظر علوم ظاہری و باطنی پر تھی۔ مولانا زین الدین ابوبکر تایبادیؒ نے فرمایا ہے کہ آج ظہیر الدین کی نظیر میری نظر میں اور کہیں نہیں ملتی۔ آپ کو شیخ سیف الدین خلوتیؒ سے نسبت ارادت حاصل رہی ہے۔ شیخ سیف الدین کی وفات ۷۵۳ھ میں ہوئی۔ ان کا مزار خلوتیاں میں سہل گاذرگاہ پر واقع ہے۔ مولانا ظہیر الدین نے ۸۰۰ھ میں وفات پائی۔ اپنے پیر و مرشد شیخ سیف الدینؒ کے جوار میں سوئے ہوئے ہیں۔

حضرت شیخ کمال خجندی رح

آپ بڑے صاحب کمال بزرگ تھے۔ اپنے کمالات پر شعر و سخن کے پردے ڈالے ہوئے تھے۔ تجرید و توکل میں آپ کو درجہ کمال حاصل تھا۔ تبریز میں آپ کی زندگی کنج عزلت میں بسر ہوتی تھی لوگوں نے دیکھا کہ اس گوشے میں نہ بوریا تھا نہ تکیہ بلکہ ایک بڑا سا پتھر رکھا ہوا تھا۔ آپ نے ۸۰۳ھ میں وفات پائی۔ تبریز میں آپ کا مزار ہے۔ اور لوح مزار پر یہ شعر کندہ ہے۔

کمال از کعبہ رفتی بر در یار
ہزارت آفریں مردانہ رفتی

حضرت مولانا محمد شیریںؒ

تخلص مغربی ہے۔ حضرت شیخ اسمٰعیل سبیؒ کے حلقۂ ارادت میں شامل تھے۔ شیخ اسمٰعیل، شیخ نور الدین عبدالرحمٰن

اسفرائن کے اصحاب و احباب میں آپ کا شمار ہوتا ہے۔ حضرت شیخ کمال خجندیؒ معاصرین و مصاحبین میں سے تھے۔

آپ نے ۹۰۳ھ میں وفات پائی۔ ساٹھ سال کی عمر پائی۔ مندرجہ ذیل غزل آپ ہی کا نتیجہ ہے ؎

از جنبش بحر قدم برخاست موج بے عدد ۔۔۔ وز موج دریائے ازل برگشت صحرائے ابد

وز موج بحر بیکراں صحرا و دریا شد عیاں ۔۔۔ صحرا یقیں دریا شود چوں یابد از دریا مدد

اندر جہان بے عدد واحد احد نبود ولے ۔۔۔ در خطۂ ملک صمد احمد بود عین احد

لیکن جہان جسم و جان گرچہ شد اندر دریا عیاں ۔۔۔ بر روئے بحر بیکراں باشد چو در دیبا اہد

اندر سرائے لم یزل باشد ابد عین ازل ۔۔۔ سر ور ہم آرد دائرہ از پیش بر خیزد عدد

اندر یکے صد ہیں نہاں در صد یکے ایں عیاں ۔۔۔ از صد یکے گفتم بداں صد از یک یک از صد

من بر مثال ماہیم افتادہ از دریا بر دل ۔۔۔ باشد کہ موجے در رسد بازم بدریا در کشد

وقتست کاں خورشید دُر ماہ ماہ ناہید ہا ۔۔۔ از برج دل طالع شود از اندروں سر بر زند

آں آفتاب مشرقی پیدا شود در مغربی

گر مغربی را آئینہ پنہاں نباشد در نمد

حضرت شاہ قاسم انوارؒ

آپ کا خاندان آذربائیجان سے تعلق رکھتا تھا آپ کا مقام ولادت تبریز ہے یہیں آپ نے تربیت پائی شروع شروع میں آپ کی نسبت ارادت شیخ صدرالدین اردبیلیؒ سے تھی بعد ازاں شیخ اوحدالدین کرمانی کے مرید شیخ صدرالدین علی یمنیؒ کے ہم صحبت رہے۔ آپ نے حضرت خواجہ بہاؤالدین نقشبندؒ سے ملاقات کی ہے اور ان کی صحبت سے بھی فیضیاب ہوئے ہیں۔ آپ کے اشعار حقائق و معارف پر مشتمل ہیں۔ آپ کے مریدین کے بارے میں حضرت مولانا عبدالرحمٰن جامیؒ نے فرمایا ہے کہ میں نے آپ کے بعض مریدین سے ملاقاتیں کی ہیں اور ان کے احوال بھی مجھ تک پہنچے ان سے پتہ چلتا ہے کہ ان میں اتباع شریعت کا پاس نہ تھا بلکہ شریعت و سنت سے یہ لوگ بے توجہی برتتے تھے۔ مولانا جامیؒ لکھتے ہیں کہ یہ ممکن ہے، فتوحات کے دائرہ میں توسیع ہونے کے بعد لنگر وسیع ہو گیا ہو گا۔ اصحاب نفس نے اس طمع میں کہ یہاں ان کی غرض پوری ہو گی۔ آپ کے ہاتھ پر بیعت کی ہو گی اور آپ نے خود حقیقت کی تہ تک پہنچنے کی کوشش نہ کی ہو ہندوستان میں حضرت شاہ مدار کے مریدین کا حال بھی یہی تھا ان کے مریدین بھی اکثر شوخ و بے باک تھے۔

آپ نے ۷۳۶ھ میں وفات پائی آپ کا مزار خرجرد جام میں واقع ہے۔

حضرت شیخ زین الدین خوافیؒ

کنیت ابوبکر ہے۔ ظاہری و باطنی علوم میں کامل دستگاہ رکھتے تھے آخر تک شریعت کے پابند اور سنت کے متبع تھے مولانا عبدالرحمن جامیؒ نے فرمایا ہے کہ اتباع سنت اس گروہ کی خصوصیت ہے۔ شیخ زین الدین خوافیؒ شیخ نورالدین عبدالرحمن قریشی مصری کے مریدین میں سے تھے یہ مؤخر الذکر شیخ، شیخ سیف مدنیؒ، شیخ تاج الدین حسن شمشیریؒ، شیخ محمود اصفہانیؒ، شیخ عبدالصمد نطنزیؒ، شیخ علی مرعشؒ اور شیخ شہاب الدین سہروردیؒ کے سلسلہ کی ایک کڑی تھے۔

روایات میں آیا ہے کہ اواخر زندگی میں آپ کو ایسا عالم آگیا تھا کہ رات دن غائب اور خود فراموش رہتے تھے۔ جب اس غیبوبت سے عالم شہود میں آتے تو ایک سال خاموش رہتے۔ بہت کم گو تھے۔ آپ نے شب یکشنبہ میں ۲ شوال ۸۳۸ھ کو وفات پائی۔ وفات کے بعد تین جگہ آپ کی نعش منتقل کی گئی۔ فی الحال عیدگاہ کے قریب ہرات میں واقع ہے جہاں ایک بلند عمارت بنی ہوئی ہے۔

حضرت سید بدیع الدینؒ

شاہ مدار آپ کا لقب تھا۔ شیخ محمد طیفور شامیؒ کے مریدین میں سے ہیں۔ آپ کا سلسلۂ طریقت اور باطنی نسبت درازئ عمر یا کسی دوسرے سبب کی بنا پر پانچ یا چھ واسطوں سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک منتہی ہوتی ہے۔ آپ سے خوارق عادات اور کرامات کا ظہور ہوا۔ حضرت شاہ مدار کا درجہ اتنا بلند ہے کہ احاطۂ بیان میں نہیں آسکتا۔

روایات میں آیا ہے کہ بارہ سال تک آپ نے کچھ نہیں کھایا جو لباس آپ ایک دفعہ زیب تن فرما لیتے تھے اسے دوبارہ دھونے کی احتیاج نہ ہوتی تھی، ہمیشہ صاف ستھرے رہتے تھے۔ شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ نے تحریر کیا ہے کہ آپ کی انتہائی صمدیت تک رسائی تھی یہ مقام سالکین ہے اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو وہ حسن و جمال عطا کیا تھا کہ جو آپ کو دیکھ لیتا سربسجود ہو جاتا اس لئے آپ ہمیشہ نقاب پوش رہتے تھے۔

آپ نے ۷ جمادی الاول ۸۴۰ھ میں وفات پائی۔ آپ کا مزار مکن پور میں ہے یہ موضع قنوج کے مضافات میں سے ہے ہر سال جمادی الاول کے مہینے میں آپ کے عرس کی تقریب منائی جاتی ہے جس میں پانچ چھ لاکھ آدمیوں کی شرکت ہوتی ہے۔ اور دور دور سے زائرین آتے اور نذر و نیاز پیش کرتے ہیں۔ آج بھی اتنی مدت گزر جانے کے باوجود عجیب و غریب واقعات دیکھنے میں آتے ہیں۔ اہل ہند (اہل ہند و پاک) کے چار حصوں میں سے دو حصے آبادی کے اشراف تو غوث الثقلین حضرت

شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانیؒ کے حلقۂ ارادت میں داخل ہیں، ایک حصّہ شاہ مدار کے مریدوں میں شمار ہوتا ہے۔ جن میں خواص بھی ہیں اور عوام ہیں بھی۔ نصف حصّہ خواجہ خواجگان حضرت معین الدین چشتی اجمیریؒ کے مریدوں پر مشتمل ہے۔ اور بقیہ نصف حصّہ حضرت مخدوم بہاؤالدین زکریا ملتانیؒ کے ارادت مندوں کا ہے۔

حضرت مولانا جلال الدین پورانیؒ

کنیت ابویزید ہے۔ علوم ظاہری سے فراغت کے بعد اتّباعِ سنت و شریعت کے واسطے سے فقر و سلوک کے بلند مرتبہ پر فائز ہوئے۔ آپ مرجع خاص وعام تھے عوام کی اکثر ضروریات آپ کے تصرف کی بدولت رفع ہوتی تھیں۔ جو بھی آپ کی جانب رجوع ہوتا آپ خود اس کے پاس پہنچ جاتے تھے آپ نے ظاہر میں کسی کے ہاتھ پر بیعت نہیں فرمائی تھی۔ آپ اویسی تھے چنانچہ آپ فرماتے ہیں کہ جب مجھے کوئی مشکل پیش آتی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی روح پر فتوح کے توسّل سے رفع ہو جاتی۔ ایک دن آپ نے اپنے مریدین سے شانہ طلب فرمایا اور یہ ارشاد کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ہدایت فرمائی ہے کہ اے ابویزید! کبھی کبھی اپنے بالوں میں شانہ کرلیا کرو۔ آپ حضرت ظہیر الدین خلوتیؒ کی صحبت میں حاضر باش رہے ہیں اور آپ ان کے نقش قدم پر چلنے کی پوری پوری کوشش کرتے تھے حضرت مولانا عبدالرحمٰن جامیؒ اکثر آپ کی خدمت میں حاضری دیا کرتے تھے وہ فرماتے ہیں کہ ایک دن میں ایک جماعت کے ہمراہ حضرت جلال الدین پورانیؒ کی خدمت میں حاضر ہوا جب ہم نے واپسی کا ارادہ کیا تو ایک کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ اگر مولانا صاحب کرامت ہیں تو کشمش کا ایک ٹکڑا مجھے مرحمت فرمائیں گے جب ہم جانے لگے تو آپ نے اس شخص کو آواز دی کہ ذرا ٹھہرو، آپ گھر میں تشریف لے گئے اور ایک طباق منقّی کا لے آئے اور ساتھ ہی یہ معذرت چاہی کہ ہمارے باغ میں کشمش نہیں ہوتی۔

آپ نے بروز دوشنبہ۔ اذی قعدہ ۸۶۲ھ کی شب میں رحلت فرمائی۔

حضرت خواجہ شمس الدین محمد الکوسوی الجامیؒ

آپ ہرات کے ایک قصبہ کوسویں متولد ہوئے تھے آپ شیخ الاسلام احمد الجامی النامقی کی اولاد میں ہوتے ہیں علوم ظاہر و باطن پر گہری نظر رکھتے تھے۔ شیخ زین الدین خوافیؒ کی خدمت میں اکثر حاضری دیتے تھے شیخ بہاؤالدین عمر کی صحبت سے بھی فیضیاب ہوئے۔ مولانا سعد الدین کاشغریؒ، مولانا شمس الدین محمد اسدؒ اور مولانا جلال الدین پورانیؒ وغیرہم جو اس دور کے مشائخ میں سے تھے۔ آپ کی مجالس میں حاضری دیا کرتے تھے۔ ان سب کے دل میں حضرت خواجہ کی قدر و منزلت کا نقش جاگزیں تھا۔ وجد اور

مجلس سماع کے دوران خواجہ پر بڑی رقت اور وجد طاری ہوتا تھا۔ اپنی آواز کی پوری گونج اور کڑک کے ساتھ نعرے بلند کرتے تھے جن کا سامعین پر اچھا خاصا اثر ہوتا تھا۔ آپ کی مجلس میں اگر کسی کے دل میں کوئی خیال آتا تو وہ آپ پر منکشف ہو جاتا تھا اور آپ اس کا اظہار اس انداز میں فرماتے تھے کہ دوسروں کو خبر بھی نہ ہونے پاتی تھی۔

آپ نے بروز شنبہ ۲۶ جمادی الاول ۹۶۳ھ میں وفات پائی۔ آپ کا مزار ہرات میں جامع مسجد کے متصل ہے۔ آپ کے مزار کے قریب فقیہ ابو یزیدؒ ابدی نیند سوئے ہوئے ہیں۔

حضرت مولانا شمس الدین محمد روجیؒ

آپ قریہ روج کے باشندے تھے یہ قریہ ہرات سے ۹ فرسنگ کے فاصلے پر واقع ہے۔ مولانا کاشغری کے مریدین میں شامل ہیں۔ مولانا جامیؒ کی اولاد میں تھے آپ کا بیان ہے کہ میری یہ آرزو تھی کہ خواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہو میں ایک دن اپنی والدہ ماجدہ کی خدمت میں حاضر ہوا انہوں نے ایک کتاب میرے سامنے رکھ دی اور پڑھنے لگیں کہ جو شخص یہ دعا شب جمعہ کو چند بار بالالتزام پڑھے گا اسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت زیارت ہوگی۔ اتفاق کی بات کہ آنے والی رات جمعرات کی تھی اپنی والدہ ماجدہ کی اجازت سے میں معتکف ہو گیا۔ اور شرائط کے ساتھ دعا پڑھنے میں مشغول ہو گیا میں نے یہ بھی سنا کہ جو شخص شب جمعہ کو تین ہزار بار درود شریف پڑھے گا تو رات کو اسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہوگی یہ عمل بھی میں نے کیا اور سو گیا خواب میں دیکھا کہ میں گھر سے باہر ہوں اور میری والدہ ماجدہ میرے انتظار میں ہیں اور فرما رہی ہیں میں تمہاری منتظر ہوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں رونق افروز ہیں۔ آؤ تمہیں بھی ان کی خدمت میں لے چلوں والدہ میرا ہاتھ پکڑ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے گئیں میں نے دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رونق افروز ہیں اور آپ کے گرد ایک اچھا خاصا مجمع ہے گویا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کچھ تحریر کرا رہے ہیں اور لوگ یہ تحریریں اطراف عالم میں بھیج رہے ہیں۔ مولانا شرف الدین عثمان زیارتگاہی جن کا شمار علمائے ربانی میں ہوتا ہے لکھتے ہیں۔ میری والدہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا، یا رسول اللہ وہ لڑکا جس کی آپ نے بشارت دی تھی کہ وہ دراز عمر اور دولت مند ہوگا یہی ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے میری طرف ایک نظر ڈالی اور تبسم فرمایا، یہ بھی ارشاد کیا ہاں، یہ وہی لڑکا ہے۔

جب ایک دفعہ میرا ایک خوب صورت بھائی فوت ہو گیا تو میری والدہ بڑی مغموم تھیں رات کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت ہوئی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا رنجیدہ نہ ہو اللہ تعالیٰ تجھے ایسا فرزند عطا کرے گا جو دراز عمر

بھی ہوگا اور دولت مند بھی چنانچہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلّم کے ارشاد کے بموجب میری ولادت ہوئی. خواب میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلّم نے مولانا شرف الدین عثمانؒ سے فرمایا کہ اس لڑکے کے لئے بھی ایک مکتوب تحریر کرو. مولانا نے ایک کاغذ پر تین سطریں تحریر کیں ان سطور کے نیچے باندازِ تمسک گواہی کی جگہ علیحدہ علیحدہ کچھ تحریر کیا اور پھر یہ کاغذ لپیٹ کر میرے حوالے کر دیا. میں واپس ہوا لیکن دل میں یہ سوچ رہا تھا کہ اس مکتوب میں جو مضمون ہے اس کا مجھے علم نہیں ہے. اس لئے واپس آکر میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم سے دریافت کیا کہ اس کاغذ میں کیا تحریر ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلّم نے میرے ہاتھ سے کاغذ لیا اور پڑھ کر سنا دیا مجھے وہ سطریں یاد ہوگئیں پھر وہ تحریر لپیٹ کر مجھے دے دی گئی میں نے پھر کچھ دریافت کرنے کا ارادہ کیا، ناگاہ آواز آئی اور میں خواب سے بیدار ہو گیا، میں نے دیکھا کہ والدہ ماجدہ تشریف لا رہی ہیں اور ان کے ساتھ ہی شمع ہے. میں کھڑا ہو گیا انہوں نے مجھ سے دریافت فرمایا اے محمدؒ! تم نے خواب میں کیا دیکھا میں نے تمام واقعہ کہہ سنایا، جو کچھ میں نے دیکھا تھا والدہ نے بھی مجھے وہی کچھ سنا دیا۔

آپ شعبان المعظم ۸۲۰ھ میں متولد ہوئے اور آپ کی وفات بروز شنبہ ۱۶ رمضان المبارک ۹۰۴ھ میں ہوئی. آپ کا مزار گازرگاہ میں شیخ الاسلام حضرت خواجہ عبداللہ انصاریؒ کے مزار سے متصل ہے۔

حضرت شیخ صوفی علیؒ

آپ کا خاندان ملک جام سے وطنی علاقہ رکھتا تھا. آپ حضرت شیخ زین الدین خوافی کے مرید ہوتے ہیں. ملک جام میں آنے اور رہنے سہنے کا سبب یہ ہوا کہ ایک دن درویشوں کی ایک جماعت کسی بزرگ کے مزار کی زیارت کے لئے جا رہی تھی اور آپ کھیت میں کام کر رہے تھے، جب آپ کی آنکھیں درویشوں سے چار ہوئیں تو آپ کے قلب پر اثر ہوا اور آپ درویشوں کے ہمراہ ہو لئے درویشوں کے فیض نظر اور مزار پر حاضری کی بدولت آپ کا دل دنیا سے پھر گیا اور درویشی کی راہ اختیار کی اور آخر دم تک اسی راہ پر جمے رہے. آپ نے ۹۰۸ھ میں رحلت فرمائی۔

حضرت امیر سیّد علی قوامؒ

آپ کا تعلق سوات کے سادات سے ہے. یہ موضع سرہند کے قریب واقع ہے. ہندوستان کے خدا رسیدہ اور باکمال درویش تھے. آپ ہمیشہ ایک جیسے کپڑے نہیں پہنتے تھے کبھی خرقہ زیب تن کرتے اور کبھی سپاہیانہ لباس پہنتے تھے. آغازِ جوانی میں بحکم خداوندی آپ نے جونپور کا رُخ کیا. شیخ بہاؤالدین جونپوری سے نسبت ارادت قائم کی۔

آپ پر فتوحات کی راہیں کھلی ہوئی تھیں۔ پورے چالیس سال تک آپ نے کسی خادم سے کوئی خدمت نہیں لی۔ فرماتے تھے کہ میں نے خواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی تو حضورؐ نے فرمایا، علی دہلی میں اپنے گھر پر خلق خدا سے غافل اور بے پروا رہتے ہو۔ ان کے احوال وواقعات سے بھی باخبر رہا کرو۔ میں نے عرض کیا یارسول اللہ! اگر دہلی میں میرا قیام ہے تو وہ بھی تو آپ کے حکم سے ہے علی بے چارہ کی کیا حقیقت ہے؟ فرمایا، مخلوق کے حق میں خدا سے دعا کیا کرو، تم مستجاب الدعوات ہو۔

آپ نے ۹۵۵ھ میں وفات پائی۔ آپ کا مزار جونپور کے حوالی میں واقع ہے یعنی موضع سیدے میراں میں جہاں آپ کی سکونت تھی۔

حضرت شیخ حسین خوارزمیؒ

حضرت مخدومی اعظمؒ حاجی محمد جوشانیؒ کے مریدین میں شمار کئے جاتے ہیں۔ مؤخرالذکر مشائخ کبار میں سے تھے۔ مخدومی اعظمؒ سلسلۂ کبرویہ میں شیخ علی بیداریؒ، شیخ رشیدالدین محمد العزائمی، عبداللہ برا شادیؒ، شیخ اسحاق ختلانی اور سید علی ہمدانیؒ ایسے مشائخ سے نسبت ارادت رکھتے ہیں۔ مخدومی اعظمؒ نے ۹۳۷ھ میں وفات پائی اور شیخ حسین خوارزمیؒ کی رحلت بمقام شام ۹۵۶ھ میں ہوئی۔

حضرت شیخ علی متقیؒ

آپ کے والد ماجد کا اسم گرامی عبدالملک بن قاضی خان المتقی القادری الشاذلی المدنی الحسینیؒ ہے آپ اپنے زمانے کے اولیائے کاملین میں شمار کئے جاتے ہیں۔ آپ کے آباؤ اجداد کا جونپور سے تعلق تھا آپ کا مولد برہانپور ہے، سات سال کی عمر میں آپ کے والد ماجد شاہ باجن چشتیؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر حلقۂ ارادت میں داخل ہوئے اس کے بعد آپ نے شیخ عبدالحکیم بن شاہ باجن سے مشائخ چشت کا خرقہ پہنا اور ملتان کے لئے رخت سفر باندھا۔ وہاں بہت سے مشائخ کی خدمت میں رہ کر کسب فیض کیا پھر حرمین شریفین تشریف لے گئے وہاں پہنچ کر حضرت شیخ محمد بن البخاریؒ سے خرقۂ قادریہ شاذلیہ زیب تن کیا جس کی نسبت شیخ نورالدین ابوالحسن علی الحسینی شاذلی کی جانب ہے۔ آپ درجۂ کمال پر فائز ہوئے۔ آپ کی تصانیف کی تعداد بہت زیادہ ہے۔

آپ نے ۲ جمادی الاول ۹۷۵ھ میں رحلت فرمائی۔ نوے سال کی عمر پائی ۸۸۵ھ میں آپ کی ولادت ہوئی۔

تھی۔ آپ کا مزار مدینہ منورہ میں ہے۔

حضرت شیخ رودہن جونپوری ؒ

شیخ بہاؤالدین آپ کے والد ماجد کا اسم گرامی ہے اپنے وقت کے شیخ کامل تھے اتنے لاغر اور سالخوردہ تھے کہ دو آدمیوں کی مدد کے بغیر کھڑے بھی نہیں ہو سکتے تھے لیکن جب آپ سماع کی محفل میں تشریف لاتے تو پھر کسی کی امداد کی ضرورت نہ ہوتی تھی۔

آپ نے ۹۷۰ھ میں وفات پائی عمر سو سال سے متجاوز تھی۔ آپ کا مزار جونپور میں واقع ہے۔

حضرت شیخ سلیم فتحپوری ؒ

آپ کے والد ماجد کا اسم گرامی شیخ بہاؤالدین تھا۔ دہلی آپ کا قدیم وطن مالوف ہے۔ خواجہ ابراہیم ؒ کی اولاد میں سے ہیں جن کا سلسلۂ نسب حضرت خواجہ فضیل بن عیاض ؒ سے ملتا ہے۔ آپ خود حضرت بابا فرید گنج شکر ؒ کی اولاد میں ہوئے ہیں اور اس نسبت سے چشتی سلک رکھتے تھے۔ عمر بھر صوم وصال کے پابند رہے، شروع شروع میں آپ کی زندگی کا انداز سپاہیانہ تھا لیکن جب درویشی کی راہ اختیار کی تو حرمین شریفین کی زیارت سے مشرف ہوئے عرب وعجم کی سیاحت کی۔ مشائخ وقت میں آپ کا شمار ہوتا ہے۔ ہندوستان آئے تو فتحپور سیکری میں بودوباش اختیار کی یہ مقام ان دنوں ویرانہ تھا۔ جلال الدین اکبر بادشاہ کو آپ سے بڑی عقیدت تھی۔ اس نے اس ویرانہ میں ایک شہر کی داغ بیل ڈالی اور پہاڑ پر ایک قلعہ تعمیر کرا دیا جس کا نام فتحپور رکھا۔ بادشاہ کی نرینہ اولاد زندہ نہیں رہتی تھی چنانچہ وہ جس کسی درویش کی بابت سن پاتا اس سے لڑکے کے لئے دعا کی درخواست کرتا تھا۔ ایک دن کسی نے آکر کہا محل کے قریب ہی پہاڑ پر ایک بزرگ رہتے ہیں۔ اکبر نے ان کی خدمت میں حاضری دی اور فرزند کے لئے دعا کی درخواست کی شیخ نے فرمایا، ہم کل جواب دیں گے دوسرے دن بادشاہ پھر حاضر ہوا، شیخ نے فرمایا اللہ تعالےٰ تم کو تین بیٹے دیگا بڑے لڑکے کو ہمارے حوالے کر دینا ہم اس کی تربیت کریں گے۔ جہانگیر بادشاہ پیدا ہوا ہی چاہتے تھے کہ اکبر بادشاہ نے ان کی والدہ کو شیخ کے خلوت کدہ میں پہنچا دیا چنانچہ جہانگیر بادشاہ کی ولادت اسی خلوت کدہ میں ہوئی۔ شیخ نے ان کا نام سلطان سلیم رکھا خود اپنی لڑکی کو دودھ پلانے پر مامور کیا اور فرمایا جب یہ لڑکا باتیں کرنے لگے گا ہم دنیا سے سدھار جائیں گے چنانچہ یہی صورت پیش آئی کہ جب جہانگیر کی زبان کھلی تو شیخ اللہ کو پیارے ہو گئے۔

شیخ کی پیدائش ۸۹۷ھ میں اور وفات رمضان المبارک ۹۷۹ھ میں ہوئی۔ آپ کا مزار فتح پور کی بڑی مسجد میں واقع ہے جو اکبر بادشاہ نے خود آپ کے لئے تعمیر کرائی تھی اور اس مسجد کی عمارت بڑی شاندار ہے۔

حضرت شیخ نظام انبہٹی رح

آپ کا شمار ہندوستان کے کامل شیوخ میں ہوتا ہے۔ آپ کے آباؤ اجداد قصبہ انبہٹی کے باشندے تھے۔ یہ قصبہ لکھنو کے مضافات میں سے ہے۔ آپ شیخ معروف جونپوری کے مرید ہوتے ہیں۔ شیخ معروف شیخ الہدایہ اور شارح کافیہ وہدایہ کے مرید تھے۔ آپ کا سلسلہ طریقت چند واسطوں سے شیخ نور قطب عالم تک منتہی ہوتا ہے۔ یہ شیخ بنگالہ میں آسودہ ہیں آپ نے بڑے بڑے مجاہدات کئے صاحب کشف وکرامت بزرگ تھے سماع سے مجتنب تھے اور فرماتے تھے کہ اختلاف میں الجھنے کی کیا ضرورت ہے۔

آپ نے ۹۷۹ھ میں وفات پائی۔ مزار قصبہ انبہٹی میں ہے۔

حضرت شیخ داؤد جھنی والی رح

جھنی لاہور کے مضافات میں ایک قصبہ کا نام ہے۔ آپ کے آباؤ اجداد نے عرب سے آکر یہاں مستقل سکونت اختیار کی تھی۔ آپ کی ولادت سبت پور میں ہوئی۔ آپ کی والدہ شیخ کی ولادت سے قبل ہی وفات پاگئی تھیں۔ ابتدا میں آپ نے مولانا اسمٰعیل آچہ رح سے علم کی تحصیل کی جو مولانا عبدالرحمٰن جامیؒ کے شاگرد تھے۔ ایام طفولیت میں اصفہانی کا مطالعہ بڑی قدرت اور بڑے شوق سے کرتے تھے۔ آپ کی نسبت سلسلۂ قادریہ کی جانب سے ابتدا میں آپ اویسی تھے اور آپ نے غوث الثقلین حضرت سید عبدالقادر جیلانیؒ کی روح پر فتوح سے کسب فیض کیا اور آپ کو اویسی ہونے کے باوجود کامل درجہ اور بلند مقام حاصل ہوا۔ غوث الثقلین کے باطنی اشارہ سے آپ نے ظاہر میں حضرت شیخ حامد قادریؒ سے بیعت کا شرف حاصل کیا جو شیخ عبدالقادر ثانی رح کے فرزند ارجمند ہوتے ہیں مشائخ متاخرین میں آپ کا شمار ہوتا ہے صاحب کرامت بزرگ تھے۔ آپ نے ۹۸۲ھ میں وفات پائی۔ آپ کا مزار جھنی کے نواحی میں بمقام موضع لڈو واقع ہے۔

حضرت شیخ نظام نارنولی رح

ہندوستان کے مشہور شہر نارنول کے باشندے اور حضرت خانو چشتی گوالیاری کے مرید تھے اپنے وقت کے بلند

پایہ شیخ تھے۔ اکثر اشخاص آپ کے فیض سے بلند مقام پر پہنچے۔ روایات میں آیا ہے کہ نارنول سے حضرت خواجہ قطب الدین اویسیؒ کی خدمت میں پاپیادہ حاضر ہوا کرتے تھے۔

شیخ خانوںؒ ۹۴۰ھ میں متولد ہوئے اور آپ نے ۹۹۰ھ میں وفات پائی۔

حضرت شیخ وجیہ الدین گجراتیؒ

علوی النسب شیخ تھے۔ مشائخ متاخرین میں آپ کا شمار ہوتا ہے۔ علوم ظاہری پر آپ کی نظر ایسی گہری تھی۔ کہ اکثر کتب درسی پر آپ کی شروح اور حواشی موجود ہیں۔ آپ سے سیکڑوں نے کسب فیض کیا۔ بے شمار کرامات کا آپ سے ظہور ہوا۔ اس اعتبار سے بھی آپ بلند مقام تھے۔ احمد آباد میں آپ کی مستقل سکونت تھی کسی جگہ آنا جانا نہ تھا۔ آپ کی نسبت ارادت تو کسی اور جگہ تھی لیکن شیخ محمد غوث اعظمؒ سے آپ نے کسب فیض کیا۔ آداب طریقت میں آپ ہی کے مقلد اور متبع تھے آپ نے فقر و سلوک کے تمام مدارج شیخ محمد غوث اعظمؒ کی صحبت میں طے کیے۔ جب شیخ محمد غوثؒ گجرات تشریف لے گئے تو شیخ علی متقیؒ نے جو جامع علوم ظاہر و باطن تھے علمائے ظاہر کی ہم نوائی میں شیخ کی بعض باتوں پر فتوے صادر کر دیا۔ حاکم وقت نے اس فتوے کو شیخ وجیہ الدینؒ کے دستخط پر موقوف کر دیا جب آپ شیخ محمد غوثؒ کے مکان پر گئے تو پہلی بار دیکھتے ہی شیخ پر ہزار جان سے فریفتہ ہو گئے۔ فتوے چاک کر دیا۔ شیخ علی متقیؒ نے فرمایا کہ تمہاری سمجھ شیخ کے کمالات کی تہ تک نہیں پہنچ سکتی، آپ فرماتے تھے کہ ظاہر شریعت میں ایسا ہی ہونا چاہیئے تھا جیسا کہ شیخ علی متقیؒ نے فرمایا لیکن حقیقت میں بات وہی ہے جو ہمارے مرشد نے فرمائی ہے معتبر اشخاص سے تحقیق کے بعد یہ عقدہ کھلا کہ شیخ محمد غوثؒ اہل دعوت میں سے نہ تھے مگر آپ کو درجہ کمال انہی کے تصرف سے حاصل ہوا۔

شیخ وجیہ الدینؒ کی وفات یکم صفر ۹۹۹ھ میں ہوئی مزار شہر احمد آباد میں ہے اور شیخ محمد غوثؒ کی وفات ۱۵ رمضان ۹۷۰ھ میں بمقام اکبر آباد ہوئی۔ اسّی سال کی عمر پائی۔ مزار گوالیار میں ہے۔

حضرت شیخ علاالدین رودھیؒ

آپ عالی مقام درویش اور صاحب مقام صوفی تھے۔ کبھی کبھی آپ حقائق و معارف کے موتی کبھی اپنے اشعار میں بکھیرتے تھے۔ یہ مطلع آپ ہی کا نتیجۂ فکر ہے۔

ندانم آں گل خودرو چہ رنگ و بو دارد   کہ مرغ ہر چمنے گفتگوئے او دارد

آپ سے بہت سے مرید بلند مقامات پر پہنچے۔ روایات میں آیا ہے کہ آپ ہمیشہ یہ دعا کرتے تھے کہ اے خدا مجھے مقام شہادت نصیب فرما۔ ایک رات مکان میں چور گھس آئے اگرچہ شیخ کی عمر ۹۰ سال سے زیادہ تھی تاہم ہاتھ میں تلوار لے کر چوروں کو آپ نے تہ تیغ کر دیا آخر کار خود بھی جام شہادت نوش کیا۔

واقعہ شہادت ۹۹۸ھ میں پیش آیا۔

حضرت شیخ محمد بن فضل اللہؒ

شیخ الاسلام حضرت احمد جامؒ کی اولاد میں سے ہیں۔ آپ کی بود و باش موضع زندجان میں تھی جو ہرات کے مضافات میں سے ہے۔ فقر اور سلوک میں آپ کا درجہ بلند تھا۔ ریاضات و مجاہدات میں یکتائے روزگار تھے اکثر روزہ سے رہا کرتے تھے، افطار شوربے سے کرتے اور اس کے اوپر سے صابون کا پانی پیتے تا کہ ہضم ہو جائے۔ میں نے اپنے استاد سے سنا ہے کہ جب عبداللہ خاں ازبک ماوراءالنہر سے خراسان کی تسخیر کے لئے روانہ ہوا اور زندجان میں اس نے آپ کی خدمت میں حاضری دی تو حضرت نے فرمایا کہ بندگان خدا کو قتل نہ کیا کر و اور صبر کر و انشاءاللہ ۹ ماہ، ۹ دن اور ۹ گھنٹے گزرنے کے بعد ہرات کا قلعہ فتح ہو جائے گا۔ مدّت مذکور گزرنے پر ایسا ہی ہوا جیسا حضرت نے فرمایا تھا نیز حضرت اخوند اپنے والد۔ شیخ فصیح الدین کی زبانی فرماتے ہیں کہ ان کے والد نے بیان کیا کہ ایک رات میں خواجہ عبدالحق کی خدمت میں حاضری دی انہوں نے حضرت خواجہ عبداللہ انصاریؒ کی زیارت کا قصد کیا جب رات ہوئی اور چراغ جلانا چاہا تو چراغ میں تیل نہ تھا۔ آپ نے چراغ دان کو پانی سے بھر دیا اور بتی کو لعاب دہن میں بھگو کر اس میں رکھ دی۔ یہ چراغ ہاتھ میں لئے ہوئے روانہ ہوئے راستہ قریب قریب ایک فرسنگ کے فاصلے پر تھا۔ تیز و تند ہوا کے جھونکے چل رہے تھے لیکن اس کے باوجود چراغ جلتا رہا حتیٰ کہ آپ حضرت خواجہ کے مزار پر پہنچ گئے۔ وہاں پہنچتے ہی چراغ گل ہو گیا۔ زیارت سے فراغت کے بعد پھر چراغ روشن کیا اور اسی طرح ہاتھ میں لئے ہوئے گھر تک آئے۔ اخوند صاحب کا بیان ہے کہ اپنی رحلت سے قبل خواجہ نے وصیّت کی تھی کہ میرے جنازہ کو حفاظت سے رکھنا ایک ابلق سوار آکر میرے جنازہ کی نماز پڑھائے گا۔ حضرت خواجہ کا وصال ہو گیا تو اس وصیت پر عمل کیا گیا انتظار کرتے رہے کہ اس اثنا میں میرے والد ماجد شیخ فصیح الدین ابلق گھوڑے پر سوار پہنچے اور جنازہ کی نماز پڑھائی۔ خواجہ نے ۱۰۰۵ھ میں وفات پائی۔ مزار زندجان میں ہے۔ شیخ فصیح الدینؒ کی وفات بروز پنج شنبہ ۱۰۰۹ھ میں ہوئی۔ ان کا مزار لاہور میں ہے۔

حضرت شاہ ابوالمعالیؒ

حضرت شاہ ابوالمعالیؒ صحیح النسب سید تھے آپ سے خوارق عادات کرامات کا بڑی تعداد میں ظہور ہوا ہے۔ سلسلۂ قادریہ میں شیخ داؤد جھنی والی سے نسبت ارادت حاصل تھی تیس سال کے کامل مجاہدات و ریاضات کے بعد لاہور میں مستقل سکونت اختیار کر لی تھی۔ حضرت استاد فرماتے تھے کہ ایک دن میں اپنے استاد ملا نعمت اللہؒ کے ہمراہ جو عالم باعمل تھے آپ کی زیارت کے لئے گیا۔ ہم سب وہاں موجود تھے کہ ایک شخص ایک تسبیح شاہ صاحب کے لئے لایا میرے دل میں خیال آیا کہ اگر شاہ صاحب صاحب کرامات ہیں تو یہ تسبیح مجھے مرحمت فرمادیں جب میں رخصت ہونے لگا تو شاہ صاحب نے مجھے بلایا اور وہ تسبیح مجھے مرحمت فرمائی۔ فرمایا ہر وقت تمہاری تسبیح تم کو پہنچتی رہے گی۔ سو مرتبہ درود پڑھ لیا کرو استاد ملا نعمت اللہ سے روایت ہے کہ ایک دن میرے دل میں یہ خیال آیا کہ میں غوث الثقلین سے عقیدت رکھتا ہوں، انہیں بھی اس کی اطلاع ہوگی۔ رات کو میں نے خواب میں دیکھا کہ میں کسی فکر میں مبتلا ہوں میرا سر برہنہ ہے۔ اسی وقت حضرت غوث الثقلین تشریف لائے اور مجھے ایک دستار سفید عطا فرمائی اور فرمایا کہ ملا نعمت اللہ! ہم ایسے موقع پر تمہیں یاد رکھتے ہیں۔ شاہ ابوالمعالیؒ نے مجھے طلب کیا اور ایک سفید پگڑی عنایت فرمائی اور فرمایا کہ یہ پگڑی ہے۔

شاہ ابوالمعالیؒ بروز دوشنبہ ۱۰ ذی الحجہ ۹۶۰ھ کو متولد ہوئے اور ۲ ربیع الاول ۱۰۲۴ھ کو آپ نے وفات پائی۔ آپ کا مزار لاہور میں واقع ہے۔ تحفۃ القادریہ میں جو غوث الثقلین کے حالات پر مشتمل ہے یہ لکھا ہوا ہے کہ آپ کو غوث الثقلین سے کمال درجے کی عقیدت تھی غوث الثقلین بھی آپ پر نظر عنایت رکھتے تھے۔ غوث الثقلینؒ کی روحانیت ہمیشہ اہم معاملات میں شاہ صاحب کی دستگیری کرتی تھی۔

حضرت خواجہ عبدالحق جامیؒ

آپ کے جد امجد کا اسم گرامی شیخ محمد صدور تھا۔ آپ صدیق اکبرؓ کی اولاد سے ہوتے ہیں آپ کے آبا و اجداد جونپور میں بود و باش رکھتے تھے۔ آپ احمد آباد گجرات میں متولد ہوئے۔ ابھی کم سن ہی تھے کہ والد ماجد کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔ آغاز جوانی میں شیخ صفی الدین گجراتیؒ کے دست اقدس سے خرقۂ طریقت پہنا۔ شیخ نے آپ کو مکہ مکرمہ جانے کی اجازت فرمائی چنانچہ آپ نے تجرید و تفرید کے عالم میں حرمین شریفین کا سفر کیا اور مکہ معظمہ میں بارہ سال شیخ علی متقی کی صحبت میں رہ کر وہاں سے احمد آباد واپس آئے اور شادی کے بعد ازدواجی زندگی بسر کرنے لگے بعد ازاں آپ نے بارہ سال تک شیخ وجیہ الدین

سے ظاہری علوم کی تحصیل کی اس زمانہ میں شیخ ماہ جونپوری سے ملے جو گجرات میں تھے شیخ ماہ جونپوری نے اپنے والد ماجد سے سنا تھا کہ ہمارا چھوٹا لڑکا قطب ہوگا اس لیئے وہ ان کا بیحد احترام کرتے تھے۔ شیخ ابو محمد خضر تمیمیؒ نے جو آپ کے والد ماجد سے نسبت رکھتے تھے قلعہ اسیر سے ایک خط شیخ وجیہ الدین اور شیخ ماہ کو لکھ بھیجا کہ شاہباز کے گرم پرواز ہونے میں تاخیر کیوں ہو رہی ہے۔ انہوں نے جواب میں لکھا کہ آپ کے اختیار میں ہے چنانچہ انہوں نے آپ کو مستقل اجازت دے دی۔ آپ شیخ ابو محمد خضر تمیمیؒ کے پاس پہنچے اور وہ نعمت جو آپ کے والد نے ان کے پاس امانت کے طور پر رکھی تھی حاصل کر لی۔ اور برہان پور کو اپنا مستقل وطن بنالیا، آپ درس و تدریس میں مصروف ہو گئے۔ آپ کی صحبت کے فیض سے ہزاروں پیاسے سیراب ہوئے۔ پھر درس و تدریس کے زاویے سے نکل کر مخلوق خدا کی خدمت میں مشغول ہو گئے۔ شیخ اپنے وقت کے کامل ترین بزرگان دین میں سے تھے سلسلۂ چشتیہ کے متاخرین نے آپ سے بڑے وسیع پیمانے پر کسب فیض کیا، فاندیس اور اس کے اطراف میں آپ کے ارادت مندوں کی بڑی کثرت تھی اور آپ کو بڑی مقبولیت اور ہر دلعزیزی کا مقام حاصل تھا۔ شیخ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ سے ایسی والہانہ عقیدت تھی کہ احاطۂ بیان میں نہیں آسکتی۔ کمال شوق اور وفور محبت سے اکثر آپ نے مدینہ منورہ جانے کا قصد کیا چند منزلیں جاکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے واپس آجاتے تھے آپ کا مسلک اتباع سنت تھا جو کچھ فتوحات میں ملتا آپ اس کے تین حصے فرماتے تھے ایک حصہ اہل و عیال کے لیئے دوسرا حصہ خانقاہ کے فقرا کے لیئے اور تیسرا حصہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نذر کر کے حرمین شریفین بھیج دیا کرتے تھے۔ آپ کے خوارق عادات ان گنت ہیں۔

آپ نے بروز دوشنبہ ۲ رمضان کو برہانپور میں وفات پائی۔ خواجہ ہاشمؒ نے آپ کی تاریخ وفات ابن فضل اللہ نکالی ہے۔ آپ کی عمر ۸۰ سال ہوئی ہے۔ مزار برہانپور میں ہے جسے آپ نے خود آباد کیا تھا۔

حضرت احمد کابلی ثم سرہندیؒ

آپ خلیفۃ المسلمین حضرت فاروق اعظمؓ کی اولاد میں سے ہیں۔ مذہباً حنفی تھے۔ سرہند میں مستقل سکونت رکھتے تھے۔ سلسلۂ نقشبندیہ میں حضرت خواجہ باقی باللہؒ کے مریدین میں سے ہیں خواجہ باقی باللہ۔ مولانا خواجگی امکنگیؒ سے نسبت ارادت رکھتے تھے اور وہ مولانا درویش محمدؒ کے مریدین میں سے تھے۔ آپ کو مشائخ قادری و چشتی کی جانب سے بھی اجازت تھی۔ متاخرین میں آپ کا مقام بہت بلند ہے۔ صاحب ریاضت و مجاہدہ درویش تھے۔ آخر سال میں شیخ پر بعض اشخاص نے یہ اعتراض کیا بلکہ تہمت لگائی کہ آپ اپنے آپ کو خلفائے راشدین سے بھی افضل مانتے ہیں لیکن حقیقت میں یہ محض بہتان تھا جو مخالفین نے

آپ پر لگا یا تھا کیوں کہ اس فقیر نے افضل الفضلا جامع علوم صاحب حقائق و معارف حضرت میر ک شیخ بن شیخ فصیح الدینؒ کی زبانی سنا ہے، کہ ایک دفعہ میں سرہند گیا حسن اتفاق سے میری ملاقات شیخ احمد سرہندیؒ سے ہوئی۔ ملاقات کے دوران میرے دل میں یہ خیال آیا کہ اگر شیخ صاحب کرامت ہیں جیسا کہ لوگ آپ کے بارے میں بیان کرتے ہیں تو آپ کو چاہئے کہ میری دلجوئی کریں دوسرے میں نے سنا تھا کہ آپ کے شیخ خواجہ باقی باللہؒ اپنے پیشوا مولانا خواجگی الکنگی کی اجازت کے بغیر لوگوں کو حلقۂ ارادت میں داخل کرتے رہتے تھے نیز یہ بھی بتائیں کہ آپ خواجہ خاوند محمودؒ کے بارے میں کیا اعتقاد رکھتے ہیں، مجھے شیخ کی خدمت میں بیٹھے ہوئے تھوڑی دیر گزری تھی کہ آپ نے اپنی مسند کے نیچے سے ایک کتاب نکال کر مجھے مطالعہ کے لئے دی۔ میں نے اسے پڑھا تو مجھ سے دریافت کیا بتائیے اس سے کچھ ظاہر ہوتا ہے یا نہیں۔ میں نے عرض کیا مجھ پر اس کے مطالعہ سے کچھ منکشف نہیں ہوا۔ اور جو کچھ یہاں ہے سب ٹھیک ہے۔ فرمایا تم پر یہ واضح رہنا چاہئے ہم سے جو کچھ ظہور و وقوع میں آیا ہے وہ یہی ہے باقی سب غلط اور دروغ ہے۔ کچھ توقف کے بعد آپ نے فرمایا، ایک دن خواجہ خاوند محمودؒ یہاں آئے تھے، کہتے تھے کہ خواجہ باقیؒ کو اپنے پیر سے اجازت حاصل نہیں ہے اور وہ اس لئے کہ ایک دن مولانا خواجہ الکنگی خربزہ کھا رہے تھے اور قاش قاش کر کے اپنے مریدین میں تقسیم کیے جاتے تھے موصوف نے خواجہ باقیؒ کو خربزہ کی قاش نہیں دی حاضرین نے کہا کہ خواجہ بھی ہیں۔ اس پر مولانا خواجگی نے فرمایا کہ ہم نے خربزہ اس کو سالم دیا ہے۔ خواجہ باقیؒ نے اس سے استنباط کیا ہے کہ مجھے ارشاد و تبلیغ کی اجازت فرما دی گئی ہے۔ میں نے کہا یہ بات نہیں ہے اس لئے کہ کبھی یہ بات اپنے پیر و مرشد یا کسی اور سے نہیں سنا ہے بلکہ خواجہ باقی بھی اس کا انکار نہیں کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ یہ کام میرے بس کا نہیں ہے نہ مجھے آتا ہے مولانا خواجگی الکنگیؒ فرماتے تھے کہ ہم نے اجازت دے دی ہے تم کو یہ کام کرنا چاہئے اسی دوران میں چند سفید ریش بزرگان دین نے بھی کہا کہ ہم اس مجلس میں شریک تھے جب مولانا خواجگیؒ نے خواجہ باقی باللہ کو اجازت مرحمت کی تھی، خواجہ خاوند محمودؒ نے کہا تو پھر میں نے ہی غلط سنا ہوگا۔

مختصر یہ ہے کہ حضرت، اخوند کے دل میں جو سوالات پیدا ہوئے تھے ان کا جواب حضرت شیخ احمد نے دے دیا۔ آپ ۱۰۳۴ھ میں وفات پائی۔ ۶۳ سال کی عمر تھی۔ مزار عالیہ سرہند شریف میں ہے۔

حضرت شاہ بلاولؒ

آپ قصبہ شیخو داہن میں متولد ہوئے یہ قصبہ پنجاب کے مضافات میں سے ہے لاہور میں آپ کی مستقل سکونت تھی آپ نے ظاہری و باطنی علوم کی تحصیل کی سلسلۂ قادریہ میں آپ شیخ شمس الدینؒ کے مریدین میں شامل ہیں، شیخ

ابو اسحاقؒ اور شیخ داؤد جہنی والیؒ آپ کے سلسلہ کے مشایخ کبار تھے ان کا ذکر اوپر گذر چکا ہے۔ شیخ بلاولؒ صائم الدھر اور قائم اللیل تھے۔ زہد و تقوے میں آپ کا مقام بہت بلند تھا یہ فقیر بھی آپ کی خدمت میں حاضری دے چکا ہے آپ کے چہرہ پر ریاضت و مجاہدہ کی علامات ظاہر تھیں۔ روزانہ کافی اشخاص آپ کی خدمت میں آتے جاتے تھے اور جو آدمی بھی آپ کی خدمت میں کبھی آتا اس کے لئے حضر پیش فرمادیتے۔ لوگ بیماروں کی صحت یابی کے لئے پانی کے کوزے لے کر شیخ کی خدمت میں حاضر ہوتے۔ شیخ دعا پڑھ کر ان پر دم کرتے اس طرح سینکڑوں بیمار شفایاب ہو جاتے۔

آپ نے بروز دوشنبہ ۲۸ شعبان ۱۰۴۶ھ کو وفات پائی۔ ستر سال کی عمر پائی۔ آپ کا مزار لاہور میں واقع ہے یہیں آپ کی سکونت تھی اسی جگہ آپ مدفون ہوئے۔

خدا کا لاکھ لاکھ احسان ہے کہ مشایخ متفرقہ و مختلفہ کا تذکرہ بہ تفصیل اور بہ تعیین تاریخہائے ولادت و وفات اور بہ توضیح مقامات و مزارات تکمیل پذیر ہوا۔ یہ حالات نفحات الانس، تاریخ یافعی، اور طبقات سلمی میں بھی دستیاب نہیں ہوتے اس خادم نے بڑی جستجو اور تلاش کے بعد متقدین و متاخرین کی کتب سے حاصل کر کے اس کتاب میں جمع کیے ہیں۔

خدارسیدہ خواتین کے بیان میں

دورِ رسالت سے پیشتر دنیا کی تمام خواتین سے زیادہ فضیلت حضرت آسیہ بنت مزاحم کو حاصل ہے۔ یہ خدارسیدہ خاتون فرعون کے عقد میں تھیں۔ بعد کے دور میں ازواجِ مطہرات حضرت خدیجۃ الکبریٰ، حضرت عائشہ صدیقہؓ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دخترِ نیک اختر فاطمہ زہراؓ فضیلت کا مقام رکھتی ہیں۔

ازواج مطہرات کا ذکرِ خیر

روایات میں آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں نے کسی عورت سے از خود اپنی مرضی سے عقد نہیں کیا نہ میں نے اپنی بیٹیوں میں سے کسی پر روپے صرف کیے جو کسی کو دیے گئے ہوں ہاں البتہ ایسا میں نے اگر کیا تو اس وقت کیا کہ جبرئیل امین خدا کا پیغام لے کر آئے اور مجھے حکم دیا۔ آپ کی ازواج مطہرات تعداد میں بارہ تھیں جن کے ساتھ آپ نے شب زفاف گزاری۔ گیارہ ازواج کے بارے میں تو سب متفق ہیں۔ بارہویں زوجہ سے متعلق اختلاف ہے کہ وہ آپ کی ازواج میں شامل تھیں یا کنیزوں میں۔

حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ

کنیت ام ہند ہے۔ آپ کا نسب نامہ خویلد بن اسد بن عبدالعزیٰ بن قصی بن کلاب ہے۔ آپ کا نسب قصی پر آ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے متصل ہو جاتا ہے۔ آپ کی والدہ محترمہ کا اسم گرامی فاطمہ بنت زایدہ بن الاصم ہے جو بنی عامر بن لوی سے تعلق رکھتی ہیں۔ پہلی وہ خاتون جس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عقد کی درخواست کی وہ حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ تھیں، آپ نے خواب میں دیکھا کہ آپ کے گھر میں آسمان سے آفتاب اتر آیا ہے جس کے نور سے تمام مکان جگ مگ جگمگ کر رہا ہے مکہ مکرمہ کا کوئی مکان اس کی روشنی سے محروم نہیں رہا جس وقت آپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عقد میں آئیں آپ کی عمر چالیس سال کی تھی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ۲۵ سال کے۔ نکاح کا مہر بیس ۲۰ اونٹنیاں مقرر ہوئیں حضورؐ کی تمام اولاد ذکور واناث حضرت خدیجہؓ کے بطن سے ہوئی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آخر زندگی تک آپ کی خاطر مدارات میں

کوئی کسر نہیں اُٹھا رکھی۔ خواتین میں سب سے قبل جو خاتون مشرف بہ اسلام ہوئیں وہ آپ ہی تھیں اور اس پر سب کا اتفاق ہے۔
ایک دن حضرت جبرئیل امین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا، اے اللہ کے رسول خدیجہ رضؓ آپ کے لئے ایک پیالہ جو کھانے سے لبریز ہے لے کر آ رہی ہیں خدا کی جانب سے اور میری طرف سے ان کی خدمت میں سلام پہنچا دیجئے اور یہ خوشخبری سنا دیجئے کہ جنت میں مروارید کا ایک ایسا شاندار محل ان کے لئے تیار کیا گیا ہے جس پر سوائے ان کے اور کسی کا حق نہیں ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے حبیب خدا اور جبریل امین کا سلام پیش کیا تو آپ نے اس کا جواب دیا۔
آپ نے صحیح روایت کے بموجب ۱۰ ماہ رمضان کو بعثت سے دس سال کے بعد وفات پائی۔ وصال کے وقت آپکی عمر ۶۵ سال کی تھی۔ آپ کا مزار مقبرہ حجون میں واقع ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے خصوصیت کے ساتھ آپ کے حق میں دعائے خیر کی اور اکثر آپ کا ذکر خیر فرمایا کرتے تھے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضؓ

کنیت ام عبداللہ ہے آپ بڑی فقیہ اور فصاحت و بلاغت میں بڑھ چڑھ کر تھیں۔ صلاح و تقوےٰ میں آپ کا مقام بہت بلند تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے آپ کی شان میں فرمایا ہے۔ خذوا ثلثی دینکم عن ھذا الحمیرا اپنے دین کے تین حصّوں میں سے دو حصے اس سرخ فام (حمیرا) سے حاصل کرو۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضؓ سے روایت ہے کہ مجھے دوسری ازواج پر دس باتوں میں فضیلت حاصل ہے اوّلاً یہ کہ آپ نے میرے سوائے کسی دوشیزہ سے عقد نہیں کیا ثانیاً یہ کہ میرے والدین کے ماسوا کسی کے والدین نے ہجرت نہیں کی ثالثاً یہ کہ میری طہارت کے ثبوت میں آیۂ برأت کا نزول ہوا رابعاً یہ کہ میرے عقد سے قبل جبرئیل امین نے ریشمی کپڑے پر میری شبیہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کو پیش فرمائی اور فرمایا کہ آپ اس سے عقد کریں۔ خامساً یہ کہ میں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم ایک ہی برتن سے غسل کرتے تھے یہ سعادت کسی دوسری ام المومنین کو حاصل نہیں ہوسکی۔ سادساً یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نماز میں مصروف ہوتے اور میں آپ کے پہلو میں آرام کرتی ہوتی۔ یہ شرف بھی کسی بی بی کو نہ ملا۔ سابعاً یہ کہ بجز اس لباس خواب کے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلّم نے میرے یہاں پہنا ہے کسی دوسرے لباس خواب میں آپ پر وحی کا نزول نہیں ہوا۔ ثامناً یہ کہ جس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم پر جانکنی کا عالم طاری تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا سر مبارک میرے سینے اور زانو پر تھا۔ تاسعاً یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کا وصال اس دن ہوا جس روز آپ کی باری میرے یہاں شب خوابی کی تھی، عاشراً یہ کہ آپ میرے حجرے میں مدفون ہوئے اور آخر بار مجھے آپ کی صحبت سے فیضیاب ہونے کا شرف حاصل ہوا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم سے دریافت

کیا گیا کہ آپ کی نظر میں بہترین عورت کون ہے تو آپ نے فرمایا، عائشہؓ! پھر دریافت کیا گیا کہ مردوں میں بہترین کون شخص ہے، اس کے جواب میں آپؐ نے فرمایا کہ عائشہؓ کے والد ماجد حضرت صدیق اکبرؓ۔

حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ اسلام میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کے سب سے پہلے دوست سیدنا حضرت ابو بکر صدیقؓ تھے۔ صحابہؓ اپنے ہدایا اور تحائف اس دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کی خدمت میں پیش کیا کرتے تھے جس دن آپ کی باری ہوتی۔ اس سے مقصود یہ تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کی خوشنودی حاصل ہو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم حضرت فاطمہ زہراؓ سے فرمایا کرتے تھے اے میری لڑکی تو اس سے محبت نہیں کرتی جس سے میں محبت کرتا ہوں اس پر حضرت فاطمہؓ نے فرمایا مجھے بھی اس سے محبت ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ مجھے عائشہ سے محبت ہے۔ حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم بڑے کم گفتار تھے۔ وہ فرماتے تھے کہ اے عائشہ! تمہاری خوشی و ناخوشی کا مجھے علم ہو جاتا ہے۔ میں نے دریافت کیا حضورؐ! آپ کو کیسے علم ہو جاتا ہے حضورؐ نے فرمایا! جب تم خوش ہوتی ہو تو لا و رب محمدؐ کے الفاظ سے قسم کھاتی ہو۔ اور جب ناراض ہوتی ہو لا ورب ابراھیم کہہ کر قسم کھاتی ہو۔ میں نے عرض کی، فی الواقعہ یہی بات ہے۔

روایات میں آیا ہے کہ جب حضرت عائشہ صدیقہؓ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کا عقد ہوا تو آپ کی عمر چھ سال کی تھی۔ مہر ۵۰ درہم کی قیمت کا تھا۔ دوسری روایت کے مطابق پانچسو درہم رقم مہر تھی یہ رقم قرض لے کر آپ نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کو دی تھی۔

حضرت عائشہؓ کی وفات سہ شنبہ کی شب ۱۷ رمضان ۵۸ھ کو ہوئی۔ آپ نے ۶۷ سال کی عمر پائی ہے مزار عالیہ جنت البقیع میں واقع ہے۔ آپ کے جنازہ میں مدینہ کے کثیر التعداد اشخاص نے شرکت کی۔ حضرت ابو ہریرہؓ بھی نماز جنازہ میں شریک تھے۔

حضرت زینبؓ

آپ کے والد ماجد کا سلسلہ نسب حرمہ بن حارث بن عبد اللہ بن عمر بن عبد مناف بن ہلال بن عمر بن صعصعہ ہے آپ کا حضرت صلی اللہ علیہ وسلّم سے عقد ماہ رمضان میں ہجرت کے تیسرے سال ہوا۔ آٹھ ماہ حضورؐ کے حبالۂ عقد میں رہیں دوسری روایت میں صرف تین ماہ آپ ام المساکین کے لقب سے مشہور تھیں اور وہ اس لئے کہ آپ کو فقرا و مساکین سے بڑی محبت تھی۔ آپ اکثر مساکین کا کھانا تیار کرتی اور ان کے لئے دستر خوان بچھایا جاتا۔

آپ نے یکم ربیع الآخر ہجرت کے چار سال بعد انتقال فرمایا ۔ مزار جنت البقیع میں واقع ہے ۔

حضرت زینب بنت جحش رضؓ

کنیت ام الحکم ہے ۔ آپ کی والدہ محترمہ کا اسم گرامی امیمہ بنت عبدالمطلب تھا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی تھیں ۔ آپ کا پہلا نام برہ تھا ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کا نام تبدیل کر کے زینب رکھا ہجرت کے بعد پانچویں سال ذی قعدہ کے مہینے میں آپ عقد میں آئیں آپ کی بابت قرآن حکیم میں آیت کا نزول ہوا ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اجازت کے بعد حضرت زینب رضؓ کے پاس تشریف لے گئے اس وقت حضرت زینب رضؓ برہنہ سر تھیں ، فرمایا اے اللہ کے رسول ! بغیر خطبہ اور بغیر گواہ کے ، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ، اللہ تعالیٰ نکاح پڑھانے والا ہے اور جبریل امین گواہ ہیں ۔

حضرت زینب رضؓ سے مروی ہے کہ ایک دن میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ مجھے جو فضیلت اور منزلت حاصل ہے وہ آپ کی کسی زوجہ کو حاصل نہیں ہے حضورؐ نے سبب دریافت فرمایا آپ نے جواب دیا پہلی فضیلت تو یہ ہے کہ میرے اور آپ کے دادا ایک ہیں دوسرے یہ کہ میرا نکاح آسمان پر ہوا تیسرے یہ کہ میرے عقد نکاح میں جبریل امین گواہ تھے ۔

ازواج مطہرات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد سب سے پہلے حضرت زینب رضؓ نے وفات پائی ۔ آپ نے ہجرت کے بیسویں یا اکیسویں سال وفات پائی ۔ ۵۳ سال کی عمر پائی ۔ حضرت عمر الفاروق رضؓ نے اہل مدینہ کی معیت میں آپ کے جنازہ کی نماز پڑھائی ۔ مزار جنت البقیع میں واقع ہے ۔

حضرت سودہ رضؓ

آپ کا اسم گرامی سودہ رضؓ اور کنیت ام الاسود ہے ۔ آپ کے والد ماجد کا نام زمعہ بن قیس بن عبدالشمس بن عبد ود بن نضر بن مالک بن حنبل بن عامر بن لوی بن غالب القرشی ہے ۔ آپ کے نسب کا سلسلہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نسب کے ساتھ لوی بن غالب پر جا کر ملتا ہے ۔ آپ کی والدہ محترمہ کا نام بنت قیس بن عمرو تھا ۔ مکہ معظمہ میں ابتدائے بعثت مبارکہ کے زمانے میں مسلمان ہوئیں ۔ نبوت کے دسویں سال حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضؓ کی وفات کے بعد حضرت عائشہ صدیقہ رضؓ کے نکاح سے قبل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ سے عقد کیا مہر چار سو درہم مقرر ہوا ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جب آپ کی درازعمری کا علم ہوا تو آپ نے طلاق دینے کا ارادہ کیا ۔ آپ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی جب کہ آپ عائشہ صدیقہ رضؓ کے مکان پر تشریف لے جا رہے تھے کہ آپ طلاق کا ارادہ فسخ فرمائیں میری دنیا

ہیں اور کوئی خواہش نہیں صرف یہ خواہش ہے کہ آخرت میں آپ کی ازواج مطہرات کے زمرہ میں میرا حشر بھی ہو۔ میں نے اپنی باری حضرت عائشہ صدیقہؓ کے حق میں چھوڑ دی۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے ارادۂ طلاق فسخ کر دیا۔ آپ نے فاروق اعظمؓ کے آخری عہد میں وفات پائی دوسری روایت میں حضرت معاویہؓ کا عہد ہے۔ مزار جنت البقیع میں ہے۔

حضرت صفیہؓ

حی بن اخطب بن ثعبہ بن ثعلبہ آپ کے والد کا نام اور خرہ بنت سموال آپ کی والدہ کا نام تھا۔ غزوۂ خیبر میں قید ہو کر آئی تھیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ چاہا کہ انہیں آزاد کر کے ان کے قبیلہ میں بھیج دیں تو ہوا یہ کہ آپ مشرف بہ اسلام ہو گئیں آپ نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلّم سے درخواست کی کہ اے اللہ کے رسوؐل! میں نے اسلام قبول کیا اور آپ کو اللہ کا رسوؐل مان لیا حالانکہ آپ نے مجھے ابھی اسلام کی دعوت بھی نہ دی تھی۔ اب میں آپ کے پاس موجود ہوں مجھے یہودی مذہب سے کوئی لگاؤ نہیں ہے نہ میرے قبیلہ میں اب میرا کوئی عزیز موجود ہے مجھے کسی طرح بھی خدا اور اس کے رسول کو چھوڑ کر آزادی پانا اور اپنی قوم میں جانا گوارا نہیں ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کو یہ باتیں پسند آئیں آپؐ نے انہیں آزاد فرما کر اپنی ازواج مطہرات میں شامل کر لیا اور اس آزادی کو مہر مقرر کیا۔

آپ کی وفات ۵۰ھ میں بروایت دیگر ۵۲ھ یا عہد خلافت عمرؓ میں واقع ہوئی۔ آپ کا مزار جنت البقیع میں ہے۔

حضرت ام حبیبہؓ

ابو سفیان آپ کے والد کا نام ہے ماں کا نام صفیہ بنت ابی العاص بن امیہ بن عبد الشمس ہے جو امیر المومنین حضرت عثمان غنیؓ کی پھوپھی تھیں۔ ام حبیبہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے خواب میں یہ دیکھا کہ کوئی شخص مجھ سے کہہ رہا ہے ، اے ام المومنین! یہ سن کر میں بیدار ہو گئی میں نے اپنے خواب کی تعبیر خود ہی یہ سوچ لی کہ ہو نہ ہو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم مجھے اپنے حبالۂ زوجیت میں لے لیں گے۔ حضرت عثمانؓ نے آپ کو مدینہ منورہ میں ہجرت کے ساتویں سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کی خدمت میں پیش کیا ان ایّام میں آپ کی عمر ۳۵ سال کی تھی۔ مہر چار سو دینار مقرر ہوئے۔ دوسری روایت کے مطابق چار ہزار درہم مقرر ہوئے۔

آپ کی وفات ۴۴ھ میں ہوئی۔ مزار جنت البقیع میں ہے۔

حضرت حفصہؓ

امیرالمومنین حضرت فاروق اعظمؓ کی دختر نیک اختر تھیں آپ کی والدہ کا نام زینب بنت مظعون بن حبیب ہے ہجرت کے دو یا تین سال کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا آپ سے عقد ہوا۔ آپ کی ولادت بعثت نبوی سے پانچ سال قبل ہوئی تھی۔ آپ نے ۴۱ھ یا ۴۵ھ یا ۴۷ھ میں وفات پائی۔ مزار جنت البقیع میں واقع ہے۔

حضرت جویریہؓ

حارث بن ابی جزار بن حبیب بن عابد بن مالک آپ کے والد ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کا عقد ماہ شعبان ۵ھ یا ۶ھ میں ہوا، آپ نے مدینہ منورہ میں ۵۰ھ یا ۵۶ھ میں وفات پائی۔ عمر ۶۵ سال تھی، آپ کا مزار جنت البقیع میں واقع ہے۔

حضرت میمونہؓ

حضرت میمونہؓ کے والد کا نام حارث بن حزن بن بجیر بن الہزم ہے۔ آپ کی والدہ کا نام ہند بنت عوف بن زہیر بن الحرب ہے ہجرت کے ساتویں سال عمرۃ قضاۃ سے واپسی پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ سے عقد فرمایا۔ حضرت میمونہ فرماتی ہیں کہ ایک رات میری باری تھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس سے اٹھ کر چلے گئے میں نے اٹھ کر دروازہ بند کر دیا۔ تھوڑی دیر کے بعد آپ تشریف لائے اور دروازہ پر دستک دی میں نے دروازہ نہیں کھولا آپ نے مجھے قسم دی کہ دروازہ کھول دوں میں نے عرض کیا کہ آپ میری باری کی رات دوسری ازواج کے پاس جاتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ میں نے ایسا نہیں کیا بلکہ میں قضائے حاجت کے لئے گیا تھا۔

حضرت میمونہ کی وفات ۵۱ھ یا ۶۱ھ میں ہوئی۔ آپ کا مزار جنت البقیع میں واقع ہے۔

حضرت ام سلمہؓ

اصل نام ہند بنت ابی امیہ تھا۔ ماہ شوال ۴ھ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عقد میں آئیں مہر دس درہم مقرر ہوا تھا۔ آپ کی ازواج مطہرات میں سب سے آخر میں آپ ہی نے وفات پائی۔ ۲ ربیع الآخر ۶۱ھ یا ۵۹ھ

ہیں آپ دنیا سے سدھاریں، حضرت ابوہریرہؓ نے آپ کے جنازہ کی نماز پڑھائی تھی۔ ۸۴ سال کی عمر پائی۔ مزار جنت البقیع میں واقع ہے۔

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلّم کی دختران نیک اختر کا تذکرہ

حضرت فاطمۃ الزہراؓ

ام محمد کنیت اور القاب طاہرہ، زکیہ، راضیہ، مرضیہ اور بتول ہیں۔ اگرچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کی تمام اولاد میں آپ سب سے چھوٹی تھیں لیکن شفقت و محبت کا مرکز آپ ہی تھیں۔ خاندان رسول کا چراغ آپ ہی کی اولاد سے روشن ہوا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے غزوہ بدر سے واپسی پر رمضان کے مہینے میں ۲ھ کو نکاح کی درخواست کی ان ایام میں آپ کی عمر ۱۵ سال کی تھی دوسری روایت کے مطابق ۱۹ سال تھی۔ حضرت علیؓ سے آپ کے تین بیٹے حسنؓ، حسینؓ اور محسنؓ اور تین بیٹیاں زینبؓ، ام کلثوم اور رقیہ متولد ہوئیں۔ محسنؓ اور رقیہؓ کا انتقال چھوٹی عمروں میں ہوگیا تھا۔ زینبؓ جن کا عقد عبداللہ بن جعفرؓ سے اور ام کلثوم جن کی شادی حضرت عمر الفاروق سے ہوئی تھی۔ ان کی کوئی اولاد زندہ نہیں رہی۔ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ سے دریافت کیا گیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کو اپنی اولاد میں سب سے زیادہ محبوب کون ہے، فرمایا، فاطمہؓ اور جب مردوں میں پوچھا گیا تو ارشاد فرمایا، ان کے شوہر یعنی علی کرم اللہ وجہہ۔ ایک دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم حضرت علیؓ اور بی بی فاطمہؓ سے خوش طبعی اور خوش وقتی فرما رہے تھے۔ اسی دوران میں حضرت علیؓ نے دریافت کیا، آپ کو میں زیادہ عزیز ہوں یا فاطمہؓ اس کے جواب میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔ ھی احب الیّ منک وانت اعز علیّ منھا۔ فاطمہؓ تم سے زیادہ مجھے پسند ہیں اور تم اس سے زیادہ مجھے عزیز ہو۔

ایک دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے حضرت فاطمہؓ سے پوچھا کہ جو شخص راستے میں ملا تھا اسے تم نے غور سے دیکھا، آپ نے فرمایا، جی ہاں! آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا فرشتہ تھا جو اس سے پہلے کبھی زمین پر نہیں اترا اس نے اللہ تعالےٰ سے اجازت حاصل کی تھی کہ مجھے سلام کرے اور یہ خوش خبری دے کہ حضرت فاطمہؓ اہل جنت کی سردار ہوں گی اور حسنؓ و حسینؓ جنت کے جوانوں کے سردار۔

آپ کی پیدائش سال پنجم ہجری یا بروایت دیگر ۴۱ سال عام الفیل کے بعد عہد نبوت سے ۵ سال قبل واقع ہوئی آپ نے بروز سہ شنبہ شب بیں ۲۰ ماہ رمضان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کی وفات سے چھ ماہ کے بعد رحلت فرمائی کل ۲۸ سال کی عمر پائی، مزار جنت البقیع میں ہے اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے آپ کے جنازہ کی نماز پڑھائی۔

حضرت زینب رضؓ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کی صاحبزادیوں میں سب سے بڑی عمر کی آپ ہی تھیں۔ آپ کا عقد اپنے خالہ زاد بھائی ابوالعاص ابن ربیع سے ہوا تھا۔ ابوالعاص کے قبول اسلام کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے اس عقد کی تجدید کی تھی دوسری روایت یہ ہے کہ پہلے نکاح ہی پر اکتفا کیا گیا۔ ان سے ایک لڑکا اور ایک لڑکی پیدا ہوئی لڑکے کا نام علی اور لڑکی کا نام امامہ رکھا گیا۔ لڑکا تو جوانی کے عالم میں فوت ہوا لیکن امامہؓ سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے خاتون جنت فاطمۃ الزہراؓ کے وصال کے بعد نکاح کر لیا تھا اور یہ عقد خاتون جنت کی وصیت کے مطابق کیا گیا تھا۔

آپ کی پیدائش ہجرت سے قبل عام الفیل کے تیسرے سال ہوئی تھی اور وفات ہجرت کے آٹھویں سال واقع ہوئی۔

حضرت رقیہ رضؓ

آپ حضرت زینب سے چھوٹی اور باقی دوسری بہنوں سے بڑی تھیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے آپ کا عقد حضرت عثمان غنیؓ سے کر دیا تھا ان سے ایک لڑکا ہوا جو دو سال کی عمر پا کر فوت ہو گیا اس کے بعد پھر کوئی اور اولاد نہیں ہوئی۔ حضرت رقیہ عام الفیل سے ۳۳ سال بعد پیدا ہوئیں اور وفات ۲ھ کو ہوئی جس سال غزوہ بدر ہوا تھا۔

حضرت ام کلثوم رضؓ

آپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کی تیسری صاحبزادی تھیں جن کی ولادت حضرت فاطمہؓ سے قبل اور حضرت رقیہؓ کے بعد ہوئی آپ کا اسم شریف آمنہ تھا حضرت رقیہؓ کی وفات کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے حضرت ام کلثوم کا عقد حضرت عثمانؓ سے ہجرت کے تیسرے سال کر دیا تھا۔ آپ ایک مدت تک ان کے عقد میں رہیں ہجرت کے نویں سال آپ کا انتقال ہوا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کی صاحبزادیوں کا ذکر اختتام پذیر ہوا۔

حضرت زایدہ رضی اللہ عنہا

آپ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی کنیز تھیں ایک دن آپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت بابرکت میں آئیں اور سلام عرض کیا۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا تم میرے پاس بڑی تاخیر سے کیوں آتی ہو۔ مجھے تم سے تعلقِ خاطر ہے۔ زایدہ نے عرض کیا، میں ایک ذہنی کشمکش میں مبتلا ہوں آپ نے دریافت کیا وہ کیا، عرض کیا صبح سویرے میں لکڑیاں لینے گئی تھی لکڑی کا گٹھا باندھ کر اٹھانے کے لیئے میں نے ایک پتھر پر رکھا اس اثنا میں ایک سوار آسمان سے زمین پر اترتا ہوا دیکھا اس نے مجھے سلام کیا اور کہا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے میرا سلام عرض کرنا اور کہنا کہ رضوان بہشت نے اطلاع دی ہے کہ بہشت میں آپ کی امت تین گروہوں پر تقسیم کی گئی ہے ایک گروہ تو حساب وکتاب کے بغیر جنت میں داخل ہوگا، دوسرا گروہ وہ ہے جس سے حساب کتاب میں نرمی برتی جائے گی، تیسرا گروہ وہ ہے جو آپ کی شفاعت سے بخشا جائے گا۔ یہ کہہ کر وہ شخص آسمان کی جانب چل دیا پھر اوپر سے میری جانب ایک نظر ڈالی مجھ سے لکڑی کا گٹھا اٹھ نہیں رہا تھا، اس نے کہا اے زائدہ اس بوجھ کو پتھر پر رکھ دے پھر پتھر کو حکم دیا کہ اسے پتھر زایدہ کے ساتھ ساتھ اس گٹھے کو حضرت عمر الفاروق رضی اللہ عنہ کے گھر چھوڑ آ وہ پتھر چل پڑا اور لکڑی کے اس گٹھے کو حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے مکان پر پہنچا دیا۔ لوگوں نے اس پتھر کے آنے جانے کے نشانات بھی دیکھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے زائدہ سے یہ واقعہ سُن کر فرمایا، الحمدللہ! ابھی میں دنیا سے رخصت بھی نہیں ہوا کہ رضوان بہشت نے میری امت کی بخشش کا مژدہ سنا دیا اور اللہ تعالیٰ نے میری امت کی ایک عورت کو حضرت مریم رضی اللہ عنہا کے درجے پر پہنچا دیا۔

حضرت شعدانہ رضی اللہ عنہا

حضرت شعدانہ رضی اللہ عنہا ایرانی خاتون تھیں۔ آپ کی آواز بڑی شیریں تھی بڑی خوش الحانی سے وعظ وتلقین فرمایا کرتی تھیں آپ کی مجلس وعظ میں بڑے بڑے عارف اور عابد وزاہد شریک ہوتے تھے۔ لوگ آپ سے کہتے کہ زیادہ رونے سے کہیں آپ کی بصارت زائل نہ ہو جائے۔ آپ فرمایا کرتی کہ دنیا میں کثرت گریہ سے میرا نابینا ہو جانا اس سے کہیں زیادہ بہتر ہے کہ عقبیٰ میں عذاب دوزخ کی شدت سے میری بصارت زائل ہو۔ نیز آپ فرمایا کرتی تھیں کہ جو آنکھیں محبوب کے دیدار سے محروم ہوں اور محبوب کے دیدار کی آرزو بھی ہو تو وہ آنکھیں کبھی رونے سے باز نہیں رہ سکتیں، کہا جاتا ہے کہ جب آپ پر بڑھاپا آگیا تو شیخ فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ آپ کی خدمت میں آئے اور دعا کی درخواست کی۔ آپ نے فرمایا کہ تیرے اور خدا کے مابین کوئی ایسا علاقہ ہے کہ میں دعا کروں اور وہ قبول ہو جائے۔ اس پر حضرت فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے ایک نعرہ لگایا

اور بے ہوش ہو گئے۔ حضرت شعدانہؒ نے ۱۸۵ھ میں وفات پائی۔

حضرت عفیرہ العابدہؒ

آپ معاذہ عدویہؒ سے میل جول رکھتی تھیں۔ کثرت گریہ سے آپ کی آنکھیں جاتی رہی تھیں کسی نے آپ سے کہا کہ اندھا ہونا بھی کتنی بڑی مصیبت ہے۔ آپ نے فرمایا کہ خدا کے دیدار سے محروم ہونا اس سے بھی بڑی مصیبت ہے۔ آپ نے ۱۸۰ھ میں وفات پائی۔

حضرت رابعہ عدویہؒ

آپ بصرہ سے تعلق رکھتی تھیں آپ فقر و سلوک میں اس مقام پر فائز تھیں کہ اس کا اندازہ تحریر نہیں ہو سکتا۔ حضرت سفیان ثوریؒ مسائل دریافت کرنے کے لئے آپ کی خدمت میں حاضری دیا کرتے تھے اور ہمیشہ ان کی یہ آرزو رہتی کہ آپ ان کے حق میں دعا فرمائیں۔ آپ رات رات بھر عبادت میں مصروف رہتی تھیں صبح تک کھڑی رہتی تھیں کہتے ہیں کہ رات دن میں ایک ہزار رکعت نماز پڑھتی تھیں۔

ایک بار آپ نے حج کا ارادہ کیا۔ اس ارادہ سے جنگل کا رخ کیا ایک خچر پر سامان لادا جب جنگل کے وسط میں پہنچیں تو خچر مر گیا اہل قافلہ نے کہا، ہم آپ کا سامان اٹھا لیتے ہیں آپ نے فرمایا نہیں تم اپنا راستہ لو۔ میں تمہارے بل بوتے پر نہیں آئی۔ غرض اہل قافلہ نے کوچ کیا اور آپ جنگل میں تنِ تنہا رہ گئیں۔ آپ نے بارگاہ رب العزت میں مناجات کی الٰہی! ایک غریب اور مسکین عورت کے ساتھ بادشاہ ایسا ہی سلوک کیا کرتے ہیں۔ تو نے مجھے اپنے گھر آنے کی دعوت دی اور میرے خچر کو راستے ہی میں موت کے گھاٹ اتار دیا۔ میں یہاں جنگل میں تنہا رہ گئی ہوں۔ ابھی مناجات پوری نہیں ہوئی تھی کہ خچر اٹھ کھڑا ہوا۔ آپ نے سامان سفر اس پر لادا اور مکہ معظمہ کی طرف روانہ ہوئیں راوی کا بیان ہے کہ پھر اسی خچر کو دیکھا گیا کہ فروخت کیا جا رہا تھا۔ شیخ فریدالدین عطارؒ آپ کے بارے میں تحریر کرتے ہیں کہ جب کوئی عورت راہ خدا میں مردانگی اور دلیری کا ثبوت دے تو اسے عورت نہیں کہنا چاہیئے۔ آپ کے والد کی چار لڑکیاں تھیں رابعہ بصریہ چوتھی تھیں۔ اس وجہ سے آپ کو رابعہ (چوتھی) کہتے تھے۔

جس رات حضرت رابعہؒ پیدا ہوئیں آپ کے والد نے خواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی حضورؐ نے فرمایا کہ یہ لڑکی سیدہ ہے اس کی سفارش سے میری امت کے ستّر ہزار اشخاص کی مغفرت ہو گی۔

نقل ہے کہ ایک مرتبہ جنگل میں یہ دیکھا کہ کعبہ آپ کے خیر مقدم کے لئے خود آرہا ہے۔ فرمایا مجھے رب البیت چاہیئے۔ بیت کی ضرورت نہیں۔ سلطان ابراہیم بن ادہم بلخیؒ نے عہد کیا کہ دو ہزار بزرگ پاپیادہ گئے ہیں میں آنکھوں کے بل جاؤں گا چنانچہ ہر قدم پر دو رکعت نماز ادا کرتے اور اس طرح چودہ سال میں مکہ معظمہ پہنچے۔ پھر بھی خانہ کعبہ کو اپنی جگہ پر نہ پایا۔ فرمایا، یا الٰہی میری آنکھوں کو کیا ہوگیا ہے ہاتف غیبی نے آواز دی کہ تمہاری آنکھوں میں کوئی نقص نہیں ہے کعبہ رابعہ ضعیفہ کے خیر مقدم کے لئے گیا ہے۔ کیونکہ وہ اس کا دیدار کرنا چاہتی تھیں۔ اس اثناء میں حضرت ابراہیمؒ نے حضرت رابعہؒ کو آتے ہوئے دیکھا اور کعبہ بھی اپنی جگہ آگیا۔ حضرت ابراہیمؒ نے فرمایا، رابعہ! آپ اس طرح گرتی پڑتی پڑتی آرہی ہیں حضرت رابعہ نے فرمایا، تم نے تمام دنیا میں ڈھنڈورا پیٹ دیا ہے کہ ۱۴ سال کی مدت صرف کر کے خانہ کعبہ پہنچے ہو۔ حضرت ابراہیم نے فرمایا، بات تو یہ ٹھیک ہے۔ میں نے چودہ سال میں نماز پڑھ پڑھ کر یہ راستہ طے کیا ہے آپ نے فرمایا کہ تم نے نماز میں راہ طے کی ہے اور میں نے نیاز میں۔

حضرت رابعہؓ سے دریافت کیا گیا کہ آپ حق تعالےٰ سے دوستی رکھتی ہیں۔ فرمایا بے شک مجھے خدا سے دوستی ہے۔ پھر پوچھا گیا کہ شیطان کو دشمن سمجھتی ہو۔ فرمایا خدا کی دوستی سے شیطان کی دوستی کو میں متعلق ...... قرار نہیں دیتی۔ روایات میں آیا ہے کہ موسم بہار میں آپ گھر میں داخل ہوئیں اور پھر باہر نہیں آئیں آپ سے کہا جاتا کہ باہر آکر خدا کی قدرت کا مشاہدہ کرو فرماتیں تم اندر آؤ کہ صانع بیچوں کے نظارہ کی سعادت حاصل ہو۔ ایک شخص آپ کی خدمت میں آیا اس نے دیکھا کہ آپ کے کپڑے ریزہ ریزہ ہوگئے ہیں عرض کیا کہ آپ کے خدام بکثرت ہیں اشارہ فرمائیں تو جدید لباس فراہم ہوسکتا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ مجھے غیر سے کچھ طلب کرنے میں عار آتی ہے جس کے قبضے میں دنیا ہے پھر بھلا میں اس سے کیسے طلب کرسکتی ہوں جس کے پاس دنیا کی نعمتیں عارضی اور عاریتہ ہیں۔ آپ فرمایا کرتی تھیں کہ اے خدا! دنیا میں سے جو کچھ تو نے میری قسمت میں لکھا ہے اسے میرے دشمنوں کو عطا کردے میرے لئے تو بس تو ہی کافی ہے۔ آپ کی وفات کا وقت قریب آیا تو آپ کے سرہانے اکابر مشایخ کی جمگھٹ تھا۔ آپ نے فرمایا کہ یہاں سے اُٹھو خدا کے پیغمبروں کی باری ہے ان کے لئے جگہ خالی کردو سب اُٹھ کر باہر چلے گئے۔ اندر سے یہ آواز سنی گئی۔ یا ایتھا النفس المطمئنۃ ارجعی الیٰ ربک راضیۃ مرضیۃ فادخلی فی عبادی وادخلی جنتی۔ اے نفس مطمئنہ تو میری رحمت پر شاکر اور مصیبت و محنت پر صابر رہا دنیا سے اپنے رب کی جانب جا اس حال میں خدا کی بخشش پر تو راضی ہے۔ اور خدا تجھ سے راضی ہے۔ میرے برگزیدہ اور صالح بندوں کے گروہ میں تو شامل ہو جا اور میرے مقربان بارگاہ کی ہمراہی میں تو داخل بہشت ہو۔ وہ اکابر مشایخ جب اندر پہنچے تو رابعہؓ کو اس حال میں پایا کہ آپ کا وصال ہو چکا تھا۔

آپ کی وفات ۱۸۵ھ میں ہوئی۔ مزار جبل قدس میں ہے وفات کے بعد کسی نے آپ کو خواب میں دیکھا تو پوچھا کہ رابعہ کہو، نکیرین سے کیا معاملہ پیش آیا فرمایا جب وہ آئے اور انہوں نے دریافت کیا کہ من ربک (تیرا رب کون ہے) میں نے ان سے کہا کہ واپس جاؤ اور رب العزت سے یہ کہو کہ اتنے ہزاروں آدمیوں میں تو نے ایک ضعیفہ کو فراموش نہیں کیا تو میں جو تجھے دل وجان سے عزیز رکھتی ہے تجھے کیسے بھول سکتی ہوں۔

حضرت نفیسہ رح

حسن بن زید آپ کے والد کا اسم گرامی ہے۔ آپ کی مستقل بود و باش مصر میں تھی حضرت امام شافعی رح جب مصر پہنچے تو آپ کے سامنے حدیث کی سند حاصل کی جب امام صاحب کا وصال ہوا تو آپ کے جنازہ کو گھر میں رکھ کر نماز جنازہ ادا کی۔

آپ نے ماہ رمضان ۲۰۸ھ میں رحلت فرمائی۔ وصال کے بعد آپ کے شوہر اسحاق بن جعفر رح نے آپ کی میت کو مدینہ منورہ لے جانا چاہا اہل مصر نے اصرار کیا کہ آپ کا مزار یہیں بننا چاہیئے۔ چنانچہ آپ کو اہل مصر کی خواہش کے مطابق قاہرہ و مصر کے مابین ارب صباح میں سپرد خاک کیا گیا۔

حضرت فاطمہ نیشاپوریہ رح

خراسان کی معمر خاتون تھیں۔ کمال درجہ کا عرفان رکھتی تھیں۔ مکہ شریف میں کعبہ کی مجاورت و خدمت کے فرائض بھی آپ نے سرانجام دیئے ہیں کبھی بیت المقدس کی زیارت کے لئے بھی جاتی تھیں۔ سلطان العارفین حضرت بایزید رح آپ کی بیحد تعریف کیا کرتے تھے اور فرماتے کہ میں نے عمر بھر میں ایک عورت اور ایک مرد کو دیکھا ہے عورتوں میں جس عورت کو میں نے صاحبہ کمال پایا وہ فاطمہ نیشاپوریہ رح ہیں کسی مقام پر کوئی بات ہو آپ پر منکشف ہو جاتی تھی۔ مشائخ میں سے کسی کی ملاقات حضرت ذوالنون مصری رح سے ہوئی۔ اور ان سے پوچھا کہ بزرگوں میں کون زیادہ بڑھ چڑھ کر ہے فرمایا کہ مکہ میں ایک عورت ہے جسے فاطمہ نیشاپوریہ کہتے ہیں۔ قرآنی حقائق و معارف کا بیان اس خوش اسلوبی سے کرتی تھیں کہ مجھے آپ پر رشک آتا تھا۔

روایت ہے کہ ایک دن شیخ ذوالنون مصری رح کے لئے کچھ بطور نذرانہ بھیجا، انہوں نے فرمایا کہ عورتوں سے تحائف و ہدایا قبول کرنا ذلت و نقصان کا باعث ہے نیز یہ فرمایا کہ کوئی صوفی اتنا بلند مرتبہ نہیں ہوا جو سبب اور واسطہ پر نظر نہ رکھتا ہو۔

آپ کی وفات ۲۲۳ھ میں ہوئی۔

حضرت تحفہؒ

حضرت تحفہؒ بڑی خدارسیدہ خاتون اور عارفہ و کاملہ تھیں۔ حضرت سری سقطیؒ کا زمانہ پایا ہے۔ حضرت سری سقطیؒ سے روایت ہے کہ ایک رات میری نیند اُڑ گئی تھی پریشانی اور سراسیمگی اتنی بڑھی ہوئی تھی کہ نماز تہجد بھی فوت ہو گئی۔ نماز فجر کے بعد مجھ پر کچھ اس قسم کی اضطرابی کیفیت طاری تھی کہ میں کبھی اندر آتا اور کبھی باہر جاتا کسی طرح تسکین حاصل نہیں ہوتی تھی، آخر میں نے یہ فیصلہ کیا کہ شفاخانے چلنا چاہیئے تاکہ بیماروں کا حال سُن کر مجھے سکون خاطر نصیب ہو۔ شفاخانے پہنچا تو مجھے تسکین ہو گئی۔ میں نے ایک نہایت خوبصورت لڑکی دیکھی جس کے کپڑوں سے خوشبو آ رہی تھی۔ اس کے دونوں ہاتھ پاؤں بندھے ہوئے تھے اس نے مجھے دیکھا تو رو پڑی اور کچھ اشعار پڑھ کر سنائے میں نے وہاں لوگوں سے دریافت کیا یہ کون ہے تو بتایا کہ یہ ایک لڑکی ہے جو دیوانی ہو گئی ہے اس کے مالک نے ہاتھ پاؤں باندھ کر اسے یہاں ڈال دیا ہے۔ اس نے جب یہ بات سنی اور زیادہ روئی عربی میں چند اشعار پڑھے جن کے معانی یہ ہیں:۔ اے لوگو! میں قصور وار نہیں ہوں دیکھتے ہیں، دیوانی ہوں، لیکن میرا دل خبردار اور ہوشیار ہے مجھے ناحق قید میں ڈال دیا گیا ہے میرا جُرم اگر کچھ ہے تو جرم عشق ہے میں اس محبوب کی محبت کے دام میں گرفتار ہوں جس کے حکم کے خلاف میں کچھ بھی نہیں کر سکتی ہیں میرے اندر جو خوبی تم کو نظر آتی ہے وہی خرابی اور گناہ ہے اور جو خرابی دیکھتے ہو وہی خوبی ہے۔ جو شخص خدا تعالٰے کی محبت میں گرفتار ہو اور اس سے راضی ہو وہ مجرم نہیں ہے۔ اس کی ان باتوں کا میرے قلب پر گہرا اثر ہوا اور مجھ پر رقت طاری ہو گئی۔ اس کنیز نے کہا، اے سری! یہ رونا اس حالت میں کیسے ہوگا اگر تو اس کو اس طرح پہچان لے جو پہچاننے کا حق ہے تو پھر بات ہے پھر وہ بے ہوش ہو گئی جب وہ ہوش میں آئی تو میں نے کہا اے جاریہ، اس نے کہا، لبیک! اے سری! میں نے کہا تو مجھے کیسے پہچانتی ہے، کہا جب اس کو پہچان لیا تو اب میں ناواقف کیسے رہ سکتی ہوں۔ میں نے کہا کہ سنا ہے کہ تجھے محبت کا دعوٰے ہے بتا تو کسے دوست رکھتی ہے، کہا اس ذات کو جس نے اپنی نعمتوں کی پہچان کرائی اور اپنے کرم سے نوازا جو دلوں سے زیادہ قریب ہے پھر میں نے پوچھا تجھے یہاں کس نے بند کیا جواب دیا، حاسدوں نے مل کر یہاں بند کر دیا ہے پھر ایک نعرہ لگایا اور بے ہوش ہو گئی۔ میں سمجھا کہ جاں بحق تسلیم ہو گئی جب ہوش میں آئی پھر اپنے مناسب حال چند اشعار پڑھے۔ ہسپتال کے مالک سے میں نے کہا اسے چھوڑ دیجئے۔ اس نے آزاد کر دیا میں نے کہا جہاں تمہارا جی چاہے چلی جاؤ۔ کہا اے سری کہاں جاؤں حقیقی مالک تو ہے نہیں اگر وہ راضی ہو تو جاؤں ورنہ صبر ہی کرنا پڑے گا میں نے دل میں سوچا کہ یہ مجھ سے زیادہ عاقل ہے۔ اتنے میں تحفہ کا مالک آ گیا اور ہسپتال کے نگران سے دریافت کیا کہ تحفہ کہاں ہے؟، کہا اندر ہے

اور سری سقطیؒ کے پاس ہے۔ وہ خوشی خوشی اندر آیا مجھے سلام کیا اور بڑی قدر و منزلت سے پیش آیا، میں نے کہا، یہ جاریہ مجھ سے زیادہ دانشمند اور قابل احترام ہے تو نے اسے کس جرم میں قید کر دیا ہے اس نے کہا کئی اسباب ہیں، ایک تو یہ کہ یہ دیوانی رہتی ہے نہ کھاتی ہے نہ پیتی ہے نہ ہمیں سونے دیتی ہے ذکر و فکر بہت کرتی ہے میری متاع بھی ہے میں نے بیس ہزار درہم میں اسے خریدا تھا اور خیال تھا کہ اس سے مجھے کافی نفع حاصل ہوگا کیونکہ اس میں جو کمالات ہیں ان کی وجہ سے کافی دولت کمائی جا سکتی ہے۔ میں نے پوچھا اس میں کیا کمالات ہیں۔ اس نے جواب دیا کہ یہ بڑی خوش آواز مطربہ ہے۔ میں نے دریافت کیا کتنی مدت سے اس کا یہ حال ہے کہا کہ باجا بغل میں تھا اور یہ اشعار گاتی تھی۔ جن کا حاصل یہ ہے: "مجھے قسم ہے کہ میں نے جو عہد تجھ سے کیا ہے کبھی نہ توڑوں گی اور دوستی میں کبھی فرق نہ آنے دوں گی جس دوستی نے میرے قلب کو منور کر دیا ہے میں اپنے قلب کو کس طرح تسلی دوں اور کیسے سکون حاصل کروں پس اے وہ ذات کہ تیرے سوائے میرا کوئی اور دوست نہیں ہے تو نے مجھے لوگوں کی خدمت کے لئے وقف کر دیا ہے۔"

اس نے یہ اشعار گائے اور اٹھ کھڑی ہوئی۔ باجا توڑ پھوڑ ڈالا۔ آہ و زاری میں مبتلا ہو گئی۔ میں نے خیال کیا ہو نہ ہو یہ کسی کے عشق میں مبتلا ہو گئی ہے لیکن پتہ چلا کہ ایسا نہیں ہے۔ میں نے تحفہ سے پوچھا کہ کیا واقعہ یہی ہے؟ اس نے شکستہ دل سے آبدیدہ ہو کر چند اشعار پڑھے۔ "حق تعالیٰ نے میرے دل میں یہ بات ڈالی اور وعظ میری زبان پر تھا کچھ دیر کے بعد اس سے نزدیک ہوئی۔ حق تعالیٰ نے مجھے خاص مقام سے نوازا اور میری عزت افزائی کی میں نے اسے قبول کر لیا جس وقت مجھے بلایا جاتا ہے تو زبان سے لبیک کہتی ہوئی دلی آرزو اور قلبی تن کے ساتھ اس کی جانب قدم بڑھاتی ہوں۔ جس نے مجھے طلب کیا ہے۔" یہ اشعار سننے کے بعد میں نے تحفہ کے مالک سے کہا جو کچھ اس کی قیمت ہے میں ادا کر دوں گا اور کچھ زیادہ بھی پیش کر دوں گا۔ مالک نے ازراہ تعجب کہا، آپ ایک مرد درویش ہیں اتنی قیمت کہاں سے ادا کر دیں گے۔ میں نے کہا تم اس سلسلے میں مطلق تردد نہ کرو۔ تم یہاں ٹھہرو میں قیمت لے کر آتا ہوں سری سقطیؒ فرماتے ہیں کہ میں روتا ہوا گیا اور قسم بخدا کہ میرے پاس ایک حبہ تک بھی نہ تھا تمام رات میں اسی تردد میں رہا۔ آہ و فریاد کرتا رہا نیند بھی میری آنکھوں سے اڑ گئی میں نے عرض کیا، اے خدا تیری نظر میرے ظاہر و باطن پر ہے مجھے تیرے فضل و کرم پر اعتماد ہے مجھے ذلیل و خوار نہ کر تھوڑی دیر نہ گزری تھی کہ کسی نے دروازہ پر دستک دی۔ میں نے پوچھا کون ہے؟ کہا تمہارا ایک دوست۔ میں نے دروازہ کھولا تو ایک شخص چار غلاموں سمیت ہاتھ میں شمع لئے ہوئے موجود ہے اور اس نے مجھ سے اندر آنے کی اجازت طلب کی جب وہ شخص اندر آیا تو میں نے

پوچھا آپ کون ہیں۔ اس نے کہا میرا نام احمد بن مثنیٰؒ ہے آج رات خواب میں مجھ سے ہاتف نے کہا کہ پانچ تھیلیاں
سونے کی لے کر سری سقطیؒ کے پاس پہنچا دو اور ان کی دلجوئی کرو تاکہ وہ تحفہؒ کو خرید لیں ہمیں بھی تحفہ کے ساتھ خ
رابطہ ہے۔ میں نے یہ بات سنی تو سجدۂ شکر ادا کیا اور سفیدۂ سحر کا انتظار کرنے لگا۔ نماز فجر سے فراغت کے بع
اپنے دوست کے ہمراہ شفاخانہ پہنچا مالک انتظار میں تھا مجھے دیکھا تو کہا مرحبا خوش آمدید۔ تحفہؒ کا خدا کے یہاں بڑا مق
ہے۔ ہاتف نے مجھ سے کہا، کیا خوب ہے وہ جو دل میں ہماری یاد کرتا ہے اور ہم سے لو لگاتا ہے —— جب تحفہؒ کو
نے آتے ہوئے دیکھا، آنکھوں میں آنسو ڈبڈبا آئے، خدا سے ملتجی ہوئی کہ بارالٰہ! تو نے میرا راز آشکارا کر دیا ہے ات
میں تحفہؒ کا مالک روتا ہوا آیا میں نے اس سے گریہ وزاری کی وجہ پوچھی، اور کہا جو تم نے مطالبہ کیا تھا میں لے
آیا ہوں۔ اور پانچ ہزار اس پر مستزاد بھی ہیں۔ اس نے مجھے یہ رقم درکار نہیں ہے۔ میں نے کہا اچھا قیمت کے برا
نفع لے لو اس نے کہا، تمام دنیا بھی اس کی قیمت میں ادا کرو گے تحفہؒ کو خدا کی راہ میں، میں نے آزاد کر دیا، میں
پوچھا آخر یہ کیا ماجرا ہے، کہنے لگا رات مجھ پر عتاب ہوا ہے میں آپ کو گواہ بنا کر اقرار کرتا ہوں کہ میں اپنے تمام ما
سے دستبردار ہو گیا ہوں اور میں نے خدا کی جانب توجہ مبذول کی ہے جب احمد بن مثنیٰؒ کی جانب نظر اٹھا کر دیکھا تو وہ
رو رہے تھے میں نے ان سے دریافت کیا کہ آپ کے رونے کا کیا سبب ہے کہنے لگے، خدا نے جس کام کے لئے مجھے ما
کیا تھا وہ مجھ سے قبول نہیں کیا معلوم ہوتا ہے کہ وہ مجھ سے ناراض ہے میں تم کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ اپنا تمام مال خدا کی راہ
خیرات کر دیا۔ میں نے کہا خدا کی شان ہے کہ تحفہؒ پر خدا کا کتنا کرم اور کتنا احسان ہے؟ کہ اس نے اس کی وجہ سے دوس
کو بھی نوازا اور سرفراز کیا پھر تحفہ اٹھی اور جو کپڑے پہنے ہوئے تھے اتار کر اپنے جسم سے ٹاٹ لپیٹا اور باہر نکلی اس کی آنک
سے آنسو جاری تھے میں نے کہا خدا نے تجھے آزاد کر دیا، اب کیوں روتی ہے؟ اس نے چند اشعار پڑھے جن کا مفہوم یہ ہے:-
"میں جس طرف بھاگی جا رہی ہوں اسی کے لئے رو رہی ہوں اس کے حق کی قسم کہ وہی ہے جس نے مجھے طلب کیا ہے میں ہمیشہ اس
کے پاس ہوں تاکہ مجھے اس مطلوب کی طرف پہنچا دے جس کی مجھے آرزو ہے اور مجھے خوش کر دے —— بعد ا
ہم باہر آئے تحفہؒ کو بہت تلاش کیا وہ نہ ملی ہم تینوں نے کعبہ کا قصد کیا احمد مثنیٰؒ تو اثنائے سفر میں جاں بحق تسلیم ہ
میں اور تحفہؒ کا مالک دونوں مکہ معظمہ پہنچے طواف کرتے وقت کسی زخمی دل سے نکلی ہوئی آواز سنی تو یہ شعر سننے میں آئے "خدا
کا دوست دنیا میں بیمار ہے اس کا مرض طول پکڑ چکا ہے اس کا علاج خدا کی محبت ہے اس نے خود اپنے ہاتھ سے جا
محبت پلایا ہے اور خوب اسے سیر کر دیا ہے جس وقت محبت کا وہ جام پیا تو وہ اس کی محبت اور اس کی طلب
ہوش کھو بیٹھا۔ اس کے بغیر اس شخص کا حال کچھ اس کا سا ہے جو محبت کا دعوے کرے اور آرزوئے دیدار میں بے ہوش

ہو جائے ——— ہم اس گانے کی آواز تک پہنچے تو کسی نے کہا اے سری! میں نے کہا لبیک! تم کون ہو؟ خدا تم پر اپنی رحمت نازل کرے کہنے لگا لا الٰہ الا اللہ یہ جان بوجھ کر نہ پہچاننا کیسا؟ میں وہی تحفہؒ ہوں۔ تحفہ اب بہت کمزور اور لاغر ہو چکی تھی میں نے کہا اے تحفہؒ! تم نے گوشۂ عزلت اختیار کرنے کے بعد کیا فائدہ اٹھایا، کہنے لگی حق تعالےٰ نے مجھے اپنا قرب اور اپنی محبت عطا فرمائی ہے اور اپنے غیر سے متنفر کر دیا ہے۔ میں نے کہا احمد مثنیٰؒ کا انتقال ہو گیا ہے۔ کہنے لگی اللہ تعالےٰ اس پر رحم فرمائے۔ خداوند تعالےٰ نے اسے بڑی عظمت بخشی تھی وہ جنت میں میرا پڑوسی ہوگا۔ میں نے کہا تیرا مالک بھی ساتھ آیا ہوا ہے۔ تحفہؒ نے اس کے حق میں دعا کی اور کعبہ کے قریب گری اور اس کی روح پرواز کر گئی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ جب اس کا مالک آیا تو اسے مردہ پا کر گر پڑا میں اسے اٹھانے کے لئے آگے بڑھا وہ بھی جاں بحق تسلیم ہو چکا تھا۔ ان کی تجہیز و تکفین اور تدفین کے بعد میں واپس آ گیا۔ اللہ تعالےٰ ان سب پر رحم کرے۔

حضرت ام علیؒ

ابراہیم حربیؒ آپ کے والد ماجد کا نام ہے آپ بڑی عارفہ و کاملہ تھیں فقہی مسائل پر اتنا عبور تھا کہ ان کی روشنی میں فتاویٰ صادر کرتی تھیں۔ آپ نے ماہ رجب ۲۸ سنہ ۳ھ میں وفات پائی۔ آپ کا مزار اپنے والد ماجد کے مزار کے قریب ہے۔

حضرت ام محمدؒ

حضرت ام محمدؒ شیخ ابی عبداللہ خفیفؒ کی والدہ ماجدہ ہیں آپ بڑی عابدہ و زاہدہ تھیں۔ مشاہدات و مکاشفات میں بڑی شہرت پائی ہے اپنے بیٹے کے ہمراہ سمندر کی راہ سے سفر حجاز کو گئی تھیں۔ روایت ہے کہ شیخ ابو عبداللہ آخر رمضان میں شب بیداری کرتے اور عبادت الٰہی میں مشغول رہتے تھے کہ لیلۃ القدر کا ثواب حاصل کریں چھت پر نماز ادا کرتے تھے آپ کی والدہ ماجدہ اندرون مکان گوشہ میں معتکف تھیں اچانک آپ پر شب قدر کے انوار و تجلیات کی بارش ہونے لگی۔ آپ نے اپنے لڑکے کو آواز دی کہ اے محمدؒ! جو کچھ تو وہاں تلاش کر رہا ہے یہاں موجود ہے۔ شیخ ابو عبداللہ نیچے اتر کر آئے تجلیات الٰہی کا مشاہدہ کیا اور والدہ کے قدموں پر گر گئے۔ آپ فرماتے ہیں کہ اس دن کے بعد میں نے جانا کہ میری والدہ کا کیا مقام ہے۔

حضرت امۃ الواحدؒ

آپ کا اسم گرامی ستیتہ تھا اور والد ماجد کا نام حسین بن اسمٰعیل حاکمی ہے۔ علم حدیث و علم فقہ فرائض اور حساب و قواعد میں مہارت تامہ رکھتے تھے صدقہ و خیرات بھی کیا کرتے تھے۔ آپ نے ۳۷۷ھ میں وفات پائی۔ ۹۰ سال سے عمر متجاوز تھی۔

حضرت امۃ الاسلام

آپ کے والد ماجد کا اسم گرامی قاضی ابوبکر بن کامل بن خلف ہے۔ محمد بن اسمٰعیل بصلانیؒ کے حلقۂ تلامذہ میں شامل رہی ہیں حضرت تنوخیؒ، حضرت زاہدی اور حضرت ابو علیؒ آپ کے شاگردوں میں شامل ہیں۔ آپ بڑے صاحب کمال تھے ماہ رجب ۳۱۳ھ میں متولد ہوئے۔ آپ نے رجب ۳۹۰ھ میں وفات پائی۔

حضرت میمونہ واعظؒ

آپ کے والد ماجد کا اسم گرامی شاقولہ ہے حافظ قرآن تھے ایک دن آپ نے فرمایا جو کپڑے حلال پیسے کے بنے ہوں یا ان کا حصول حلال ذریعہ سے ہوا ہو اور ان کو پہن کر کوئی گناہ نہ کیا گیا ہو۔ وہ جلد نہیں پھٹتے۔ چنانچہ یہ کرتا جسے میں پہنے ہوئے ہوں میری والدہ کے ہاتھ کا بنا ہوا ہے، ۴۷ سال سے میں اسے پہنے ہوئے ہوں ابھی تک اس میں بوسیدگی نہیں آئی ہے۔ آپ کے بیٹے حضرت عبد الصمدؒ سے روایت ہے کہ ہمارے گھر میں ایک دیوار تھی وہ گرا چاہتی تھی میں نے اپنی والدہ سے کہا کہ اس دیوار کی از سر نو تعمیر ہونی چاہیئے۔ چنانچہ آپ نے کاغذ کے ایک پرزہ پر کچھ لکھا اور مجھے کر فرمایا کہ اس پرچہ کو دیوار پر مضبوطی سے لگا دو میں نے اس کی تعمیل کی بیس سال تک وہ دیوار اس طرح قائم رہی نہیں گری۔ آپ کے وصال کے بعد مجھے خیال آیا کہ دیکھوں تو سہی کاغذ پر کیا لکھا ہوا ہے، کاغذ کا دیوار سے جدا کرنا کہ دیوار دھم سے میرے پیچھے آگری اس کاغذ پر لکھا ہوا تھا "ان اللہ یمسک السمٰوٰت والارض ان تزولا ولئن زالتا ان امسکہما من احد" السمٰوٰت والارض امسکہ"۔

آپ نے ۳۹۳ھ میں وفات پائی۔

حضرت خدیجہ واعظہ رح

آپ بڑی باکمال عارفہ تھیں۔ غوث الاعظم حضرت شیخ محی الدین عبد القادر جیلانی رح کی پھوپھی تھیں۔ روایات میں آیا ہے کہ ایک دفعہ جیلان میں قحط پڑا خشک سالی تھی۔ مینہ بھی نہیں برسا۔ لوگ نماز استسقا پڑھنے کے لیئے باہر گئے پھر بھی بارش نہیں ہوئی۔ آخر سب جمع ہو کر حضرت خدیجہ واعظہ رح کے پاس پہنچے اور نزول باران رحمت کے لیئے دعا کی درخواست کی۔ آپ صحن میں آئیں اور کہا، اے خدا میں نے صحن میں جھاڑو دے دی ہے تو مینہ برسا دے تاکہ اس پر چھڑکاؤ ہو جائے اسی وقت بارش شروع ہوئی اور ایسا موسلادھار مینہ برسا کہ جیسے کسی نے دریا انڈیل دیئے ہوں۔

حضرت ام محمد رح

آپ کے والد ماجد کا اسم گرامی محمد بن علی بن عبد اللہ تھا۔ ابن سمعون رح کی صحبت میں آپ نے کافی وقت گزارا ہے صدق و صفا اور زہد و تقویٰ میں بہت اونچا مقام رکھتی تھیں۔ آپ ۳۰۷ھ میں متولد ہوئیں اور آپ نے ۳۸۷ھ میں رحلت فرمائی۔ ۸۰ سال کی عمر پائی۔ آپ کا مزار ابن سمعون رح کے مزار کے قریب ہے۔

حضرت کریمہ مروزیہ رح

احمد بن محمد بن ابی حاتم آپ کے والد ماجد کا اسم گرامی ہے۔ ظاہری و باطنی علوم میں اچھی خاصی دستگاہ رکھتی تھیں درس حدیث دیتی تھیں آپ نے ۴۶۳ھ میں وفات پائی۔

حضرت فاطمہ واعظہ رح

حسین بن حسن بن فضلویہ آپ کے والد ماجد کا نام ہے آپ کی مجلس وعظ میں شہر کی تمام پارسا اور پاکباز خواتین جمع ہوتی تھیں اور آپ سے علمی و روحانی استفادہ کرتی تھیں۔ آپ نے ۵۲۱ھ میں وفات پائی۔

حضرت فاطمہ رح

نصر بن عطار رح آپ کے والد ماجد کا اسم گرامی ہے۔ نسباً سیدزادی تھیں زہد و ورع میں نظیر نہیں رکھتی تھیں۔ عمر بھر

میں مکان سے باہر صرف تین مرتبہ نکلیں۔ آپ نے ۵۷۳ھ میں وفات پائی۔ آپ کے روحانی فیض سے بہت سی خواتین نے بلند مقام حاصل کیا اتنا بلند مقام کہ اس کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ امام عبداللہ یافعیؒ نے اپنی کتاب میں کسی شیخ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ مصر کی ایک خاتون پورے تینتیس سال ایک جگہ اس مستعدی سے جم کر رہیں کہ سرما گرما میں بھی اپنی جگہ سے نہیں ہٹیں۔ اس عرصہ میں انہوں نے کچھ کھایا پیا بھی نہیں۔ امام یافعیؒ نے روضۃ الریاحین میں قلم کیا ہے کہ گروہ صوفیا میں سے کسی کا بیان ہے کہ مصر کے اطراف میں ایک خاتون کو دیکھا گیا جو کسی کے عشق میں والہ و شیفتہ رہتی تھی۔ تیس سال تک دو پاؤں پر کھڑی رہی۔ سرما ہو کہ گرما۔ نہ رات کو بیٹھیں نہ دن کو۔ دھوپ اور بارش سے بھی کبھی اپنے آپ کو نہیں بچایا۔ سانپ اور اژدھے آپ کے چاروں طرف کنڈل مارے ہوئے بیٹھے رہتے تھے۔

امام عبداللہ یافعیؒ نے تحریر کیا ہے کہ علما میں سے کسی عالم نے روایت کی ہے کہ خوارزم میں ایک بی بی تھیں جنہوں نے بیس سال سے زیادہ عرصہ تک نہ کچھ کھایا نہ پیا۔

مولانا عبدالرحمٰن جامیؒ نفحات الانس میں لکھا ہے کہ حضرت شیخ ابوسعید ابوالخیرؒ نے فرمایا ہے کہ مرو میں ایک خاتون تھیں جنہیں بیبک کہتے تھے میرے پاس آئیں اور کہا اے ابوسعید میں آپ سے انصاف چاہتی ہوں میں نے کہا کہیے کیا بات ہے؟ کہا کہ لوگ دعا کرتے ہیں کہ ہم کو ایک نفس کے لئے چھوڑ دے مجھے تیس سال سے یہ کہتے ہوئے گزر گئے ہیں کہ مجھے ایک طرفۃ العین کے لئے چھوڑ دے کہ میں دیکھوں یہ نہیں کہ تیری تجلیات کا مشاہدہ کروں بلکہ میں کون ہوں؟ آیا میں اپنی عبدیت کے دائرہ میں ہوں یا نہیں۔ ابھی تک مجھے اس کا موقع نہیں مل سکا۔

حضرت بی بی جمال خاتونؒ

آپ کے والد محترم کا اسم گرامی قاضی بائندہ تھا۔ رشتہ میں آپ حضرت میاں میرؒ کی ہمشیرہ ہوتی ہیں (جن کا ذکر عالیہ قادریہ میں گزر چکا ہے) بی بی جمال بڑی عارفہ و کاملہ تھیں ترک و تجرید میں اپنے وقت کی رابعہ اگر ہم آپ کو کہیں تو بے جا نہ ہوگا۔ اذکار و اشغال کا طریق اپنی والدہ ماجدہ اور اپنے برادر عزیز سے حاصل کیا تھا آپ سے ان گنت خوارق عادات کا ظہور ہوا تھا اور اب بھی یہ سلسلہ جاری ہے (شہزادہ دارا شکوہ کے ایام میں) چنانچہ ایک دفعہ دو من گیہوں آپ نے خود اپنے دست اقدس سے مٹکے میں رکھے روزانہ ان میں سے گیہوں نکالتیں اور فقرا و مساکین پر صرف کرتی تھیں ایک سال یہی عالم رہا۔ گیہوں کی مقدار میں کمی نہ آئی۔

روایات میں آیا ہے کہ ایک دن گھر میں مچھلی آئی اس وقت آپ کی طبیعت میں شگفتگی تھی اس میں آپ کو نور نظر آیا

چلی کو حفاظت سے رکھو اس میں برکت ہے چنانچہ جب تک یہ خشک نہ ہوئی آپ کے اعزہ واقارب نے اسے
اور جس سامان یا غلہ میں اسے رکھا جاتا بڑی برکت مشاہدہ میں آتی۔

روایات میں آیا ہے کہ جب کسی کو کوئی ضرورت پیش آتی تو آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر دعا کراتا اور اس دعا کی
سے پریشانی رفع ہو جاتی اور بگڑا کام سنور جاتا جو کھانا آپ ایصال ثواب کے لئے پکواتیں تو پہلے اپنے دست مبارک سے
میں سے نکالتیں اس کے بعد دوسروں کو حکم ہوتا کہ جتنے لوگ آئیں سب کو دیا جائے، کمی نہ کریں سب کو پورا ہو جائے گا۔

آپ نے ساٹھ سال سے زیادہ عمر پائی۔ سوستان میں آپ کی مستقل بود وباش تھی۔ آپ نے وطن سے باہر قدم نہیں
یہاں تک کہ حضرت میاں میرؒ کی زیارت کے لئے بھی گھر سے باہر تشریف نہیں لائیں اور اب تک کہ سنہ ۱۰۴۹ھ ہے
دہ ہیں۔

مختصر فہرست کتب مسلسلہ ۱۹۶۱ء مدنی کتبخانہ چوک گنپت روڈ لاہور

تصوف

غنیۃ الطالبین ترجمہ عبدالدائم الجلالی مجلد -/۱۰/- بے جلد -/-/۸
کشف المحجوب ترجمہ عبدالرحمن طارق مجلد -/۶/- بے جلد -/-/۵
فتوح الغیب ،، ،، ،، -/-/۲ ،، ،، -/-/۲

سوانح

زینب بنت زہرا رض مولفہ محمد وارث کامل مرحوم -/۸/۴
سفینۃ الاولیاء ترجمہ محمد وارث کامل مرحوم -/-/۶
تاریخ اسلام سوانح رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم مولفہ مولانا محمد میاں صاحب مدظلہ -/۱۲/۲
حبیب خدا مولفہ حاجی کریم بخش شاہ دلی -/۱۲/-
سوانح حیات حضرت گنج بخش رح مولفہ عبدالرحمن طارق -/۶/-
،، ،، غوث الاعظم رح مولفہ عبدالدائم الجلالی -/۱۴/-
،، ،، میاں میر صاحب رح مولفہ غلام دستگیر نامی -/۸/-
،، ،، اویس قرنی رح -/۴/-
،، ،، میاں شیر محمد -/۴/-
،، ،، شاہ ابوالمعالی -/۴/-
،، ،، خواجہ معین الدین چشتی رح -/۶/-
،، ،، بابا فرید گنج شکر رح -/۶/-
،، ،، نظام الدین چشتی رح -/۴/-
،، ،، علی احمد صابر رح -/۴/-
،، ،، قطب الدین رح -/۴/-
،، ،، بہاؤالحق ذکریا رح -/۴/-
،، ،، مجدد اعظم -/۸/-

سوانح حیات حضرت شاہ محمد غوث رح مولفہ غلام دستگیر نامی -/۶/-
،، ،، امام حسن رض مولفہ مولانا بشیر احمد صاحب -/۶/-
،، ،، امام حسین رض ،، -/۸/۱
،، ،، حضرت ابراہیم خلیل اللہ -/۱۲/-
،، ،، حضرت موسیٰ کلیم اللہ -/-/۱
،، ،، سرتاج الاولیاء -/۴/-

فضائل

فضائل نماز مولفہ مولانا محمد زکریا -/۱۲/-	فضائل صدقات اول مولفہ مولانا محمد زکریا -/۴/-
،، ذکر ،، ،، -/۴/۲	فضائل صدقات دوم ،، ،، -/۸/۲
،، قرآن مجید ،، ،، -/۱۲/-	،، حج ،، ،، -/۸/۲
،، رمضان ،، ،، -/۱۲/-	حکایات صحابہ رض ،، ،، -/-/۲
،، تبلیغ ،، ،، -/۶/-	اصحاب ثلاثہ رض ،، ،، -/۸/-

احادیث	عقاید
چہل حدیث -/۳/-	ایمان و عمل حضرت سید حسین احمد مدنی رح -/۱۲/-
جنت کی کنجی -/۸/۲	عقائد کی حقیقت و دستور مودودی -/۱۲/-
دوزخ کا کھٹکا -/-/۲	خطبہ صدارت -/۶/-

دعائیں تعویزات

تعلیمات رسول -/۸/۲
مناجات مقبول مولانا تھانوی رح -/۱۲/-
مسنون دعائیں مولانا عاشق الٰہی -/۶/-
رسول کی سنتیں مولانا اصغر علی -/۳/-
مجموعہ عملیات -/۴/۱
اعمال قرآنی مولانا تھانوی -/۳/-